۷۸۶
مدینہ
۹۲

النجدیت

بجواب

البریلویت

تصنیف: شیخ الحدیث علامہ مفتی غلام فرید ہزاروی مدظلہ

ناشر غوثیہ کتب خانہ اردو بازار گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "البریلویت" کا مکمل رد اور مسکت جواب

"النجدیت"

بجواب

"البریلویت"

(حصہ اول)

از قلم

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد غلام فرید رضوی ہزاروی

ناشر

غوثیہ کتب خانہ - اردو بازار مغل مارکیٹ گوجرانوالہ

نام کتاب ـــــــــــ التحدیث بجواب البریلویت

تالیف ـــــــــــ مفتی محمد غلام فرید صاحب ہزاروی

صفحات ـــــــــــ ۲۲۴

ہدیہ ـــــــــــ [illegible]

ناشر ـــــــــــ محمد منور حسین جدی

تعداد ـــــــــــ ۱۰۰۰

ـــــــ ناشر ـــــــ

غوثیہ کتب خانہ - اردو بازار گوجرانوالہ

ـــــــ ملنے کا پتہ ـــــــ

- مکتبہ نعمانیہ - اقبال روڈ سیالکوٹ
- مکتبہ قادریہ نظامیہ - اندرون لوہاری دروازہ لاہور
- شبیر برادرز - ۴۰ - اے اردو بازار لاہور
- مکتبہ نوریہ رضویہ - گنج بخش روڈ لاہور
- دار العلوم نقشبندیہ امینیہ - الشارع الجامعہ

۴۷۷ - اے ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

فہرست مضامین



الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ط

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

قارئین کرام!! چند روز قبل اخبارات میں مملکت پاکستان کے وزیر اعظم جناب محمد نواز شریف کے بھائی اور قومی اسمبلی کے ممبر جناب شہباز شریف نے ایک تقریب میں عروس البلاد لاہور شہر میں یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "البریلویۃ" کا جواب لکھے گا۔ میں اسکو ایوارڈ یعنی انعام دوں گا۔ اس اعلان کے بعد کثیر تعداد میں عوام اہلسنّت میں اضطراب پیدا ہوا کہ آج تک اس کتاب کا جواب علماء اہلسنّت نے کیوں نہیں دیا؟ حالانکہ یہ اعلان ایک حد تک لاعلمی پر مبنی تھا۔ شہباز شریف کو معلوم نہیں تھا۔ کہ اسکا جواب علامہ عبدالحکیم صاحب شرف قادری دو کتابوں "اندھیرے سے اجالے تک" اور "شیشے کے گھر" کی شکل میں دے چکے ہیں۔ جو تا حال لاجواب چلی آرہی ہیں۔ بندہ کے علم کے مطابق بعض حضرات نے اس اعلان کو مذہبی منافرت پھیلانے کی کوشش اور سازش بھی قرار دیا ہے۔ مگر بندہ اس رائے سے متفق نہیں ہے۔ یہ خاندان شر پسند یا فساد پسند بھی نہیں ہے اور ملک کا غدار بھی نہیں ہے اور ایسی سازش صرف وہ کر سکتا ہے۔ جو اِن مذکورہ دو صفات مذمومہ میں سے کم از کم ایک سے متصف ہو۔ سیاسی طور پر اختلاف رائے اپنی جگہ پر درست ہے اور ان سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر ایسے بے ہودہ اتہام و بہتان اس خاندان پہ لگانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کرنا ظلم عظیم ہے اور عوام اہلسنّت کا اضطراب بھی کسی حد تک بے خبری پر مبنی ہے۔

البتہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے۔ علامہ قادری صاحب نے "اندھیرے سے اجالے تک" اور "شیشے کے گھر" نامی کتابوں میں بالاستیعاب یعنی ہر ہر بات کا جواب دینا ضروری نہ سمجھا۔ اسلئے عوام الناس میں اسکو جواب نہ سمجھا گیا۔ نیز چونکہ قادری صاحب نے اپنی کتابوں کے نام ہی ایسے رکھے ہیں۔ جن کے ناموں سے قطعاً معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کسی کتاب کا جواب ہیں۔ اس وجہ سے زیادہ تر لوگ "البریلویت" کو تا حال لاجواب تصور کرتے رہے ہیں۔ خصوصاً غیر مقلدین لاجواب ہی قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ اسکا مترجم عطاء الرحمٰن ثاقب بھی اسکو لاجواب ہی قرار دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اسکا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ ظہیر صاحب نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اپنے اقتباسات پیش کئے ہیں۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ جسکو ہم آئندہ صفحات میں انشاء اللہ تعالےٰ ثابت کریں گے۔ اور ہم انشاء اللہ تعالےٰ "البریلویت" کی ہر بات کا جواب اختصار کے ساتھ لکھیں گے۔ سوائے ان باتوں کے جو فریقین کے مابین متفق علیہم ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ کے سہارے پر ابتدا کر دی ہے اور اسی سے اتمام و اکمال کی توفیق مانگتا ہوں۔ وھو الموفق لاتمام و الاکمال۔ والصلوٰۃ والسلام علی من ھو جامع لکل کمال۔



محمد غلام فرید رضوی سعیدی ہزاروی
جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجرانوالہ
۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء

عرض ناشر

لیجئے! استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد غلام فرید صاحب ہزاروی مدظلہ کی تصنیف "النجدیت بجواب البریلویت" آپ کے پیش نظر ہے۔ یہ کتاب احسان الٰہی ظہیر کی رسوائے زمانہ کتاب "البریلویت" کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اس سے قبل بھی علماء اہلسنت نے "البریلویت" کے رد میں مختلف پمفلٹ اور کتب کی صورت میں جواب احسان الٰہی ظہیر کی موجودگی میں ہی لکھ دیئے تھے۔ لیکن ظہیر کی موت کے بعد وہابیوں نجدیوں کی طرف سے واویلا کچھ زیادہ ہی ہونے لگا۔ کہ سنی بریلوی علماء نے آج تک "البریلویت" کا جواب نہیں دیا۔ اس کا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا جواب کوئی دے ہی نہیں سکتا؟ وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ "البریلویت" کے رد میں جواب لکھے گئے ہیں مگر نجدیوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کا کیا جائے۔

بہر حال علماء و احباب اہل سنت نے استاذ محترم مدظلہ سے اصرار کیا کہ "البریلویت" کے ہر اعتراض ہر بات اور ہر باب کا علیحدہ علیحدہ مسکت جواب ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اصرار کے مطابق استاذ محترم مدظلہ نے اس کا مکمل جواب لکھنے کے بعد ناچیز کو یہ تصنیف شائع کرنے کیلئے عطا فرمائی۔ بفضلہ تعالےٰ ناچیز نے اس کی کتابت کا کام شروع کروا دیا۔ اس دوران کن کن پریشانیوں، مشکلات و مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالےٰ کا بہت احسان اور فضل ہے کہ تمام رکاوٹوں، پریشانیوں اور دشواریوں کے باوجود کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچی ہے اور اب اسے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ یہاں میں ان علماء کرام کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ جو میرے دکھ درد میں شریک ہوئے اور نہایت شفقت فرماتے ہوئے بھرپور تعاون بھی فرمایا۔ ان میں مولانا علامہ محمد عبد العزیز چشتی صاحب، حضرت مولانا علامہ ابو داؤد محمد صادق صاحب، علامہ مفتی محمد غلام فرید صاحب ہزاروی، حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد مجددی صاحب اور دیگر علماء و احباب کا بھی مشکور ہوں جو شروع ہی سے ناچیز پہ شفقت و محبت اور تعاون فرما رہے ہیں● کتاب کی کتابت میں حتی الوسع غلطیاں لگانے کی کوشش کی گئی ہے اگر پھر بھی قارئین کرام کو کہیں غلطی محسوس ہو تو ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درست کیا جا سکے۔ "النجدیت" دو حصوں میں شائع ہو رہی ہے۔ پہلا حصہ آپکے ہاتھوں میں ہے۔ عنقریب دوسرا حصہ بھی شائع ہو رہا ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہماری اس کوشش کو قبول و منظور فرمائے۔ آمین۔

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس کاوش کو اپنے استاذی المکرم جامع معقول و منقول شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہے۔ جنکی نظرِ کرم اور دعاؤں سے بندہ اس خدمت کے قابل ہوا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت مدظلہ کو مکمل طور پر صحتیاب فرمائے اور تادیر انکا سایۂ عاطفت اہلسنّت کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

اظہارِ تشکر

بندہ یہاں حضرت الحاج مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب اور جناب قاری القراُ قاری منیر احمد جماعتی صاحب۔ علامہ محمد شریف صاحب ہزاروی اور دیگر احبابِ اہلسنّت کا بھی شکر گزار ہے۔ جنہوں نے اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں حوصلہ افزائی فرمائی۔ ہر قسم کا تعاون فرمایا۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

اگر بندہ اس موقعہ پر جناب محمد منور حسین مجددی مالک غوثیہ کتب خانہ اردو بازار گوجرانوالہ کا شکریہ ادا نہ کرے تو حق ناشناسی ہوگی۔ جنہوں نے بندہ کے ساتھ بھرپور تعاون فرمایا۔ پہلے بندہ کی کتاب "تحقیق نماز جنازہ" شائع کی۔ اور اب "التحدیث بجواب البرلویت" کو پیش کر رہے ہیں۔ احبابِ اہلسنّت کو ان سے بھرپور تعاون کرنا چاہیئے۔ اور انکی شائع کردہ کتابوں کو ضرور خرید کر اور مطالعہ کر کے مسلک حقہ سے آگاہی حاصل کرنی چاہیئے۔ عزیزم مسلک حقہ کا کافی درد رکھتے ہیں۔ اور مسلک کی نشرو اشاعت کیلئے اللہ تعالےٰ انکی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ اور اجرِ عظیم مرحمت فرمائے۔

آمین۔ یارب العالمین۔

محمد غلام فرید ہزاروی

سببِ تالیف

شہباز شریف کے اعلان کے بعد عوام اہلسنّت اور چند مخصوص احباب کا مطالبہ و اصرار اور بڑھ گیا۔ بعض احباب نے ہی "البرلویت" اور اسکا ترجمہ بھی پیش کر دیا اور جواب لکھنے کی تاکید کی۔ عوامی اضطراب اور احباب کے اصرار اور نواز شریف کے بھائی شہباز شریف کے اعلان کے بعد جواب لکھنا ضروری سمجھا تاکہ کوئی سنّی مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے اور یہ نہ سمجھے کہ علماء اہلسنّت میں اس کے جواب کی صلاحیّت یا حوصلہ نہیں ہے۔ اس لئے بندہ نے احباب کے اصرار پر اور عوام کے اضطراب اور شہباز شریف کے اعلان کے پیشِ نظر جواب دینا ضروری سمجھا۔ اُمید ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس جوابی کتاب کو قارئین کے لئے باعثِ اطمینان بنائے گا۔ اور عوام کیلئے ذریعۂ ہدایت اور ہمارے لئے وسیلۂ نجات بنائے گا۔ آمین۔ یارب العالمین

بجاہ حبیبہٖ سید المرسلین

صلے اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین !!



ابتدائیہ

قارئین! اب میں بلا تمہید طوالت "البریلویہ" کے مترجم کی بعض باتوں کا جواب نمبروار لکھتا ہوں۔ پھر اصل کتاب "البریلویہ" کی ہر بات کا نمبروار جواب عرض کروں گا۔ قارئین کرام مترجم ثاقب صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

① - جدید طبقے نے اسلام کے نام پر خرافات اور بدعات کا ارتکاب ہوتے ہوئے دیکھا تو اس نے تحقیق کی بجائے یہ گمان کر لیا کہ شاید مذہب اسلام اسی کا نام ہے۔ چنانچہ بریلوی افکار نے نئی نسل کو اسلام سے دور کر کے الحاد و لادینیت کی آغوش میں پھینک دیا۔ (ص ۱۳)

الجواب الاناء یترشح بما فیہ۔ یعنی برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔ وہابیت خود چونکہ الحاد و لادینیت کے مجموعہ کا دوسرا نام ہے۔ کیونکہ انکا عقیدہ ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ جیسا کہ انکے اکابر میں سے اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب "یکروزہ" میں بڑے زور دار انداز میں لکھا ہے۔
ملاحظہ ہوں۔ صفحات ص ۱۵-۱۶-ص ۱۷-۱۸

"الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالٰی ہے۔"
ملاحظہ ہو۔ ضمیمہ "براہین قاطعہ" مطبوعہ ساڈھورہ ص ۲۷۲ اور مزید دیکھئے۔

"پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام و صوفیاء کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالٰی ہے"۔ ملاحظہ ہو۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۹ ۱۲/)
یہی مذہب و عقیدہ غیر مقلد وہابیوں کا ہے۔ کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ یعنی جھوٹ جیسی مذموم صفت سے متصف ہو سکتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

آج تک غیر مقلدین نے نہ "یکروزہ" پر اعتراض کیا ہے اور نہ ہی "براہین قاطعہ" اور "فتاوی رشیدیہ" کی مذکورہ بالا عبارات پر کوئی اعتراض کیا۔ جو اس بات کی ٹھوس دلیل ہے۔ کہ انکا عقیدہ بھی یہی ہے اگر ان کا عقیدہ یہ نہ ہوتا تو کبھی ان عبارات پر اعتراض کیا ہوتا یا ان کا رد لکھا ہوتا۔ مگر غیر مقلدین نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایسی عبارات خبیثہ لکھنے والے علماء کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں۔

چونکہ اختصار مقصود ہے۔ اسلئے میں وہابیوں غیر مقلدوں کے وہ عقائد اور نظریات سارے کے سارے اس وقت پیش نہیں کر رہا۔ جن کو پڑھ کر ان کا الحاد اور لادینیت بالکل اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ جھوٹ بول سکنے کا عقیدہ نقل کر دیا ہے۔ جو انکے الحاد و لادینیت اور گستاخ باری تعالٰی ہونے کو آفتاب نیمروز کی طرح واضح کر رہا ہے۔ قارئین کرام رحمانی بندے اوصاف رحمانی کے مظہر ہوتے ہیں اور شیطانی بندے اوصاف شیطانی کے مظہر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ ہم الحمدللہ رحمانی توحید کے حامل ہیں اور غیر مقلدین وہابی اور مقلد وہابی شیطانی توحید کے علمبردار ہیں۔ جسطرح ابلیس لعین کو آدم علیہ السلام کے سجدہ کے موقع پر آدم کو سجدہ کرنے میں شرک نظر آیا۔ یہ سجدہ غلط نظر آیا اور یہ سجدہ توحید کے خلاف نظر آیا یونہی آج کے دور میں شیطانی توحید کے علمبرداروں کو محفل میلاد شریف، گیارہویں شریف، صلوٰۃ و سلام مع القیام بعد الجمعہ عرس شریف اور ایسے ہی دیگر معمولات اہلسنت شرک و بدعت و حرام و ناجائز اور خرافات نظر آتے ہیں۔ اللہ والوں کی تعظیم و توقیر ادب و احترام کا جو جذبہ ملائکہ کرام میں تھا جسکی وجہ سے وہ حکم پاتے ہی آدم کے آگے سجدے میں جھک گئے۔ بعینہٖ وہی جذبہ آج اہلسنت کے دلوں میں موجزن ہے۔ مگر صرف تعظیم و توقیر ادب و احترام پر اکتفا کرتے ہیں۔ سجدہ کو چونکہ شرع نے حرام قرار دے دیا ہے۔ اسلئے سجدہ کو یہ بھی حرام ہی مانتے ہیں بلکہ سجدہ سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے سجدہ

تعظیمی کے حرام ہونے پر مستقل کتاب "الزبدة الزکیہ فی حرمة سجدة التحیۃ" لکھی ہے۔ جو آج بھی دستیاب ہے۔ مگر اسکے برعکس ابلیس لعین میں گستاخی کا جذبہ تھا جسنے اُسکو آدم کے آگے سجدہ کرنے سے روکا وہی جذبہ بعینہٖ آج اِن غیر مقلد وہابیوں دیوبندیوں میں موجود ہے۔ اُنکو بھی تعظیم و توقیر ادب و احترام شرک و بدعت و خرافات ہی نظر آتے ہیں

مقام اپنا اپنا نصیب اپنا اپنا
کئے جاؤ میخوارو کام اپنا اپنا!

(۲)۔ ثاقب صاحب مزید لکھتے ہیں۔ کہ ان حالات میں کسی ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی۔ جو نئی نسل اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کو یہ بتلاتی کہ وہ شرکیہ امور اور خرافات و بدعات جنکو تم اپنے گرد دیکھ رہے ہو۔ اِن کا ارتکاب اگرچہ مذہب کے نام پر ہو رہا ہے۔ مگر کتاب و سنّت کی پاکیزہ تعلیمات کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ علامہ صاحب کی یہ کتاب اس ضرورت کو پورا کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔

الجواب! یہ ثاقب صاحب کے ذہنی فتور کا قصور ہے کہ اُنکو معمولاتِ اہلِ سنّت میلاد شریف۔ گیارہویں شریف، صلوٰة و سلام و عرس وغیرہ کا قرآن و سُنّت کی پاکیزہ تعلیمات سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ ان جہلاءِ زمانہ کی آنکھوں پر ضد اور تعصب کی جو پٹی ابلیس لعین نے باندھ رکھی ہے۔ جب تک وہ نہیں اُترتی۔ اُنکو یہ تعلق نظر نہیں آسکتا اور یہ پٹی کیونکر اُتر سکتی ہے یہی تو اصل مصداق ہیں "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ" کے۔

اول تو دلیل مخالفت کا نہ ہونا ہی دلیل جواز ہے۔ سارے قرآن کی کسی ایک آیت میں منع کا حکم نہیں دکھایا جا سکتا نہ صراحتہً نہ اشارةً اگر کوئی غیر مقلد مذکورہ معمولاتِ اہلسنّت میں سے کسی ایک پر قرآن و حدیث کی صراحت یا نص دکھلا دے تو بذریعہ عدالت ایک ہزار روپے انعام حاصل کرلے۔ قرآن کریم نے عدم مخالفت کو ہی عدم جواز کا معیار قرار دیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔ وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (پ ۲۸ ع ۴)

ترجمہ:۔ "جو تمہیں پیغمبر علیہ السلام حکم دیں اُس پر عمل کرو اور جس چیز سے تمہیں روکیں اور منع کریں۔ اس سے رک جاؤ اور باز آجاؤ" اس آیت کریمہ میں مانہا کم فرمایا ہے۔ ماترکہ الرسول نہیں فرمایا یعنی ممنوعِ رسول منع ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ہر متروکِ رسول بھی منع ہے۔ یعنی جس سے رسول روکیں اور منع کریں وہ منع ہے اور سارے قرآن میں معمولاتِ اہلسنّت میں سے کسی ایک کے منع پر کوئی دلیل منفی موجود نہیں ہے۔ بلکہ کسی حدیثِ پاک میں بھی ان امور پر کوئی منع کی نص یا صراحت موجود نہیں ہے۔ بلکہ احادیث مبارکہ میں تو انکی اصل بھی موجود ہے۔ جیساکہ مسلم شریف ص ۳۴۹ ج ۲ اور ج ۱ ص ۳۲۷ اور مشکوٰۃ شریف ص ۳۳ ابن ماجہ ص ۱۸ میں جریر بن عبداللہ سے حدیث مرفوع ہے۔

"من سنّ فی الاسلام سنّة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها ومن سنّ فی الاسلام سنّة سيئة فعليه وزرها الخ او کما قال علیہ السلام" جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا۔ اس کے لئے اجر ہے اور عمل کرنے والوں کے لئے برابر اجر الگ ہے .... اسلام میں نئی اور اچھی ایجادات کی یہ دلیل ہے۔ اس سے معمولاتِ اہلسنّت کا جواز و استحباب ثابت ہو رہا ہے۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ حدیث ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے۔ اسلئے اسکو دلیل بنانا درست نہیں ہے۔ کیونکہ کتب اصول فقہ میں یہ قاعدہ صراحتہً مذکور ہے کہ "العبرة لعموم الالفاظ لا لخصوص السبب"۔ ملاحظہ ہو "نورالانوار، توضیح تلویح" وغیرہ۔ اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ یہاں سنّت رسول مراد ہے۔ نئی ایجاد مراد نہیں ہے۔ یا یہاں مردہ سنّت کا احیاء مراد ہے نئی ایجاد کردہ چیز مراد نہیں ہے کیونکہ حدیث پاک میں سنّةً حسنةً کے مقابلہ میں سنّةً سيئةً کے الفاظ مذکور ہیں اور یہ تقابل بتاتا ہے کہ یہاں سنّتِ رسول بھی مراد نہیں اور مردہ سنّت بھی مراد نہیں ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ سنّتِ رسول کی دو اقسام ہوں ایک اچھی دوسری بُری (العیاذ باللہ) کیا

سنّتِ رسول بُری بھی ہو سکتی ہے ہرگز نہیں اور شارح مسلم مسلم شریف کی شرح نووی ص۳۴۹ ج۲ میں صراحۃً لکھتے ہیں کہ باب "من سن سنۃً حسنۃً او سیئۃ ومن دعا الی ھدی او ضلالۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ ومن سن سنۃ سیئۃ الحدیث وفی الحدیث الاخر من دعا الی ھدی ومن دعا الی ضلالۃ ھذان الحدیثان صریحان فی الحث علی استحباب سن الامور الحسنۃ وتحریم سن الامور السیئۃ وان من سن سنۃ حسنۃ کان لہ مثل اجر کل من یعمل بھا الی یوم القیامۃ ومن سن سنۃ سیئۃ کان علیہ مثل وزر کل من یعمل بھا الی یوم القیامۃ وان من دعا الی ھدی کان لہ مثل اجور تابعیہ او الی ضلالۃ کان علیہ مثل آثام تابعیہ سواء کان ذالک الھدی والضلالۃ ھو الذی ابتداہ ام کان مسبوقاً الیہ وسواء کان ذالک تعلم علم او عبادۃ او ادب او غیر ذالک۔

ترجمہ :۔ یہ باب ہے اس شخص کے بیان میں جس نے کوئی اچھا طریقہ یا بُرا طریقہ ایجاد کیا اور اس کے بیان میں جس نے ہدایت یا گمراہی کی طرف بلایا۔ قول حضور علیہ السلام کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اور جس نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا آخر حدیث تک اور دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے ہدایت کی طرف بلایا اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا۔ یہ دونوں حدیثیں صریح ہیں اچھے طریقے ایجاد کرنے کے استحباب پر ترغیب دینے میں اور بُرے طریقے ایجاد کرنے کی حرمت میں اور یہ کہ جو شخص کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرتا ہے۔ اسکو قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملیگا اور جو شخص کوئی بُرا طریقہ ایجاد کرتا ہے۔ قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کے برابر اسکو گناہ ہوگا۔ اور جو شخص ہدایت کی طرف بلاتا ہے اسکو تمام پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملیگا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائیگا تو اس پر پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا۔ خواہ یہ ہدایت اور گمراہی وہ ہو جسکی اُسنے ابتداء کی ہے یا اس سے پہلے موجود ہو اور خواہ یہ علم سکھانا ہو یا عبادت ہو یا ادب وغیرہ ہو۔

اس عبارت میں علامہ شارح نے ایک تو سنّۃ کی مراد کو متعین کر دیا ہے کہ سنت سے مراد سنت رسول بھی نہیں اور سنت رسول کا احیاء بھی نہیں ہے بلکہ کسی نئے طریقے کی ایجاد مراد ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ امور حسنہ کی ایجاد مستحب ہے اور امور سیّئہ کی ایجاد حرام ہے۔ پھر یہ بھی بتا دیا ہے کہ چاہے یہ ایجاد ابتداً ہو یا مسبوق الیہ ہو۔ پھر یہ بھی فرما دیا ہے کہ یہ ایجاد از قبیل علم ہو یا از قبیل عبادت یا ادب وغیرہ کے قبیلہ سے ہو۔ اس عبارت نے تو منکرین معمولاتِ اہلسنّت کا ناطقہ بند کر دیا ہے اور ان کے لئے تو یہ عبارت ہائیڈروجن بم بن کر گری ہے۔ بندہ نے قبل ازیں یہ کہا تھا کہ ہر ترک رسول معیار نہیں عدم جواز کا۔ بلکہ عدم جواز کا معیار نہی وممانعت رسول ہے۔ اسکی تائید میں علامہ ابن قیم مقتدائے وہابیہ نجدیہ کا ایک حوالہ بھی ملاحظہ ہو۔

علامہ ابن قیم مقتدائے وہابیہ نجدیہ قراۃ قرآن کے ایصال ثواب کے جواز وعدم جواز پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔ فان قیل ھو صلی اللہ علیہ وسلم ارشدھم الی الصوم والصدقۃ والحج دون القراۃ۔ قیل ھو صلی اللہ علیہ وسلم لم یبتدئھم بذالک بل خرج ذالک منہ مخرج الجواب لھم فھذا سالہ عن الحج عن میتہ فاذن لہ وھذا فاذن لہ ولم یمنعھم مما سوی ذالک (کتاب الروح ص۱۴۳)

ترجمہ :۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو روزے اور صدقے اور حج کے متعلق تو ہدایت فرمائی مگر قراۃ قرآن کے ثواب کے ایصال کی ہدایت نہیں فرمائی (لہذا روزے صدقہ، حج کا ثواب تو میت کو پہنچایا جاسکتا ہے مگر قراۃ قرآن کا نہیں) تو جواب میں کہا جائے گا کہ حضور علیہ السلام نے از خود ابتداً روزے وغیرہ کے ثواب کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ نے جو فرمایا وہ سوال کے جواب میں فرمایا ہے۔ کسی نے اپنی میت کو روزے کے ثواب کے متعلق دریافت کیا۔ کسی نے صدقہ کے متعلق اور کسی نے حج کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ہر سوال کرنے والے کو اجازت فرمائی۔ مگر ان کے علاوہ کسی فعل کے ثواب کے پہنچانے سے آپ نے منع نہیں فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اسکے متعلق سوال کرتا تو آپ اُسکی بھی اجازت فرما دیتے
مگر چونکہ منع نہیں کیا۔ اِسلئے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ غیر مقلدین کے پیشوا کی یہ عبارت
صریح ہے کہ عدم جواز کے لئے دلیل منع کا ہونا ضروری ہے۔ اگر دلیل منع موجود نہیں تو
منع بھی نہیں ہے۔ اگر قراءۃِ قرآن کا ثواب میت کو پہنچانا اسلئے جائز ہے کہ اس سے آپ
نے منع نہیں فرمایا تو پھر ہم کہتے ہیں۔ کہ میلاد، گیارہویں، عرس وغیرہ معمولات اہل
سنت پر بھی پیغمبر علیہ السلام کی منع کی دلیل موجود نہیں ہے۔ اسلئے انکا جواز و استحباب
ثابت ہے۔ اور ثاقب صاحب کا انکو خرافات بدعات و ناجائز قرار دینا باطل و مردود
ہے۔ بجائے خود ارتکاب خرافات ہے۔ بلکہ دراصل یہی احداث فی الدین ہے۔

غیر مقلدین وہابیہ کی ایک بزرگ شخصیت مولوی ابوالبرکات صاحب اپنے مجموعہ فتاویٰ
جات "فتاویٰ برکاتیہ" میں یوں رقمطراز ہیں۔ گردوں اور کپوروں کے متعلق ایک
سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ کہ ان دونوں کے حلال ہونے کی دلیل یہی ہے کہ قرآن و
حدیث نے ان سے منع نہیں کیا۔ ہر چیز کی اصل حلت ہے۔ اگر قرآن و حدیث میں کسی چیز کی
حرمت بیان نہ کی گئی ہو تو وہ حلال ہوتی ہے۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۳۰۶)

یہ عبارت کتنی واضح ہے اور ہمارے موقف کی صراحتہً تائید کرتی ہے۔ اور انکی یہ
عبارت بھی واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ عدم جواز کا معیار دلیل منع کا پایا جانا ہے۔ اگر
دلیل منع نہ ہو تو حکمِ ممانعت نہیں لگایا جا سکتا۔ "الفضل ما شھدت بہ الاعداء"۔

اس موضوع پر مزید دلائل قرآن و حدیث سے اکابرین امت اور اکابر وہابیہ سے پیش کیے جا
سکتے ہیں۔ مگر اختصار کے پیشِ نظر انہی چند حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ کتاب کی طوالت
طباعت سے مانع نہ ہو جائے۔ بہر حال اختصار کے ساتھ ہم نے قرآن کریم اور حدیث پاک
اور اکابر اُمت اور خود اکابر غیر مقلدین وہابیہ کے اقوال و تصریحات سے ثابت کر دیا
ہے۔ کہ جن معمولاتِ اہلسنت کو ثاقب صاحب نے اپنی بے ابری اپنی بے خبری اور لاعلمی و

جہالت کی وجہ سے بدعات و خرافات قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ وہ نہ بدعات ہیں نہ خرافات
بلکہ شرعاً جائز و مستحبات ہیں۔ وھوالمدعیٰ

ثاقب صاحب عرض مترجم کے عنوان میں تیسری بات یہ لکھتے ہیں۔ کہ
(۳) ۔ علامہ صاحب اس کتاب میں ایک ایسا باب بھی شامل کرنا چاہتے تھے۔ جو رضاخانی
فقہ کے چند ایسے مسائل پر مشتمل تھا۔ جو محض ذہنی تلذذ کے لئے فرض کئے گئے ہیں۔ الخ
(ترجمہ "البریلویۃ" ص ۱۴)

الجواب: الحمدللہ تعالیٰ اول تو رضاخانی فقہ دنیا میں موجود نہیں ہے۔
یہ ضد اور عناد اور بغض کی بنا پر چند مسائل فقہیہ کو رضاخانی فقہ سے دشمنوں نے موسوم
کرنا شروع کر دیا ہے۔ محض اپنے دل کا اُبال نکالنے کے لئے چونکہ فاضلِ بریلوی امام اہلسنت
مجدد ملت عاشقِ رسول نے دنیا کو وہابیت کی موذی مرض سے (جو ایمان کی یقیناً تباہی
کا باعث بنتی ہے) خبردار کیا ہے۔ اس لئے وہابیوں نجدیوں کے دلوں میں بغض و عداوت
اور انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اُسکو ٹھنڈا کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔
مگر یہ سعئ لاحاصل ہے۔ یہ یوں ہی اپنے غیظ و غضب میں مرتے رہینگے اور۔
موتوا بغیظکم کی عملی تفسیر بنتے رہینگے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ فقہ رضاخانی کے کچھ مسائل تحریر کرتے تو جواب میں ہم بھی فقہیہ غیر مقلدین
وہابیہ کے چند نمونے دکھاتے مگر ہم سبحان وہابیہ کی فقہ کے مسائل کی تفصیلات آئندہ وقت
ضرورت پر چھوڑتے ہیں صرف اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ثاقب صاحب دادی سے اور بعض دیگر
محرمات سے نکاح کا جواز، منی پاک ہونا، بیوی کے حقنے، کتنے کی غلاظت پاک ہونا اور ایسے ہی
دیگر فقہی مسائل کو آپ نے اپنی کتابوں میں پڑھا تو ہوگا۔ اگر نہیں تو پھر ہم آپ کو آپکی کتابوں
کی سیر کرانے کے لئے تیار ہیں۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ نزل الابرار، فقہ محمدی کلاں،
اور دیگر کتابوں کو آپ دنیا سے غائب نہیں کر سکتے۔ ابھی وہ لوگوں کے پاس موجود ہیں۔

تقدیم بجواب تقدیم

اس عنوان میں ثاقب صاحب نے عطیہ محمد سالم جج شرعی عدالت مدینہ منورہ و مدرس و خطیب مسجد نبوی شریف کی تقدیم کا ذکر کیا ہے۔ جس میں سے چند اہم امور کو ہم نقل کر کے جواب پیش کرتے ہیں۔

(۱) مجھے ظہیر صاحب کی کتاب "البریلویۃ" پڑھنے کا موقع ملا۔ کتاب پڑھ کر مجھے اس بات کی شدید حیرت ہوئی کہ مسلمانوں میں اس قسم کا گروہ بھی موجود ہے۔ جو نہ صرف فروعات میں شریعت اسلامیہ اور کتاب و سنّت کا مخالف ہے۔ بلکہ اس کے بنیادی عقائد ہی اسلام سے متصادم ہیں۔

الجواب: اور مجھے عطیہ محمد سالم مذکور کی دیانت اور ذہانت پر شدید افسوس ہوا۔ کہ مسجد نبوی شریف کا مدرس و خطیب ہو کر اُس نے اس قدر جہالت و حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ طرفہ تماشا یہ کہ شرعی عدالت کا جج ایسے شخص کو بنایا گیا ہے۔ جو قضاء شرعی کے تقاضوں سے بالکل بے خبر اور جاہل ہے۔ کیا اس قاضی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جبتک فریقین کا بیان نہ سن لیا جائے کوئی فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا۔ کیا اس قاضی کا فرض نہ تھا۔ کہ "البریلویۃ" کو پڑھنے کے بعد اور اسکی تصدیق کرنے اور مؤلف کی مدح سرائی سے قبل فاضل بریلوی اور اُن کے ہمرکاب و رفقاء و اکابر علماء اہلسنت بریلوی کی اصل کتابوں کا مطالعہ کر لیتے اور پھر کوئی رائے قائم کر کے فیصلہ دیتے۔ اس سے قبل ہی رائے قائم کر لینا اور جلدی میں فیصلہ دے دینا تو یہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ نام نہاد قاضی ہیں اور درحقیقت وہ عہدۂ قضاء کے لائق ہی نہیں تھے۔ نہ معلوم قاضی کیسے بن گئے۔ اس نام نہاد قاضی و مدرس کی عقل و دیانت کا ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اتنے بڑے بہتان پر محض سنی سنائی

اور وہ بھی دشمن سے سنکر یا دشمن کی تحریر پڑھکر اُتر آئے ہیں۔ جسکو سنکر کلیجہ پھٹ جاتا ہے۔ قرآن نے تو فرمایا ہے۔ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○ اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے۔ تو تحقیق کر لیا کرو تاکہ تم جہالت کی وجہ سے کسی گروہ کو مصیبت زدہ نہ کردو ورنہ تم اپنے کئے پر پشیمان ہو جاؤ گے۔

اور ظہیر صاحب کے فاسق ہونے میں کیا شک ہے۔ وہ ساری زندگی داڑھی کتراتے رہے۔ حد شرعی سے داڑھی کم رکھتے تھے۔ جو اعلانی فسق تھا۔ عطیہ صاحب کو ہمارا چیلنج ہے وہ مرد میدان بنیں اور سامنے آکر ہمارے عقائد بنیادی کو اسلام سے متصادم ثابت کریں اور کسی پاکستانی عدالت میں کریں اور ثابت کر لیں تو پچاس ہزار روپے انعام حاصل کریں۔ ورنہ عدالت خداوندی میں حاضری اور جواب دہی کا خیال کر کے صدق دل سے اپنے غلط عقائد سے توبہ کر لیں۔ اور آخرت کے خسران سے محفوظ ہو جائیں یا پھر ہمیں اجازت دیں۔ تاکہ ہم عدالت میں ان کے عقائد و نظریات کا گستاخانہ و کافرانہ ہونا ثابت کر کے دکھائیں۔ کیا ہمت ہے۔ جو حملہ فرمائیں گے۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(۲) ۔ صلا پر عطیہ محمد سالم کا قول ہے۔ کہ اگر اس کتاب کے مصنف کی علمی دیانت پوری دنیا میں مسلّم نہ ہوتی تو ہمیں یقین نہ آتا کہ اس قسم کا گروہ پاکستان میں موجود ہے۔

الجواب: یہ سفید جھوٹ ہے۔ کون کہتا ہے۔ کہ ظہیر کی علمی دیانت پوری دنیا میں مسلّم ہے۔ کس دنیا کی بات کرتے ہو۔ جو شخص پاکستان میں بھی متعارف نہیں تھا۔ پاکستان کے متعدد علاقوں میں اسکو کوئی جانتا تک نہیں تھا۔ بم کی زد میں آنے کے بعد واقعی اس کو وہ شہرت حاصل ہوئی ہے۔ جو زندگی میں حاصل نہ تھی۔ اور یہ کوئی کمال نہیں۔ بم کی زد میں

اگر ایک ڈاکو کو بھی وہ شہرت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو اسکو زندگی میں حاصل نہیں ہوتی۔ کیا اسکو کمال قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیا ثبوت ہے عطیہ سالم کے پاس۔ اپنے ادعاء پوری دنیا میں وہ بذات خود متعارف نہ تھا۔ چہ جائیکہ اسکی دیانت مسلم ہو اور اسکی علمی دیانت کا راز تو عنقریب طشت از بام ہو کر رہے گا۔ جب ہم اسکی علمی شخصیت پر گفتگو کریں گے ان شاء اللہ تعالےٰ۔ سرے دست ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو یہ معلوم نہیں ہے کہ لفظ "رسید" عربی ہے یا فارسی ہے اور جسکو یہ معلوم نہیں کہ لفظ "فرمان" عربی یا فارسی ہے۔ اور اسی جہالت کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔ "البریلویۃ" کے صـ۳۷ اور صـ۱۳۵ پر لکھتے ہیں۔ فانہم اعطوا للعصاۃ للبغاۃ رسید الجنۃ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ بل اصدروا فرمانا اور جسکو یہ معلوم نہیں ہے کہ ھٰذہٖ الکتب اور تلک الکتب میں صحیح کون سا ہے۔ اور غلط کیا ہے یعنی ایسا جاہل تھا کہ مذکر کی جگہ مؤنث اور مؤنث کی جگہ مذکر بولتا اور لکھتا تھا۔ "الی البریلوی" کی جگہ الی البریلویۃ لکھتا تھا۔ بلکہ مفرد اور جمع کا فرق بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ملاحظہ ہوں "البریلویۃ" کے صـ۲۹ سطر۱۲ صـ۴۰ سطر۱ پر ملاحظہ کریں۔ بجائے اعتزل البریلوی کے اعتزلت البریلوی لکھ رہا ہے۔ صـ۱۱ سطر۱۶ میں ظہیر لکھتا ہے کہ۔ ولم یبقی لم جازم کے ہوتے ہوئے بھی آخر میں ی لاتا ہے۔ اس جاہل کو یہ معلوم نہیں کہ لم جازم حرف علت کو گرا دیتا ہے۔ لہٰذا لم یبق بغیر ی کے ہونا چاہیے تھا۔ اس طرح مزید متعدد عربی گرائمر کی اغلاط موجود ہیں۔ بلکہ گرائمر کے علاوہ نفس عربی میں بھی بے شمار غلطیاں کرتا چلا جاتا ہے۔ کہ فارسی الفاظ کو عربی میں شامل کرتا چلا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے حوالہ بتا چکا ہوں۔ پوری تفصیل دیکھنا ہو تو علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی کتاب "اندھیرے سے اجالے تک" کے صـ۶۷ تا ۷۰ ملاحظہ فرمائیں۔ اسکے عربی دان ہونے کا راز خود بخود آشکارا ہو جائے گا۔ ایسے شخص کو عطیہ سالم کا علمی شخصیت قرار دینا پھر اسکی علمی دیانت کو پوری دنیا میں مسلم ماننا اندھاپن

نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیوں غیر مقلدو کیا جلیل القدر مصنف تمہارے ہاں ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان پر تو یہ مثال خوب فِٹ آتی ہے۔ کہ

"آنکھوں سے اندھی نام روشن بی بی یا خارش کی ماری ہوئی نام ریشم بی بی"

(۳) صـ۱۶ پر تقدیم میں عطیہ سالم صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

اس کتاب کے جلیل القدر مصنف نے اس گروہ کے عقائد و افکار سے نقاب اٹھا کر یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ کتاب و سنت کے ساتھ انکا کوئی تعلق نہیں ہے۔ الخ

الجواب: "البریلویۃ" میں بعض چیزیں اہلسنّت حنفی بریلوی کی طرف ایسی بھی منسوب کر دی ہیں۔ جنکا اہلسنّت کے ساتھ سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں اور بعض شعراء کے مبالغات کو بھی مسلک اہلسنّت حنفی بریلوی کے طور پر پیش کر دیا ہے۔ جو بالکل زیادتی ہے۔ غیروں کے مبالغات کو مذہبی عقائد قرار دینا کہاں کی دیانت اور کہاں کا انصاف ہے۔ یہ حقیقت تو انشاء اللہ تعالےٰ۔ باب عقائد کے بیان میں ثابت کی جائیگی۔ کہ جن عقائد و فقہ کو عطیہ صاحب اور ان کے ممدوح نے کتاب و سنت سے بیگانہ قرار دیا ہے۔ وہ ہرگز کتاب و سنّت سے لاتعلق نہیں بلکہ وہ قرآن و سنّت سے ہی ثابت ہے۔ بعض کا ثبوت عبارۃ النص سے ہے۔ بعض کا دلالۃ النص سے اور بعض کا اشارۃ النص و اقتضاء النص سے ہے۔ جن سے خود غیر مقلدین وہابیہ بے خبر اور جاہل ہیں۔ اور یہ کہنا کہ

(۴) ... اس فرقہ کو چاہیئے کہ وہ ان عقائد سے توبہ کریں اور توحید و رسالت کے تصور سے آشنا ہو کر اپنی عاقبت کو سنوارنے کی طرف توجہ دیں۔

الجواب: اہلسنّت و جماعت حنفی بریلوی کو فرقہ کہنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہ فرقہ نہیں بلکہ یہ سواد اعظم اور جماعت ہے۔ فرقے تو وہ ہیں۔ جو اس سے نکل کر ایک نیا گروہ اور خود ساختہ مذہب بن گئے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔ جسکو سواد اعظم اور جماعت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ "اتبعوا السواد الاعظم اور ید اللہ علی الجماعۃ"۔ وہ یہی اہلسنّت حنفی

پھر بریلوی ہیں۔ وہابی یا دیوبندی وغیرہ تو گمراہ فرقوں میں شامل ہیں۔ پھر یہی سوادِ اعظم توحید ربانی سے آشنا اور اسکے حامل ہیں۔ توحید کے شیطانی مفہوم کے حامل تو یہی نجدی وہابی اور دیوبندی ہیں۔ جو شیطان سے پڑھا ہوا سبق رٹ کر اُسکی تبلیغ کر کے شیطانِ ابلیس کو راضی کرنے کو ہی اپنے لئے باعثِ فخر اور وجہ سعادت تصور کرتے ہیں۔ توحید کے رحمانی مفہوم اور شیطانی مفہوم کی تشریح اور ثبوت آئندہ صفحات میں آئیں گے۔

⑤ ۔ ..... تقدیم میں عطیہ سالم لکھتے ہیں کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے عقائد کی بنیاد قرآن حدیث کی بجائے توہم پرستی ہے اور خیالی و تصوراتی قسم کے قصے کہانیوں پر ہے۔ الخ

الجواب : الحمدللہ تعالےٰ ہمارے عقائد کی بنیاد تو یقیناً قرآن وحدیث پر ہے۔ توہم پرستی اور خیالی و تصوراتی قصے کہانیوں پر ہرگز نہیں ہے۔ یہ باطل پرستوں کا باطل خیال ہے۔ الحمدللہ تعالےٰ ہم اپنے ہر عقیدہ کو قرآن وسنّت سے ثابت کر سکتے ہیں اور انشاءاللہ تعالےٰ بابِ عقائد کے جواب میں ثابت بھی کیا جائیگا۔ توہم پرستی کا شکار تو یہ لوگ خود ہیں۔ ان کے اپنے عقائد کا قرآن وسنّت سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ ان کے عقائد گستاخانہ اور کافرانہ ہیں۔ جن سے اِنکو تائب ہونا لازم ہے۔

⑥ ۔ اس کتاب کے مصنف نے جس علمی وتحقیقی انداز میں اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اس کی بنا پر انکی تصنیفات تعلیمی درسگاہوں اور تحقیقی مراکز میں حوالے اور سند کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔

الجواب : یہ بھی جھوٹ ہے۔ صرف چند نجدی وہابی مراکز میں شامل نصاب ہونا کوئی کمال نہیں ہے۔ کمال تو تب ہوتا جبکہ اسکو غیر جانبدار اداروں میں یا فریق مخالف کے کسی ادارے میں حوالے اور سند کا درجہ حاصل ہوتا۔ مگر ایسا نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ مرزاؑ کی کتابوں کو مرزائی کے نزدیک حوالے اور سند کا درجہ حاصل ہے۔ کیا انکو بھی علمی اور تحقیقی مان

ؑ مرزا غلام احمد قادیانی

لیا جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ روافض کی کتابوں کو رافضی مراکز میں۔ خارجیوں کی کتابوں کو خوارج کے مراکز میں حوالے اور سند کا مقام حاصل ہے۔ کیا آپ انکو علمی وتحقیقی مان کر قبول کرتے ہیں۔ یہی حال ظہیر کی کتاب "البریلویت" کا ہے کہ وہ صرف نجدی مراکز میں وہ بھی سب میں نہیں بلکہ ایک دو میں شامل نصاب بربنائے مذہبی تعصب کے کی گئی ہے۔ اس لئے اسکو علمی یا تحقیقی قرار دینا تقاضائے اِنصاف نہیں ہے۔

⑦ ۔ عطیہ سالم صاحب یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ مصنف کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ انہیں اپنی مادری زبان کے علاوہ دوسری بہت سی زبانوں پر بھی دسترس حاصل ہے۔ الخ

الجواب :۔ یہ بھی عطیہ سالم صاحب کی بے خبری پر مبنی ہے۔ انہوں نے یہ لکھ کر خود ہی اپنی جہالت کو چار چاند لگائے ہیں۔ اگر ساری کتاب پڑھ کر یہ لکھا ہے تو پھر انہوں نے اپنی جہالت پر مہر ثبت کر دی ہے کہ انکو یہ بھی معلوم نہیں کہ رسید اور فرمان فارسی کے الفاظ ہیں جن کو ظہیر نے "البریلویت" کے صفہ ۱۳۵ اور صفہ ۳۷ پر عربی میں ٹھونس کر اپنی عربی دانی سے خود ہی نقاب کشائی کر دی ہے۔ پھر ان بیوس کو صفہ ۱۳۸ اور ترک النکایا (نکیہ کی جمع عجمی لفظ) کو عربی میں داخل کر کے مزید عربی سے جہالت کو چار چاند لگائے ہیں۔ ترک النکایا "البریلویۃ صفہ ۲۶۵ سطر ۳"۔ کیا اسی کا نام عربی دانی ہے۔ کیوں عطیہ سالم صاحب کیا اِسی کو عربی دانی پر دسترس کہا ہے۔ مگر ان کی آنکھوں پر نجدی تعصب کی پٹی باندھی ہوئی ہے۔ ان کو یہ نقائص یہ معائب یہ کمزوریاں کب نظر آسکتی ہیں۔ ان گستاخانِ رسالت کو تو صرف رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور انبیاء کرام اولیاء عظام کی ذواتِ قدسیہ میں ہی نقائص ومعائب دکھائی دیتے ہیں۔ رسولوں اور اولیاء کے علوم میں کیڑے نکالتے ہیں اور اپنے جہلاء کو علماء بنا کر پیش کرتے ہیں۔ سچ کہا ہے کسی نے۔

؎ خرد کا نام جنوں اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(۸) - علیہ سالم صاحب مزید گوہر افشانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اس فرقہ کے مؤسس کے حالاتِ زندگی سے واضح ہوتا ہے کہ انکی یہ تحریک علمی ہے نہ فکری اور نہ ہی ادبی۔ انکی ساری سرگرمیوں سے صرف انگریزی استعمار کو فائدہ پہنچا۔ اس تحریک کے علاوہ جو تحریک جو انگریز کے مفاد میں تھی وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک تھی۔ دونوں تحریکیں استعمار کے سائے میں پروان چڑھیں۔ جناب احمد رضا بریلوی کا وہابیوں کی مخالفت کرنا۔ ان پر کفر کا فتویٰ لگانا، جہاد کو حرام قرار دینا، تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترک موالات کی مخالفت کرنا۔ انگریز کے خلاف جدوجہد میں مصروف مسلم رہنماؤں کی تکفیر کرنا اور اس قسم کی دوسری سرگرمیاں استعمار کی خدمت اور اس کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے تھیں۔

الجواب: اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد ملت نے وہابیوں کی مخالفت اور ان پر فتویٰ کفر اس لئے نہیں لگایا کہ وہ انگریز کے مخالف ہیں۔ بلکہ آپ نے انکے کفریات اور کفری کلمات کی بنا پر مخالفت کی ہے اور کفر کا فتویٰ بھی اسی وجہ سے لگایا ہے کہ وہ گستاخِ شانِ الوہیت اور گستاخِ شانِ رسالت ہیں اور یہ کفریات انکی اپنی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کے بعض اکابر نے اپنی کتابوں میں جو خرافات لکھی ہیں۔ انکی بنا پر ان کو کافر قرار دینا بجائے خود کفر ہے۔ انکی کفری عبارات کی نشاندہی عنقریب اپنے موقعہ پر آئیگی انشاءاللہ اور یہ بات باحوالہ ہم بتائیں گے کہ اعلیٰحضرت نہیں بلکہ خود غیر مقلدین نام نہاد اہلحدیث کے اکابر ہی انگریز کے حامی اور پورے پورے ایجنٹ تھے۔ اپنا جرم چھپانے کے لئے اعلیٰحضرت کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ اعلیٰحضرت نے تو ہمیشہ انگریز کی مخالفت کی ہے اعلیٰحضرت اور تمام علماء اہلسنت حنفی بریلوی کے نزدیک جہاد اسلامی فرائض میں سے ایک اہم ترین فرض ہے۔ لیکن یہ چند شرائط سے مشروط ہے۔ اگر وہ شرائط موجود ہوں تو جہاد ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ اور یہ شرائط بھی صرف اعلیٰحضرت نے از خود متعین نہیں فرمائیں۔ بلکہ جلیل القدر فقہاء اسلام نے لکھی ہیں۔ جیسا کہ مجتبیٰ، شرح نقایہ، ردالمختار میں ہے۔

صدا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافئہم والا فلا یباح قتالہم - یعنی یہ جہاد تب ہو گا جب یہ غالب گمان ہو کہ انکا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بصورتِ دیگر ان سے لڑنا حلال نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو رسائل رضویہ جلد۲ صفحہ ۲۱۰ مکتبہ رضویہ)

ظاہر ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کے پاس طاقت نہیں تھی۔ دوسری شرط جہاد کی یہ ہے کہ سلطانِ اسلام موجود ہو۔ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں "مفلس پر اعانت مال نہیں، بے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں، ولہذا مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں"۔ (ملاحظہ دوام العیش صفحہ ۱۸۶ مکتبہ رضویہ لاہور) اور سلطانِ اسلام کی شرط بھی مفقود تھی۔ ان شرائط جہاد کو نقل کرنے کے بعد اور اعلیٰحضرت کی ان عبارات کو نقل کرنے کے بعد ظہیر صاحب لکھتے ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں میں مشہور ہو گیا کہ وہ انگریز کے ایجنٹ ہیں اور ان کے لئے کام کر رہے ہیں (ترجمہ البریلویہ صفحہ ۴۳)

قارئین کرام: ان عبارات سے اعلیٰحضرت نے یہ ثابت کیا تھا۔ کہ طاقت اور سلطانِ اسلام کے نہ ہونے کی صورت میں جہاد نہ فرض ہے نہ جائز مگر یہ کہیں بھی نہیں فرمایا کہ طاقت ہونے اور سلطان اسلام کی موجودگی میں بھی جہاد فرض یا حلال نہیں ہے۔ مگر ان کے برعکس غیر مقلدوں کے گرو اور انکے وکیل اول اور اگلی صفوں کے رہنما مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ (الاقتصاد صفحہ ۲۰۳ میں لکھتے ہیں۔ کہ "ان دو نتیجوں سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ اس زمانے میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے...... ہم جب کبھی بعض اخبارات میں یہ خبر دیکھتے ہیں کہ سلطنت روم یا ریاست افغانستان وغیرہ بلادِ اسلام سے جہاد کا اشتہار دیا گیا ہے۔ تو ہم کو سخت تعجب ہوتا ہے۔ اور اس خبر کا یقین نہیں آتا کہ اس وقت روئے زمین پر امام کہاں ہیں۔ جسکی پناہ میں اور اسکے امر و اجازت سے مسلمان جہاد کر سکیں... ... یہ خوف فریقین کا اس وقت بجا تھا جبکہ جہاد اسلام کا اصلی غرض ہوتا اور تقرر امام کے سوا مسلمانوں کا اسلام صحیح یا کامل نہ ہوتا۔" (الاقتصاد فی مسائل الجہاد وکٹوریہ پریس لاہور صفحہ ۳-۴۷۔ مؤلفہ محمد حسین بٹالوی) --- اس عبارت سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں

① ۔ چونکہ امام کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہندوستان میں نہ تو جہاد شرعی ضروری ہے اور نہ ہی یہ جائز ② ۔ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا کے کسی حصے پر بھی جہاد نہیں ہو سکتا۔ ③ ۔ جہاد اسلام کا فرض اصلی نہیں ہے۔ غور کریں۔ اعلحضرت نے تو محض ایک شرعی حکم بیان کرنے کی غرض سے لکھا تھا۔ جو گذرا ہے۔ نہ تو یہ موقف تھا کہ قوت و طاقت ہونے کی صورت میں بھی جہاد فرض نہیں اور نہ ہی یہ موقف تھا کہ جہاد فرضِ اصلی نہیں ہے۔ وہ تو صرف یہ فرماتے تھے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے پاس جہاد کی طاقت و قوت نہیں ہے۔ اسلئے ان پر جہاد فرض نہیں ہے۔ مگر ادھر گستاخانِ رسول نے عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بدنام کرنے کی غرض سے بات کو بدل ڈالا اور فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ (الآیہ) کا مصداق بنا دیا۔ کیا محمد حسین بٹالوی نے اعلحضرت سے بھی آگے بڑھ کر فیصلہ نہیں دے دیا۔ اعلحضرت نے تو صرف ہندوستان کی بات کی ہے۔ مگر بٹالوی صاحب تو پوری دنیا کی بات کرتے ہیں کہ پوری دنیا میں کسی بھی علاقہ میں جہاد نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے بڑھ کر وہ جہاد کے فرض اصلی ہونے کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اگر اعلحضرت کا مذکورہ بالا فتویٰ انگریز کی حمایت اور ہمدردی بن سکتا ہے تو پھر بٹالوی کا یہ فتویٰ تو بدرجہ اولیٰ انگریز کی حمایت و ہمدردی قرار دیا جانا چاہیئے۔ کیا عطیہ سالم صاحب انصاف کا تقاضا پورا کرتے ہوئے بٹالوی کو بھی انگریز کا ایجنٹ قرار دینگے۔ کیا اخلاقی جرأت ہے کہ کم از کم دونوں کو مساوی قرار دیں۔ باقی تفصیلی جواب اس بات کا کہ اعلحضرت نے جہاد کو حرام قرار دیا یا تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات وغیرہ کا انگریز کی حمایت میں کیا ہے۔ انشاء اللہ "البریلویۃ" کے اعتراضات کے جوابات میں دیا جائیگا۔ اگر یہاں بھی دیا جائے پھر وہاں بھی دیا جائے تو مضمون کے طوالت کا خطرہ ہے۔

⑨ ۔ عطیہ سالم صاحب لکھتا ہے۔ کہ اس ضمن میں یہ بات بھی بہت اہم ہے۔ کہ جناب

احمد رضا صاحب کا اُستاد مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔

الجواب: حقیقت واقعہ یہ ہے کہ مرزا غلام قادر نام کے دو شخص تھے۔ ایک وہ جو اعلحضرت عظیم البرکت کے صرف ابتدائی کتابوں کے اُستاذ تھے۔ جو ابتداء میں بریلی شریف میں مقیم رہے بعد میں کلکتہ تشریف لے گئے اور وہیں قیام فرمالیا۔ ملاحظہ ہو۔

("حیاتِ اعلحضرت" از مولانا ظفر الدین بہاری ص ۳۲ ج۱)

جبکہ دوسرا شخص جسکا نام مرزا غلام قادر بیگ ہے۔ وہ دینا نگر کا ایک معزول تھانیدار تھا اور ۱۸۸۳ء میں فوت ہو گیا تھا اور اسکی عمر ۵۵ سال تھی۔ اور اعلحضرت کے استاذ محترم مرزا غلام قادر بیگ کی عمر کہیں زیادہ تھی۔ یہ تو ۱۸۹۷ء میں بھی زندہ موجود تھے۔ گویا اسّی سال کی عمر میں بھی زندہ تھے۔ وہ ۵۵ سال کی عمر میں ۱۳۰۰ھ اور ۱۸۸۳ء میں فوت ہو چکا تھا۔ جبکہ اعلحضرت کے اُستاذ اسّی سال کی عمر میں ۱۳۱۴ھ اور ۱۸۹۷ء میں بھی حیات تھے۔ وہ قادیان کا ایک معزول تھانیدار تھا جبکہ یہ ایک مولوی اور مدرس تھے۔ اور انہوں نے ۲۱، جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ میں ایک استفتاء اعلحضرت کی خدمت میں کلکتہ سے ارسال کیا۔ جسکے جواب میں اعلحضرت نے تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین لکھی۔ یہ استفتاء "فتاویٰ رضویہ" جلد سوم مطبوعہ مبارک پور انڈیا کے ص ۸ پر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(حیاتِ اعلحضرت مؤلفہ مولانا ظفر الدین بہاری ص ۳۲ ج۱)

شعبۂ تاریخ احمدیت ربوہ کی شہادت

شعبۂ تاریخ احمدیت، ربوہ سے دوست محمد شاہد صاحب نے پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ کالج (سائنس) ٹھٹھہ کو ایک خط لکھا۔ جس میں وہ لکھتے ہیں۔ کہ بڑے بھائی مرزا غلام قادر نے آپکے دعوائے مسیحیت (۱۸۹۱ء) سے آٹھ سال پہلے ۱۸۸۳ء میں انتقال کیا۔ ... آپ خود یا آپ کے کوئی بھائی بانس بریلی، رائے بریلی یا کلکتہ میں

مقیم نہیں رہے۔ ان شواہد سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہوگیا ہے کہ مرزا غلام قادر بیگ جو مرزا قادیانی کا بھائی تھا۔ وہ ہرگز اعلحضرت کا اُستاذ نہیں تھا۔ یہ بات وہابیہ نجدیہ کی خرافات، بہتانات میں سے ہے۔ اور محض اعلحضرت کو بدنام کرنے کیلئے گھڑ گئی ہے۔

چیلنج فریدی

ہم عطیہ محمد سالم اور پاکستان کے تمام وہابیوں نجدیوں غیر مقلدوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مردِ میدان بنیں اور گوجرانوالہ کسی بھی عدالت میں آکر یہ بات ثابت کردیں کہ اعلحضرت فاضل بریلوی کا استاذ وہ مرزا غلام قادر بیگ تھا۔ جو مرزا قادیانی کا بھائی تھا۔ اور یہ کہ اعلحضرت مرزائیوں کے حامی اور ہمدرد تھے۔ اور یہ کہ انکو انگریزوں سے ہمدردی تھی۔ اور وہ انگریز کے ایجنٹ تھے (العیاذ باللہ تعالٰی) تو بذریعہ عدالت عطیہ سالم یا ثاقب یا کوئی اور غیر مقلد دس ہزار روپے کا انعام حاصل کرنے کا مجاز ہے۔ یا پھر غیر مقلدین ہمیں چیلنج کریں کہ ہم یہ ثابت کریں۔ عدالت میں کہ غیر مقلدین کے اکابر انگریز کے حامی اور اس کے ایجنٹ تھے۔ اور اس پر انعام رکھیں۔ ہماری طرح دس ہزار کا۔ تو انشاء اللہ تعالٰی عدالت میں ثابت کریں گے۔ کہ غیر مقلدین کے اکابر ہی انگریز سرکار کے ایجنٹ تھے اور انگریز کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیتے تھے (العیاذ باللہ تعالٰی)

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے رازِ سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

(۱۰) ۔ انگریز کی طرف سے اس قسم کی تحریکوں کے ساتھ تعاون کرنا بھی بعید از عقل نہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ اس تحریک کے پیچھے استعمار کا خفیہ ہاتھ تھا غیر منطقی بات نہیں الخ (ترجمہ ثاقب صفحہ ۱۸)

الجواب : اعلحضرت اور علماء اہلسنّت حنفی بریلوی کی مساعی جمیلہ کو انگریز کی حامی تحریک قرار دینا اور اسکے پیچھے استعمار کے خفیہ ہاتھ کی بات کرنا اور اسکو منطقی تسلیم کرنا بعید از عقل قرار نہ دینا خباثتِ قلبی، بغض وعناد اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ گذشتہ چیلنج کے بعد ہمیں مزید اس سلسلہ میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ انشاء اللہ تعالٰی آئندہ صفحات میں ہم اکابر دیوبند اور اکابر اہلحدیث کا انگریز کا ہمنوا حامی اور کامل ومکمل ایجنٹ ہونا انکی اپنی کتابوں کے حوالہ جات سے ثابت کریں گے۔ خود دنیا کو معلوم ہوجائے گا کہ کون حامی وایجنٹ تھا؟

(۱۱) ۔ عطیہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اس فرقہ کے پیروکار ایک طرف تو اس قدر افراط سے کام لیتے ہیں کہ ان کا اولیاء کرام اور نیک لوگوں کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدائی اختیارات کے مالک اور نفع ونقصان پر قدرت رکھنے والے ہیں۔ دنیا وآخرت کے تمام خزانے انہی کے ہاتھ میں ہیں۔ (ترجمہ ثاقب صفحہ ۱۹)

الجواب : ۔ اولاً اس جماعت کو فرقہ قرار دینا ہی جہالت ہے۔ یہ فرقہ نہیں بلکہ جماعت ہے۔ جیسا کہ پہلے بتا چکا ہوں۔ پھر اسکو افراط کا شکار قرار دینا ڈبل جہالت ہے۔ کیونکہ اگر خدائی اختیارات کے مالک کو مرکب اضافی مانا جائے جیسا کہ یہ امر واقعہ ہے۔ تو پھر اضافت، اضافتِ فوقی تو یقیناً نہیں ہے۔ پھر اضافت لامی ہوگی یا اضافت میمی ہوگی۔ اگر اضافت لامی مانی جائے تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ بریلوی حضرات اولیاء اور مقربین بارگاہ خداوندی کے لئے بعینہٖ وہی اختیارات مانتے ہیں۔ جو خدا کے ہیں۔ تو یہ سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ ہمارے اکابر کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے۔ ہمارے اکابر کی کسی کتاب سے اسکو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اسلئے کہ خدائی اختیارات مستقل بالذات، قدیم، لافانی، غیر محدود ازلی، ابدی اور غیر متناہی ہیں اور ایسے اختیارات خدا کے غیر کے لئے ماننا شرکِ خالص و شرکِ جلی ہے اور کسی مخلوق چاہے وہ کتنی عظیم ہی کیوں نہ ہو اسکی صفات ایسی ہو ہی نہیں سکتیں ہم

تو انبیاء و رُسل اور اولیاء کرام کے لئے جو اختیارات و کمالات مانتے ہیں وہ عطائی غیر مستقل حادث فانی محدود، غیر ازلی غیر ابدی اور غیر متناہی مانتے ہیں۔ اور جب تک انبیاء و اولیاء کے اختیارات و کمالات کو مستقل و بالذات، باقی غیر محدود و غیر متناہی ازلی ابدی نہ مانا جائے۔ شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم انبیاء و اولیاء کے لئے جو کچھ مانتے ہیں عطائی اور باذن اللہ مانتے ہیں نہ کہ ذاتی۔

اعتراض:۔ بت پرست بھی تو بتوں کے لئے عطائی کمالات مانتے تھے۔ ذاتی تو وہ بھی نہیں مانتے تھے۔ پھر قرآن کریم نے جگہ جگہ انکو مشرک کیوں قرار دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کے لئے عطائی کمالات و اختیارات ماننا بھی شرک ہے۔

الجواب:۔ بت پرست یا سورج پرست یا ستارے پرست یا آتش پرستوں کو قرآن نے اسلئے نہیں فرمایا کہ وہ انکے کمالات و اختیارات کو عطائی مانتے تھے۔ بلکہ انکو مشرک اسلئے فرمایا ہے کہ انہوں نے انکو وصف الوہیت سے متصف مان رکھا تھا یعنی انکو وہ مستحق عبادت جان کر معبود مانتے تھے یعنی وصفِ استحقاق عبادت ان کے لئے مانتے تھے۔ بلکہ اس وصف میں انکو خدا کے مساوی قرار دیتے تھے جس پر قرآن شاہد عدل ہے۔ قرآن کریم پ ۲۳ سورۃ زمر میں ہے۔ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى ط یعنی ہم انکی عبادت صرف اسلئے کرتے ہیں تاکہ یہ ہمکو خدا کے قریب کر دیں۔ اس آیت میں لفظ نعبد ہمارے دعویٰ پر دلیل ہے اور قرآن کریم پ ۸ رکوع ۵ میں ہے۔ وَهُمۡ بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُوۡنَ۔ یعنی وہ اپنے رب کے ساتھ مساوی ٹھہراتے ہیں۔ یعنی اپنے بتوں کو خدا کے برابر مانتے ہیں۔ عبادت کے استحقاق میں ثابت ہو گیا کہ انکو مشرک کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خدا کی طرح ہی بتوں وغیرہ کو عبادت کے لائق قرار دیتے تھے۔ اور الحمدللہ تعالےٰ آج کوئی سُنی حنفی بریلوی مسلمان نہ تو کسی نبی کو نہ کسی رسول کو نہ کسی ولی کو نہ کسی فرشتے مقرب کو الٰہ اور معبود مانتا ہے اور نہ کسی اور کو

بلکہ یہ تو سجدۂ عبادت کو خالص شرک و کفر اور سجدۂ تعظیمی کو حرام قطعی مانتے اور قرار دیتے ہیں۔ جیساکہ اعلٰحضرت کی کتابوں سے خصوصاً "الزبدۃ الزکیہ فی حرمتہ سجدۃ التحیۃ" نامی کتاب سے ظاہر ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ عطیہ سالم کا یہ قول کا البول بھی باطل و مردود اور سفید جھوٹ اور صداقت و حقانیت سے بہت دور ہے۔

شرک کی تعریف

قارئین کرام! علامہ تفتازانی نے شرک کی تعریف شرح عقائد صفحہ ۵۶ میں یہ فرمائی ہے۔ کہ الاشراک هو اثبات الشريك فى الالوهية بمعنى استحقاق العبادة كما كان لعبدة الاصنام بمعنى وجوب الوجود كما كان للمجوس یعنی شرک یہ ہے کہ کسی کو خدا کی وصف الوہیت میں بایں معنیٰ شریک مانا جائے۔ کہ وہ مستحق عبادت ہے جیساکہ بتوں کی پوجا کرنے والے ہیں یا پھر بایں معنی کہ کسی کو خدا کی طرح واجب الوجود مانا جائے جیسے مجوسی مانتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ شرک کے تحقق کے لئے ضروری ہے یا تو غیر خدا کو عبادت کا حقدار مانا جائے یا پھر اسکو واجب الوجود مانا جائے۔ اور الحمد للہ تعالےٰ اہلسنت حنفی بریلوی نہ تو کسی کو خدا کے علاوہ عبادت کا حقدار مانتے ہیں اور نہ ہی کسی کو واجب الوجود مانتے ہیں۔ اسلئے انکو مشرک قرار دینا خود کافر و مشرک ہونے کے مترادف ہے۔ عبارۃ مذکورہ کے لفظ واجب الوجود سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غیر خدا کو جب تک خدا کی صفات کی طرح صفات کا حامل نہیں مانے گا۔ شرک کا تحقق نہیں ہوگا۔ یعنی خدا واجب الوجود ہے تو کسی اور کو صرف موجود ماننا شرک نہیں بلکہ واجب الوجود ماننا شرک ہے۔ اسی طرح کسی کے لئے علم غیب ماننا شرک نہیں بلکہ اس علم کو کسی اور کے لئے اُسی طرح ماننا جیسے یہ خدا کی صفت ہے یعنی ذاتی اور استقلالی وغیرہ ماننا شرک ہوگا نہ کہ صرف ماننا اسی طرح حاضر و ناظر اُسی معنی اور اسی طرح ماننا شرک ہوگا۔ جسطرح اور جس معنی میں خدا کی یہ صفت ہے۔ اسی طرح خدا کی طرح مددگار و مشکلکشا، دافع البلاء



حاجت روا اور مختار ماننا ہی شرک ہوگا نہ کہ باذن اللہ مددگار، باذن اللہ مشکلکشا،
باذن اللہ دافع البلاء، باذن اللہ حاجت روا ماننا۔ پھر ہمارے اکابر نے بھی تصریح فرما
ہے کہ مشرکین مکہ اور اہل اسلام سنیوں حنفیوں بریلویوں کے عقیدہ میں مزید ایک بہ
بڑا فرق یہ ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کو خدا سے بے نیاز مانتے تھے اور یہ سمجھتے تھے
خدا نے انکو اختیارات دے دیئے ہیں۔ اب وہ خدا کے محتاج نہیں رہے۔ جب چا
جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ بغیر خدا کے چاہے خدا نہ چاہے تو بھی کر سکتے ہیں (العیاذ با
مگر ہم اہلسنت حنفی بریلوی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء باذن اللہ کمالات و تص
کے مالک ہونے کے باوجود ہر لمحہ ہر ساعت ہر گھڑی وہ خدا کی مشیت جزئیہ کے ماتح
ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی وہ خدا سے مستغنی و بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ صرف عطائی
ماننا مومن ہونے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ مومن ہونے کے لئے عطائی ماننے
ساتھ ساتھ یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ وہ لمحہ و ہر ساعت خدا کی مشیت جزئیہ کے ماتح
ہیں اور ہر وقت خدا کے محتاج ہیں کیونکہ وہ جب بھی کچھ کرتے ہیں یا کریں گے مشی
کے بعد کریں گے اور انکی مشیت بھی خدا کی مشیت کے ماتحت ہے۔ قرآن فرماتا
وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین۔ کہ تم خدا کے چاہے بغیر چاہ بھی نہیں
ملاحظہ ہو امام اہلسنت غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاح
کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "تسکین الخواطر فی مسئلہ الحاظر والناظر"

اعتراض :۔ قرآن کریم میں ہے کہ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِ
یعنی اکثر مشرکین اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہو
یعنی اکثریت ایسی ہے کہ مومن ہو کر بھی مشرک ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے
کہلانے والوں کی اکثریت شرک میں مبتلا ہے۔ اور اس سے مراد یہی لوگ ہو سک
جو بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں۔ یا رسول اللہ کہتے ہیں یا غوث

الجواب :۔ اس آیہ کریمہ میں ایمان سے مراد اصطلاحی و شرعی ایمان نہیں بلکہ
یہاں مراد ایمان کا لغوی معنی ہے اور مراد وہ مشرکین ہیں جو خدا کے خالق و مالک
ہونے پر رازق ہونے پر تو ایمان رکھتے تھے۔ مگر ساتھ ساتھ بتوں کی عبادت بھی کرتے
تھے۔ ان کے لئے استحقاق عبادت بھی مانتے تھے اور الحمد للہ تعالے کوئی
سنی حنفی بریلوی خواہ جاہل و اجہل ہی کیوں نہ ہو وہ بھی خدا کے سوا کسی کو عبادت
کے لائق اور عبادت کا حقدار نہیں مانتا جیسا کہ گذر چکا ہے۔ اسلئے اس آیت کو
ان پر چسپاں کرنا اپنے آپ کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول "یراهم شرار خلق
اللہ وقال انہم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین" کے
مصداق بنانا ہے۔ یعنی وہ لوگ خدا کی مخلوق میں بدترین ہیں جو کفار کے حق میں نازل
ہونے والی آیات کو مومنوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ (بخاری باب الخوارج والمرتدین صفحہ ۱۰۲۴ ج ۲)
اور اگر خدائی اختیارات کے جملہ میں اضافت بمعنی من قرار دی جائے تو معنی یہ ہوگا کہ خدا کی
طرف سے عطاء کردہ اختیارات مانتے ہیں۔ اس صورت میں معنی و مطلب تو درست ہے
مگر یہ وہابیوں نجدیوں کی مراد نہیں ہے۔ اس لئے یہ شق بھی مراد نہیں ہو سکتی۔ ان
کے کلام کی۔ اب رہا یہ کہ کیا واقعی انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو خدا تعالے نے
انکی شایان شان اختیارات و تصرفات عطا کئے ہیں یا نہیں۔ تو اس کا ثبوت ہم انشاء اللہ
"البریلویۃ" کے اس اعتراض کے جواب میں باحوالہ پیش کرینگے تھوڑا انتظار فرمائیں۔ کیونکہ
اگر ہر بات کا ثبوت تقدیم کے جواب میں دے دیا گیا تو پھر اسکا اعادہ کرنا پڑیگا جسکی
کتاب ھذا متحمل نہیں ہو سکتی۔

(۱۲) تقدیم میں عطیہ سالم صاحب ترجمہ کے صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔ اور دوسری طرف تفریط کا شکار ہوتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو شخص اپنی
زندگی میں نماز روزے کا تارک رہا ہو۔ اسکے مرنے کے بعد اسکے اعزاء و اقارب اس کے

اسکے روزوں اور نماز کا فدیہ دے کر اور "حیلہ اسقاط" پر عمل کر کے گناہ معاف کروا
کے اسے جنت میں داخل کروا سکتے ہیں۔ اس قسم کے عقائد کا دور جاہلیت میں
بھی وجود نہ تھا۔

الجواب :- مذہبی تعصب اور مذہبی عناد کا یہ کارنامہ اور کارستانی ہے کہ وہ
ایک اچھی چیز اور اچھے نظریہ کو بھی بدتر بنا کر پیش کرتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ
حیلہ اسقاط کوئی عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے۔ مگر اس کو عطیہ سالم صاحب نے عقیدہ
قرار دیا ہے۔ جو انکی جہالت کا شاہکار ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اہلسنت حنفی بریلوی
ہی یہ حیلہ نہیں کرتے بلکہ جن علاقوں میں مثلاً سرحد کے بعض علاقوں میں ہوتا ہے
وہاں بلا امتیاز دیوبندی علماء اور بریلوی علماء سب کرتے ہیں۔ مردان و پشاور اور ہزارہ
وغیرہ میں دیوبندی علماء بھی کرتے چلے آئے ہیں اور اب بھی بعض علاقوں میں کرتے
ہیں۔ صرف بریلوی علماء کے سر تھوپنا بھی عطیہ سالم کی یا تو بے خبری ہے یا پھر عناد ہے۔
تیسری بات یہ ہے کہ جو لوگ نہیں کرتے اور جہاں نہیں کرتے وہاں بریلوی علماء بھی نہیں کرتے
مثلاً پنجاب اور سندھ و کراچی کے علاقوں میں حیلہ نہیں کیا جاتا تو ان علاقوں میں نہ
بریلوی کرتے ہیں نہ دیوبندی کرتے ہیں۔ الزام صرف بریلوی علماء کو دینا کہاں کا انصاف
ہے اور علماءِ بریلوی کے خصوصی عقائد میں اسکو شامل کرنا کہاں کی دیانت داری ہے۔
یہ تو دیوبندیوں اور بریلویوں کے درمیان امر مشترک ہے۔ فرق صرف اتنا ہے بریلوی تمام
علماء اسکو جائز قرار دیتے ہیں۔ جبکہ دیوبندی پرانے قدیمی علماء قدیم زمانے سے کرتے
چلے آئے ہیں۔ مگر اب کچھ عرصہ سے سرفراز صاحب کی کتاب "راہ سنت" پڑھ کر ان کو صراط مستقیم
نظر آیا ہے اور اب انہوں نے بعض بعض علاقوں سے اس حیلہ کو بند کرایا ہے مگر
انہی علاقوں میں ایسے دیوبندی بھی موجود ہیں۔ جو اسکو جائز ہی قرار نہیں دیتے بلکہ خود
کرتے اور کراتے ہیں۔ منکرین کو مناظرے کا چیلنج بھی کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال منکرین

کے نزدیک ان کے سابقہ بڑے بڑے جید علماء دیوبند بدعتی ضال و مضل ٹھہرتے ہیں۔
چوتھی بات یہ ہے۔ کہ "حیلہ اسقاط" نماز روزوں کے فدیہ کے طور پر کیا جاتا ہے اور صدقہ
نفلی کی یہ بھی ایک شکل ہے اور اس امید سے کیا جاتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس فدیہ و صدقہ
کو قبول فرما کر اس مرنے والے کے گناہ معاف فرما دے یہ قطعی نظریہ کسی کا نہیں ہوتا ہے
ایسا کرنے سے یقیناً گناہ معاف ہونگے۔ یقیناً جنت میں داخلہ ملے گا جیسا کہ عطیہ سالم صاحب
نے بیان کیا ہے۔ ع جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے

بندہ نے حیلہ اسقاط کے موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں تمام
اعتراضات و سوالات کے دنداں شکن جوابات پیش کر دیئے ہیں اور سرفراز صاحب
گکھڑوی کے ہر اعتراض کا جواب مسکت انداز میں حاضر کر دیا ہے۔ وہ رسالہ ابھی طبع نہیں ہوا
امید ہے کہ عنقریب طبع ہو جائے گا۔ اور صرف اعتراضات کے جوابات پر اکتفا نہیں کیا
بلکہ اس موضوع پر دلائل سے مبرہن کیا ہے اور دلائل پر ہونے والی جرح و قدح کے جوابات
بھی عرض کر دیئے ہیں (الحمد للہ علی ذالک)

(۱۳) عطیہ سالم مزید لکھتے ہیں۔ کہ
"بریلوی حضرات نے اپنے سوا تمام پر کفار و مرتدین ہونے کا فتویٰ لگایا ہے۔
حتی کہ انہوں نے اپنے فقہی بھائی دیوبندیوں کو بھی معاف نہیں کیا اور ان کے نزدیک ہر وہ
شخص کافر و مرتد ہے۔ جو ان کے امام و بانی کے نظریات سے متفق نہ ہو" الخ۔ (ترجمہ ص ۱۹)

الجواب :- یہ کہنا سراسر بہتان اور سفید جھوٹ ہے۔ اعلیحضرت کی کسی کتاب سے
یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے فرمایا ہو کہ ہمارے سوا سب کافر و مرتد ہیں۔ یہ جملہ
یا عبارت اگر عطیہ سالم صاحب یا کوئی غیر مقلد وہابی مولوی اعلیحضرت کی کسی کتاب سے
عدالت میں ثابت کر دے تو پچاس ہزار روپے انعام بذریعہ عدالت سے لے سکتا ہے۔
فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین

اعلیٰحضرت یا دیگر علماء اہلسنّت نے صرف ان لوگوں کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ جو مرزائی
ہیں یا پھر صرف ان کو جو گستاخ شانِ الوہیت و گستاخ رسول ہیں۔ جنکی کفری و گستاخانہ
عبارات ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور درحقیقت وہ خود بھی اپنی ان عباراتِ اکابر
کو کفریہ اور کافرانہ و گستاخانہ تسلیم کر چکے ہیں۔ جب اعلیٰحضرت نے ابتداء میں انکی کفری عبارات
کو کتابوں کے مصنفوں اور کتابوں کے نام لئے بغیر ایک کاغذ پہ استفتاء کی صورت
میں مدرسہ دیوبند میں ارسال کیا۔ تو جواب میں علماء دیوبند نے ان عبارات کو کفریہ اور ان
عبارات کے لکھنے والے اور قائل کو کافر و گستاخ ہی قرار دیا تھا۔ جیسا کہ اعلیٰحضرت کی کتابوں
سے ظاہر ہے۔ مگر جب آپ نے مصنفین جن میں قاسم نانوتوی صاحب رشید احمد گنگوہی صاحب
اشرف علی تھانوی صاحب اور خلیل احمد انبیٹھوی صاحب کے نام اور انکی کتابوں تحذیر الناس
فتاویٰ رشیدیہ، حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کے نام لکھکر انکی عبارات نقل کر کے ارسال
کیں۔ اور فتویٰ طلب کیا تو پھر علماء دیوبند کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ ان کی زبانوں پہ مہر لگ گئی۔
اب تاویلات فاسدہ و باطلہ کے چکر میں پڑ گئے۔ جس چیز کو خود کفر و گستاخانہ قرار دے
چکے تھے۔ بعینہٖ اسی کو ایمان اور عین ایمان ٹھہرانے لگے۔ اور اتخذوا احبارھم
ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔ کی عملی تفسیر بن گئے۔ شانِ الوہیت اور شانِ
رسالت کے مقابلہ میں فقہی بھائی تو درکنار علمی اور نسبی بھائی بھی قابل برداشت نہیں۔
مومن کے لئے یہی تو فرق ہے۔ ہمارے اور ان (وہابیوں نجدیوں، دیوبندیوں) میں کے
ہم خدا و رسول کے مقابلہ میں کسی کو برداشت نہیں کرسکتے۔ خواہ وہ باپ ہو یا بیٹا۔ مگر یہ
لوگ اپنے اعزاء و اقارب اور اپنے اساتذہ و مشائخ کو خدا و رسول پر ترجیح دے دیتے
ہیں۔ اسکا ثبوت ابھی گذر چکا ہے گذشتہ صفحات میں کہ کسی اور سے ایسی گستاخی
ہو جائے تو اسکو کافر قرار دیتے ہیں۔ مگر جب اپنا کفر بک جائے تو پھر وہ کفر صریح
بھی ہو تو تاویلات کا چکر شروع کر دیتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ ان کے نزدیک ہر وہ شخص

کافر و مرتد ہے۔ جو ان کے امام و بانی کے نظریات سے متفق نہ ہو۔ یہ بھی سفید
جھوٹ ہے۔ صرف وہ شخص کافر و مرتد ہے جو گستاخ ہے اور گستاخوں کا حامی ہے۔
ان کی کفری عبارات پر آگاہ ہو کر بھی اُن کو کافر نہیں مانتا۔ نظریات سے اگر صرف کفری
عبارات کے متعلق نظریہ ہے۔ تب تو درست ہے۔ لیکن اگر مراد تمام نظریات ہیں۔
بلا استثناء تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ علمِ غیب کلی جمیع ما کان و ما یکون اور حاضر و ناظر اور
مختار کل اور مشکلکشاء وغیرہ اور نور مجسم نہ ماننے والے کو نہ تو اعلیٰحضرت نے کافر و مرتد قرار
دیا ہے اور نہ کسی اور عالم دین نے ہمارے اکابرین سے ان نظریات کا انکار ہمارے اکابر
کے نزدیک نہ کفر ہے۔ نہ ارتداد ہے۔ اسی طرح میلاد، عرس، تیجہ، ساتہ، دسواں
چالیسواں وغیرہ یہ وہ امور ہیں جنکا انکار نہ کفر ہے نہ ارتداد ہے۔ اور اگر خلوص نیت پر
مبنی ہو محض فقدانِ دلیل کی وجہ سے انکار ہو تو ضلالت و گمراہی بھی نہیں ہے۔ لہذا
ثابت ہو گیا کہ عطیہ سالم کا یہ قول کا لیول مردود اور سفید جھوٹ ہے یا جہالت ہے۔
اگر کسی کو اس پر اصرار ہے تو ہم چیلنج کرتے ہیں کہ آئے اور عدالت میں ثابت کرے امور مذکورہ
بالا کو تو دس ہزار روپے انعام لے۔ اگر ہمت ہے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(۱۴) عطیہ سالم صاحب کا یہ کہنا کہ۔ جو ان کے امام و بانی کے نظریات الخ

الجواب :- یہ بھی باطل و مردود ہے۔ عطیہ سالم نے اس جملے میں عوام الناس
کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ نیا فرقہ ہے اور اس کی بنیاد مولانا احمد رضا خاں
صاحب نے رکھی ہے۔ حالانکہ یہ بات محض جھوٹ ہے۔ اعلیٰحضرت کے ماننے والے نہ تو
فرقہ ہیں اور نہ ہی نئے ہیں۔ یہ جماعت ہے۔ جس کے بارے میں ید اللہ علی الجماعۃ
اور اتبعوا السواد الاعظم اور علیکم بالجماعۃ یعنی جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے

اور بڑی جماعت کی پیروی کرو اور جماعت کو لازم پکڑو۔ من شذ شذ فی النار۔ جو جماعت
سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ احادیث مبارکہ کے الفاظ ہیں (مشکوۃ صفحہ ۳۰/۳۱)
ان کلمات حدیث میں سوائے اہلسنت کی جماعت کے کوئی اور گروہ مراد لیا ہی نہیں جا
سکتا۔ کیونکہ باقی سب تو فرقے اور فرقیاں ہیں۔ جنکی تعبیر جماعت اور السواد اعظم سے کیونکر
ہو سکتی ہے۔ اور اعلحضرت کو اس جماعت کا بانی ظاہر کرنا بھی خبث باطنی کی علامت ہے۔
نہ یہ جماعت نئی ہے اور نہ ہی اعلحضرت اسکے بانی ہیں۔ اس جماعت کے عقائد و نظریات نئے
اور جدید نہیں بلکہ اس کے وہی عقائد و نظریات ہیں جو صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین اولیاء
امت و صلحاء امت و صوفیاء عظام کے ہمیشہ سے چلے آرہے ہیں۔ اور قرآن کریم اور احادیث
نبوی سے ثابت ہیں۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں ثابت کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالے
جلیل القدر محدثین اور ائمہ دین کے بھی یہی عقائد و نظریات تھے۔ الحمدللہ علی ذالک۔

ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب پر کفر کے فتوی کی حقیقت

(۱۵) قارئین کرام! عطیہ سالم قاضی مدینہ منورہ لکھتے ہیں۔ کہ
جناب احمد رضا صاحب نے امام ابن تیمیہ اور امام محمد بن عبدالوہاب پر بھی کفر کے فتوے
لگائے ہیں۔ انکا جرم فقط یہ تھا۔ کہ وہ لوگوں کو کتاب وسنت کی اتباع اور بدعات
وخرافات سے اجتناب کی دعوت دیتے تھے۔ اور غیر اللہ کی عبادت جیسے شرکیہ عقا
سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اور پوری امت کو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پرچ
تلے متحد کرنا چاہتے تھے۔

الجواب:۔ اعلحضرت نے تو امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کے بہتر کفریات
نشان دہی کرنے کے باوجود اسکی تکفیر نہیں کی محض اس وجہ سے کہ وہ اپنے سابقہ عقا

سے توبہ کر چکا تھا۔ جیسا کہ بعض علاقوں میں توبہ کی خبر مشہور ہو گئی تھی۔ اور یہ بات
فتاوی رشیدیہ کے ایک سوال وجواب سے بھی ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ صفحہ ۲۱۱ طبع قدیم نسخہ
اعلحضرت نے لزوم کفر بتایا ہے اور لزوم کفر کفر نہیں ہوتا بلکہ کفر کا التزام کفر ہوتا ہے۔
ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کی تکفیر نہیں کی بلکہ ان کے بھی کفری کلمات کی نشان دہی فرمائی
ہے اور صرف لزوم کفر بتایا ہے۔ التزام کفر کی بات نہیں فرمائی۔ اسلئے عطیہ سالم صاحب
نے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ لزوم کفر اور التزام کفر میں بہت بڑا فرق ہے۔ تفصیل آئندہ
آئے گی۔ رہا یہ کہ ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب کتاب وسنت کی اتباع اور بدعات و
خرافات سے اجتناب اور غیر اللہ کی عبادت سے بچنے کی تلقین کرتے تھے۔ تو یہ بھی عطیہ صاحب
کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب نے اپنے غلط عقائد اور نظریات
پھیلا کر جن بدعات قبیحہ کو رواج دیا ہے اور جن کفریات کی تعلیم دی ہے اور امت
مسلمہ کو گستاخ انبیاء و رسل و اولیاء بنایا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ امت مسلمہ میں
انتشار و افتراق ڈالا ہے۔ جسکی وجہ سے انکے ہم عصر محقق علماء اہلسنت نے انکا تعاقب
کیا اور انکی تردید میں کتابیں لکھیں اور انکے خلاف سخت قسم کے مضامین بھی لکھے
ہیں بلکہ بعض محقق اور جید اکابر علماء کرام نے انکی تکفیر بھی کی ہے۔ جو انکے ہم عصر بھی تھے

ابن تیمیہ کے باطل عقائد وتکفیر وسبب تکفیر

قارئین کرام! ابن تیمیہ کو جن بدعات اور بدعقیدگیوں کی وجہ سے بار بار قید خانہ
میں ڈالا گیا اور تادم مرگ وہ قید خانہ میں ہی رہے۔ انکا ذکر کرتے ہوئے حافظ
ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ الدرر الکامنہ صفحہ ۱۵۴/۱ میں لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے عقیدہ
حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالے کے لئے ہاتھ، پیر، چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر
آیا ہے۔ وہ اسکی صفات حقیقیہ ہیں اور اللہ تعالے عرش پر بذاتہ مستوی ہے۔

اس کو کہا گیا کہ تجزاور انقسام لازم آئے گا۔ تو اس نے جواب میں کہا میں نہیں مانتا کہ تجز اور انقسام جسم کے خواص ہیں۔ اسلئے کہا گیا کہ وہ ذات باری کے لئے تجز و انقسام مانتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسکو زندیق قرار دیا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ نبی پاک سے مدد نہیں مانگی جا سکتی۔ بعض لوگوں نے کہا "ابن تیمیہ منافق تھا کیونکہ حضرت علی کے بارے میں کہتا تھا۔ کہ علی نے تیرہ مقامات پر خطا کی ہے اور کتاب اللہ کی مخالفت کی ہے۔ ان کی جنگ حکومت کے لئے تھی۔ انہوں نے ہر جگہ شکست کھائی اور بار بار خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے۔ اس نے کہا عثمان مال سے محبت کرتے تھے اور ابوبکر بوڑھے تھے نہ جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں مزید کہا حضرت علی بچپن ہی میں اسلام لائے تھے اور بچپن کا اسلام ایک قوم کے مطابق صحیح نہیں ہے" (ملاحظہ ہو الدر الکامنہ ص۱۵۵ ج ۲ مطبوعہ بیروت۔ حضرت علی سے بغض منافق کی نشانی ہے جس شخص کے اپنے عقائد و نظریات ایسے غلیظ ہوں۔ اسکو اسلام کی نمائندگی کرنے کا کیا حق ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی مزید لکھتے ہیں کہ شیخ تقی الدین سبکی نے ابن تیمیہ کے رد میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ کیونکہ ابن تیمیہ قبر انور کی نیت سے سفر کو حرام قرار دیتا تھا۔ اور ابن حجر عسقلانی نے ابن تیمیہ کے اس نظریہ کو انتہائی مکروہ اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اور ملا علی قاری نے اسی وجہ سے ابن تیمیہ کی تکفیر کو صحیح قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو شرح شفاء علی نسیم الریاض ص۵۱۴ ج ۳ مطبوعہ بیروت، الفتاوی الحدیثیہ ص۹۹ - ص۱۷۳)

رہا ادعاء کتاب و سنت کی اتباع کا تو جواباً گذارش ہے کہ امت مسلمہ میں جس قدر گمراہ فرقے اور لوگ پیدا ہوئے۔ وہ سب ہی کتاب و سنت کی اتباع کا دعوی کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھتے رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں۔ مرزائی، شیعہ، رافضی، خارجی، چکڑالوی، منکر حدیث ان میں کون ہے۔ جو اپنے آپ کو حق پر نہیں سمجھتا اور کون ہے۔ جو کتاب و سنت کی اتباع

کا مدعی نہیں۔ مگر کیا ان کے ادعاء کو مان لینا چاہیئے۔ ہرگز نہیں۔ حضور کے احسانات میں سے ایک بہت بڑا احسان یہ بھی ہے۔ کہ آپ نے اپنی امت میں ہمدرد و خیر خواہ بن کر اور مصلح کہلا کر انتشار و افتراق پیدا کرنے والے علماء اور نام نہاد مشائخ کے حربوں اور ہتھکنڈوں کی وضاحت کے ساتھ نشاندہی فرما دی ہے۔ تاکہ اہل اسلام ایسے ضال اور مُضل مذہبی رہنماؤں کے خیالات فاسدہ اور آرائے باطلہ سے محفوظ رہ سکیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ (مشکوٰۃ ص۲۸)

(ترجمہ) آپ نے فرمایا۔ آخری زمانہ میں کچھ بہت دھوکہ باز بہت جھوٹے لوگ پیدا ہونگے جو تمہارے سامنے ایسی احادیث بیان کریں گے۔ جو نہ تم نے سنی ہونگی نہ ہی تمہارے باپ دادوں نے سنی ہونگی۔ ان سے اپنے آپ کو بچانا دور رکھنا کہیں تمکو گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یرون انفسھم علماء و مشائخ من اھل النصیحۃ والصلاح ثم یدعون الی مذاھبھم الباطلۃ وآرائھم الفاسدۃ

یعنی وہ دجال اور کذاب خود کو علماء اور مشائخ، نصیحت و اصلاح کرنے والے سمجھتے ہونگے پھر لوگوں کو اپنے باطل مذاہب اور اپنے بُرے خیالات کیطرف بلائیں گے۔ ملاحظہ ہو۔ (لمعات شرح مشکوٰۃ شریف) ص۱۲۱ ج۱)۔ پھر بما لم تسمعوا الخ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ المراد بعدم السماع المذکور عدم ثبوتھا فی الدین وکونھا بھتاناً وافتراءً فیہ۔

یعنی نہ سننے سے مراد ثابت نہ ہونا ہے۔ وہ صرف بہتان و افتراء ہی ہوگا۔ یعنی انکی باتوں کا دین سے کوئی ثبوت نہ ہوگا۔

قارئین کرام! اس حدیث اور اسکی شرح کی عبارت سے واضح ہو گیا ہے کہ امت محمدیہ میں دجال و کذاب قسم کے ملاں اور نام نہاد مشائخ پیدا ہوں گے۔ جو ہمدردی اور خیرخواہی اور صلاح اور مصلحین کے لبادہ میں ہوں گے اور عوام الناس کو ایسی

حدیثیں (باتیں) سنائیں گے۔ جسکا دین میں کوئی ثبوت نہ ہوگا (مثلاً خدا جھوٹ بول
سکتا ہے، نبی کو اپنے انجام کا بھی علم آخر دم تک حاصل نہ تھا، نبی کو دیوار کے پیچھے کا بھی
علم نہیں ہے۔ نبی نور نہیں ہے۔ نبی کچھ غیب نہیں جانتا تھا، نبی کو کوئی فائدہ نہیں دے
سکتا) جیسا کہ ان نجدیوں وہابیوں کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ مثلاً صراط مستقیم،
تقویۃ الایمان، یکروزہ، تحذیر الناس، جہد المقل، فتاوی رشیدیہ، براہین قاطعہ اور
ایسی ہی دوسری کتابوں میں توہین آمیز اور گستاخانہ عبارات والفاظ اور جملے بکثرت موجود ہیں
ایسی تمام باتیں وہابی نجدی اور وہابی گلابی دیوبندی کرتے ہیں یا اپنی کتابوں میں بھی
لکھتے ہیں اور پھر مولوی اور شخصیت کے بھی مدعی ہی نہیں بلکہ ٹھیکیدار بن بیٹھے ہیں پھر
احادیث پر عمل کے بھی مدعی ہیں بلکہ ہر جگہ کہتے پھرتے ہیں۔ ہم قرآن وحدیث ہی بیان کرتے
ہیں۔ مگر یہ بریلوی تو حکایات اور قصے سناتے ہیں۔ بھائی حضور نے یاتونکم من
الاحادیث فرمایا ہے۔ "یاتونکم من الحکایات والقصص" نہیں فرمایا۔ اس وجہ
سے یہ حدیث اور شرح کی عبارت ان وہابیہ دیابنہ پر پوری طرح فٹ آتی ہے اور حضور نے
انہی ہی کی نشاندہی فرما کر امت پر احسان فرمایا ہے۔ اور اس امت محمدیہ پر اعلیٰ حضرت
فاضل بریلوی کا احسان یہ ہے کہ انہوں نے اس نشاندہی کی روشنی میں ان دجالوں اور
کذابوں اور گستاخوں کی عوام کو پہچان کرائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہابی نجدی اور یہ
دیابنہ اب تک جل رہے ہیں عداوت کی آگ میں اور اعلیحضرت کے خلاف شدید ترین پروپیگنڈا
کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ تو اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں مانتا تھا۔ اُسنے فلاں کو
کافر کہا فلاں کو گمراہ کہا۔ فلاں کو بے دین قرار دیا ہے۔ دراصل عداوت، بغض وعناد کی
آگ میں جل رہے ہیں اور کچھ نہیں بن پڑتا تو یوں شور مچا کر اپنے دل کی آگ بجھانا اور
دل کی بھڑاس نکالنے کی ناکام کوشش میں مبتلا ہیں۔ لیکن انکی مراد کبھی پوری نہیں
ہوگی۔ ع پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے۔

اتحاد واتفاق کی دعوت اور میدان سے فرار

(۱۶) **قارئین کرام!** عطیہ سالم صاحب آخر میں رقمطراز ہیں کہ اس دور
میں بھی اتحاد واتفاق کی صرف یہ صورت ہے کہ ہم ان تمام عقائد ونظریات کو ترک
کردیں۔ جو قرآن وسنت کے مخالف ہوں الخ

الجواب:۔ پہلی بات یہ ہے کہ عطیہ صاحب کو ہم چیلنج کرتے ہیں کہ وہ پاکستان
میں آکر لاہور یا گوجرانوالہ کی کسی عدالت میں ہمارے عقائد ونظریات کو قرآن وسنت
کے مخالف ثابت کریں۔ اور ۲۵۰۰۰ ہزار روپے انعام حاصل کریں یا پھر اسی انعام
کے ساتھ ہمیں چیلنج کریں اور پاکستان کے مذکورہ دو شہروں میں سے کسی کی بھی عدالت
میں ہم ان کے عقائد کو قرآن وسنت کے خلاف ثابت کریں گے۔ بلکہ ان کا کفر ثابت
کریں گے یہ عدالت میں اپنا مسلمان ہونا اپنے عقائد کی روشنی میں ثابت کریں۔

چند سال قبل جب "کنز الایمان" پر سعودیہ عربیہ میں پابندی لگائی گئی تو پیر صاحب
سیالوی کی کوشش سے علامہ پیر کرم شاہ صاحب الازہری نے ایک خط شاہ فہد کو عربی
میں لکھا تھا جس میں شاہ فہد کو دعوت دی گئی تھی کہ تم اپنے ملک کے اکابر علماء
کو اور ہمیں ایک جگہ بٹھا کر گفتگو کراؤ۔ تاکہ حق اور باطل اور دودھ اور پانی کا امتیاز
ہو سکے۔ مگر اُسنے اسکا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ خط اردو میں چھپوا کر پاکستان
میں شائع بھی کیا گیا تھا۔ مگر تا حال کوئی جواب اس چیلنج کا نہیں دیا گیا۔ اُسکے بعد
بھی لندن میں شاہ فہد سے بعض علماء نے اسی سلسلہ میں ملاقات کی تھی۔ مگر وعدہ کے
باوجود تا حال اُس نے کچھ نہیں کیا۔ یہ لوگ اہلسنت کے علماء کا مقابلہ یا ان سے بحث و
مباحثہ اور مناظرہ کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ ان میں یہ ہمت کہاں۔ ہر میدان میں
علماء اہلسنت سے شکست فاش سے دوچار ہوتے رہے ہیں۔ کبھی بھی انکو کامیابی و

فتح نصیب نہیں ہوئی۔ جسکی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر مثالیں نہیں لکھی جاسکتی۔ خود اس ناچیز کے مقابلہ میں بارہا یہ لوگ راہ فرار اختیار کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ناچیز تو علماء اہلسنت کا ایک ادنیٰ خادم ہے۔ اکابر کی تو بات ہی اور ہے۔ چند سال قبل کی بات ہے کہ عید میلاد کے موقع پر چوک گھنٹہ گھر میں جلوس میلاد کے اختتام پر جب دیوبندیوں نے میلاد کے خلاف ایک اشتہار شائع کیا تھا۔ حاضرین جلسہ نے اسٹیج پر یہ اشتہار اس ناچیز کو دیا اور کہا کہ اسکا جواب فوراً دیں۔ اور حاضرین اور منتظمین کے اصرار پر بندہ نے اسٹیج سے دیوبندیوں کے محدث اعظم پاکستان مولوی سرفراز گکھڑوی شیخ الحدیث نصرۃ العلوم کا نام لیکر اور پھر شمس الدین ہاشمی اور مفتی خلیل مدرسہ اشرف العلوم اور صوفی عبدالحمید سواتی خطیب جامع مسجد نور و مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم کے نام لیکر مناظرہ کا چیلنج کیا تھا۔ بالآخر انہوں نے خود تو چیلنج قبول نہیں کیا البتہ یوسف رحمانی سے ۱۸ دن بعد چیلنج منظور کروایا مگر رابطہ پھر بھی نہ کیا۔ بندہ نے خود تعاقب کیا اور بندے بھیجکر انکو مجبور کر دیا مناظرہ کیلئے جب یوسف رحمانی سے ہم نے شرائط قبل از مناظرہ تحریر کروالیں اور یہ بھی تحریر کروالیا کہ مناظرہ اس موضوع پر بھی ہوگا کہ ہم تمہیں کافر ثابت کریں گے تم اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرو گے۔ یہ تحریر جب انکے علماء نے دیکھی تو پھر پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی پھر فرار کے لئے حربے شروع کر دیئے۔ پولیس کے ذریعے بندہ کو گرفتار کروانے کی سر توڑ کوشش کی گئی۔ صبح موتی مسجد میں آکر جگہ تقسیم کی کہ ادھر تم ادھر ہم بیٹھیں گے۔ مگر آٹھ کے ساڑھے آٹھ پھر نو پھر دس بج گئے۔ مگر میدان میں نہ آئے۔ بالآخر دس بجے تسلی ہو جانے کے بعد جلوس کی شکل میں ہم فاروق گنج نعرے لگاتے ہوئے واپس جامعہ فاروقیہ میں آگئے۔ سرفراز صاحب نے نہ آنے کا بہانہ یہ بنایا کہ غلام فرید نے ہمیں مروانے کا انتظام کیا ہوا ہے۔ گوجرانوالہ شہر کے متعدد لوگ آج بھی اس کے گواہ ہیں۔ اس واقعہ پر

الحاج مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب، مولانا عبدالعزیز چشتی صاحب اور دیگر متعدد علماء کرام بندہ کے ساتھ رہے۔ رات بھر جامع مسجد حنفیہ باغبانپورہ گوجرانوالہ میں اکٹھے رہے ہر طرح کا تعاون کیا۔ بندہ انکا شکر گذار ہے اللہ تعالیٰ ان کو اسکی جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ ایسے متعدد واقعات ہیں خانیوال، کبیر والا اور بعض دوسرے مقامات پر ایسے ہی منکرین شان رسالت کو راہ فرار اختیار کرنا پڑا۔ رافضیوں اور مرزائیوں کے ساتھ بھی مباحثہ ہوا۔ الحمدللہ تعالیٰ انکے مقابلہ میں بھی فتح ہوئی۔ خانیوال کے احباب اس پر گواہ ہیں۔ قارئین کرام یہاں تک بندہ نے "البریلویۃ" کے مترجم ثاقب کی عرض مترجم کی تین باتوں اور "البریلویت" کی تقدیم سے قاضی مدینہ منورہ و خطیب مسجد نبوی کے ۱۶ عدد نکات کے نمبر وار جوابات عرض کئے ہیں۔ اب آئندہ صفحات میں انشاء اللہ "البریلویت" میں ظہیر کے اعتراضات کے جوابات پیش کرونگا۔ باب اول کے جواب میں باب اول، باب دوم کے جواب میں باب دوم، باب سوم کے جواب میں باب سوم، اور باب چہارم کے جواب میں باب چہارم اور باب پنجم کے جواب میں باب پنجم ہوگا اور مقدمہ کے جواب میں مقدمہ ہوگا۔

المقدمہ بجواب المقدمہ

الحمد علی نعمائہ الکاملۃ وآلائہ الشاملۃ والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء محمدن المصطفیٰ وعلی آلہ المجتبیٰ۔ اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ظہیر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ دوسرے بہت سے غیر اسلامی فرقوں پر کتب تصنیف کرنے کے بعد میں برصغیر پاک و ہند میں کثیر تعداد میں پائے جانے والے گروہ "بریلویت" پر اپنی یہ تصنیف قارئین کے مطالعہ کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ (البریلویۃ ص۵ اردو ترجمہ ص۲۱ ثاقب)

الجواب:۔ المرأ یقیس علی نفسہ۔ یعنی انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کر لیتا ہے۔ یہاں ظہیر صاحب نے بھی اپنے غیر اسلامی فرقہ قلیلہ پر قیاس کرتے ہوئے باقی فرقوں کو بلا تمیز غیر اسلامی قرار دے دیا ہے۔ یعنی یوں کہئے کہ اپنے شرذمۃ قلیلہ کے سواء باقی سبکو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ اور یہی نظریہ اور عقیدہ تھا محمد بن عبدالوہاب نجدی کا وہ بھی اپنے علاوہ سبکو مشرک قرار دیتا تھا۔ جیساکہ اسکی کتابوں سے ظاہر ہے۔ نیز ظہیر صاحب نے اس عبارت میں کم از کم یہ حقیقت بھی تسلیم کرلی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں بریلوی مسلک کے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ یعنی یہ مسلک اکثریت میں ہے تو پھر سواد اعظم اور جماعۃ کا اطلاق انہی پہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اکثریت کے ہوتے ہوئے اقلیت پر انکا اطلاق قرین انصاف نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اس کو فرقہ قرار دینا بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہ سواد اعظم کا اور جماعت کا مصداق ہے اور سواد اعظم اور جماعت سے وابستہ ہونا ضروری ہے۔ اتبعوا السواد الاعظم اور علیکم بالجماعۃ اور ید اللہ علی الجماعۃ کی روشنی میں لہذا جو اقلیت میں ہونگے۔ وہی فرقہ کا مصداق ہونگے

ہیں۔ جنکا تفصیلی بیان عنقریب عقائد کے بیان میں آئیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ یہاں ہم اسقدر بتانا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ خود دیوبندی اور نجدی وہابی نئے فرقے ہیں اور انکے عقائد و نظریات جدید قسم کے محدثات ہیں۔ بلکہ بدعات اعتقادیہ ہیں۔ چنانچہ خود ظہیر صاحب کو مجبوراً یہ حقیقت ماننا پڑی کہ بریلوی جماعت کے افکار اور عقائد پرانے اور قدیم ہیں (نئے نہیں) چنانچہ وہ خود اپنی اسی کتاب "البریلویۃ" ص۷ میں لکھتے ہیں۔ کہ۔ انہا جدیدۃ من حیث النشأۃ والاسم ومن فرق شبہ القارۃ من حیث تکوین والھیئۃ ولکنہا قدیمۃ من حیث الافکار والمعتقدات

(ترجمہ) یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے اعتبار سے تو نئی ہے مگر افکار و عقائد کے لحاظ سے قدیم ہے۔ اس عبارت میں ظہیر صاحب اہلسنت حنفی بریلوی کے نظریات و افکار اور عقائد کا قدیمی اور پرانا ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب انکے افکار و عقائد قدیمی اور پرانے ہیں تو دیوبندی اور نجدیوں اور وہابیوں کے افکار و عقائد اختلافیہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور دونوں کے درمیان تناقض ہے اور ضدین کا اجتماع محال ہے اور اجتماع نقیضین بھی محال ہے۔ اسلئے جب بریلوی افکار و عقائد بقول ظہیر صاحب بھی قدیم سے چلے آرہے ہیں تو ان کے اپنے افکار و عقائد کا محدثات و بدعات قبیحہ ہونا اظہر من الشمس ہوگیا۔ وھو المدعیٰ

سچ ہے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

الفضل ما شھدت بہ الاعداء

خوبی وہ ہے جسکی گواہی دینے پر دشمن بھی مجبور ہو جائے۔

نوٹ:۔ قارئین کرام یہاں اس منقولہ عبارت کا ترجمہ عطاء الرحمٰن ثاقب صاحب شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں۔ مقدمہ کی پوری عبارت کا ترجمہ دیکھیں کہیں بھی مترجم نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ اسلئے کہ وہ بھی جان گئے تھے کہ اس عبارت میں تو ظہیر صاحب نے بریلویوں کے افکار و عقائد کو قدیمی اور

اور فرقہ بندی یا تفرقہ بازی کی مذمت کی آیات واحادیث کا مصداق بھی یہی ہونگے۔

(کما لا یخفی علی اہل النہی)

ظہیر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اس گروہ کے عقائد بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں تصوف کے نام پر رائج ہیں غیر اللہ سے فریاد رسی اور ان کے نام کی منتیں ماننا جیسے عقائد سابقہ دور میں بھی رائج و منتشر رہے ہیں۔ بریلوی حضرات نے ان تمام مشرکانہ عقائد اور غیر اسلامی رسوم و روایات کو منظم شکل دے کر ایک گروہ کی صورت اختیار کرلی ہے۔

(البریلویت ص۸ اردو ترجمہ از ثاقب ط۲)

الجواب:۔ اس عبارت میں ظہیر صاحب نے یہ بھی تسلیم کرلیا ہے کہ بریلوی مسلک کے لوگ صرف برصغیر پاک و ہند میں ہی نہیں بلکہ یہ لوگ بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں بھی موجود ہیں۔ اگرچہ ان ممالک میں بریلوی نام سے متعارف نہیں بلکہ ان کا مسلک وہاں تصوف کے نام سے متعارف ہے۔ بہرحال یہ تو وہ مان گئے ہیں۔ کہ یہ بریلوی مسلک دوسرے اسلامی ممالک میں بھی تصوف کے نام سے موجود ہے۔ اور الحمد للہ تعالیٰ یہ بھی مسلک اہلسنت حنفی بریلوی کی ایک فتح اور کامیابی ہے کہ دشمن بھی اس کے وجود کو متعدد ممالک میں مان رہا ہے۔

بریلوی مسلک نیا نہیں

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ وہابی دیوبندی اس دور میں یہ پروپیگنڈا بڑے زور و شور سے کر رہے ہیں۔ کہ بریلوی کہلانے والے اب پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے عقائد نئے گھڑے ہوئے ہیں۔ یہ گذشتہ چودھویں صدی کی پیداوار ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

مگر ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ ہمارے عقائد و نظریات قدیمی اور بہت پرانے ہیں اور یہی عقائد صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین و تمام بزرگان دین کے رہے

پرانے مان لیا ہے۔ حالانکہ ہم انکو بدعات و محدثات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب اگر اسکا ترجمہ کردیا۔ تو پڑھنے والوں پر ہمارا جھوٹ ظاہر ہو جائیگا اور پھر ہمارے اپنے افکار و عقائد کی حقیقت منکشف ہو جائیگی۔ جسکے بعد ہم اس مسلک والوں کو اور انکے افکار و عقائد کو بدعات و محدثات اور نئے نہیں کہہ سکیں گے۔ قارئین کرام آپ کا یہ کام ہے کہ ثاقب سے زور دیکر سوال کریں کہ انہوں نے ترجمہ کرنے میں یہ بددیانتی اور خیانت کیوں کی ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ کیوں نہیں کیا۔ آخر کوئی تو اس کا سبب ہے۔

؏ آخر وہ کیا ہے جس کی پردہ داری ہے۔

قارئین کرام:۔ غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ کا گرو مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنی کتاب شمع توحید مطبوعہ سرگودھا ص۴۰ پر رقم طراز ہے کہ امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسی سال قبل سب مسلمان اسی خیال کے تھے۔ جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔ ثناء اللہ امرتسری نے اس عبارت میں اپنے زمانے میں یہ تسلیم کرلیا ہے کہ اسی سال پہلے کے لوگوں کے افکار و عقائد بھی وہی تھے۔ جو آج بریلوی حنفی کہلانے والوں کے ہیں یعنی یہ افکار و عقائد نئے نہیں بلکہ قدیم اور پرانے ہیں۔ (الحمد للہ علی ذالک) ۔ فریاد اور منتیں ماننے کی بحث عقائد کے باب کے جواب میں آرہی ہے۔ اس لئے یہاں ہم اسکی بحث کو آئندہ پر چھوڑتے ہیں۔

ظہیر صاحب مزید لکھتے ہیں۔ کہ "اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تمام عقائد اور رسمیں ہندو ثقافت اور دوسرے ادیان کے ذریعے سے مسلمانوں میں داخل ہوئیں۔ اور انگریزی استعمار کی وساطت سے رواج پذیر ہوئی ہیں"۔ (البریلویت ص۷ اردو ترجمہ ص۲۱ از ثاقب)

الجواب:۔ پہلی بات یہ ہے کہ مقدمہ میں ظہیر صاحب نے یہ بھی تسلیم کیا ہے۔ تیجانیہ سنوسیہ، مہدودیہ، قادریہ، سہروردیہ، اور نقشبندیہ چشتیہ رفاعیہ وغیرہ

جتنے سلاسل طریقت ہیں۔ دنیا بھر میں یہ سب کے سب بریلوی افکار وعقائد کے حامل ہیں۔ ان کے افکار وعقائد بالکل وہی ہیں۔ جو ان بریلویوں کے ہیں۔ یہ بھی اہلسنّت حنفی بریلوی کی صداقت وحقانیت کی دلیل ہے۔ مگر عطاء الرحمٰن ثاقب نے اردو ترجمہ کرتے وقت اس عبارت کا ترجمہ بھی نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ خود سمجھیں۔

باقی یہ کہنا کہ یہ تمام عقائد وغیرہ ہندو ثقافت اور دوسرے ادیان سے انگریزی استعمار کی وساطت سے پروان چڑھے ہیں۔ تو اسکا دندان شکن جواب باب دوم میں عقائد کے جواب میں مدلّل اور باحوالہ دیا جائیگا۔ یہاں جواب لکھنے سے کتاب طویل ہو جائے گی جس سے اجتناب ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ صرف اتنا کہوں گا کہ ظہیر صاحب کا بریلوی افکار وعقائد کو "البریلویۃ" کے صٓ پر قدیمی اور پرانے ماننا اور ثناء اللہ امرتسری کا اپنے زمانے میں یہ کہنا کہ آج سے اسّی سال قبل کے مسلمان بھی بریلوی افکار وعقائد کے حامل تھے۔ (ملخصًا جیسا کہ شمع توحید کے صٓ پر یہ صراحت موجود ہے) اسی بات کا کافی ثبوت ہے۔ کہ ظہیر صاحب جھوٹ بول رہے ہیں اور یہ ان کا سفید جھوٹ ہے۔ باقی انگریزی استعمار کی بات کرتے ہوئے ان کو شرم آنی چاہیئے۔ غیر مقلدین تو خود ہمیشہ انگریز کے ایجنٹ رہے ہیں اور انکے اکابر نے ہمیشہ انگریزوں کی چاپلوسی میں زندگی گذاری۔ انکے اکابر نے اپنا نام "اہلحدیث" الاٹ ہی انگریزوں سے کرایا ہے۔ جسکا باحوالہ ثبوت آئندہ صفحات میں آرہا ہے۔ ہمارا ان غیر مقلد وہابیوں نجدیوں نام نہاد اہل حدیثوں کو

زوردار چیلنج

ہے۔ کہ وہ پاکستان کے کسی بھی میدان میں یا کسی بھی عدالت میں آکر اعلحضرت

فاضل بریلوی اور انکے رفقاء کا انگریز کا ایجنٹ ہونا یا انکا حامی ہونا ثابت کریں یا پھر ہم انکا انگریز کا ایجنٹ اور انگریز کے چاپلوس وحامی اور انگریز کا وفادار ہونا انکے اپنے اکابر کی کتابوں اور انکی عبارتوں سے ثابت کرتے ہیں۔ کیا یہ چیلنج نام نہاد اہلحدیثوں وہابیوں کو منظور ہے۔ اگر ہے تو ہمارے ساتھ رابطہ کریں۔ ہم سے چیلنج کی تحریر لیں اور چیلنج کو منظور کرنے کی تحریر ہمیں دیں۔ پھر تاریخ اور جگہ یا عدالت کا تعین فریقین باہم مشورہ سے کریں اور وقت کا تعین بھی کریں۔ آؤ میدان میں آؤ۔

؎ نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ظہیر صاحب البریلویۃ کے صٓ پر اور مترجم ثاقب صاحب صٓ ۲۱-۲۲ پر رقمطراز ہیں۔ کہ اسلام جدوجہد کا درس دیتا ہے۔ مگر بریلوی افکار وتعلیمات نے اسلام کو رسم ورواج کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ نماز روزے کی طرف دعوت کی بجائے ان کے مذہب میں عُرس وقوالی، پیر پرستی اور نذر ونیاز دے کر گناہوں کی بخشش وغیرہ جیسے عقائد کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

الجواب: — لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ نعوذ باللّٰہ تعالیٰ۔ جن لوگوں کا ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ تو وہ خود کیونکر جھوٹ سے پرہیز کریں گے۔ ان گستاخانِ شانِ الوہیت اور گستاخانِ شانِ رسالت و ولایت سے کوئی پوچھے۔ کہ کیا بریلوی مسلک کی مساجد میں پنجگانہ اذان اور نماز اور رمضان کی تراویح وسماعت قرآن کا اہتمام نہیں ہوتا۔ کیا یہ لوگ اپنی مساجد میں امام وخطیب کا اہتمام نہیں کرتے۔ اگر یہ جواب نفی میں ہے تو پھر سوائے۔ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین پڑھنے کے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اور اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر بھی ظہیر وثاقب کا جھوٹ اظہر من الشمس ہو گیا۔ وھو المطلوب۔

رہا عرس منانا تو عرس سال بھر میں صرف ایک بار ہوتا ہے۔ ہر روز تو نہیں ہوتا۔ نماز دن رات میں پانچ بار ہوتی ہے۔ روزے سال بھر میں ایک پورے ماہ کے ہوتے ہیں۔ پھر عرس کی اہمیت کیسے بڑھ گئی نماز روزے سے پھر قوالی خود علماء بریلوی میں متنازعہ ہے۔ بعض جواز کے قائل ہیں بعض حرمت کے۔ خود اعلیٰحضرت فاضل بریلوی تو اسکو اپنے فتاووں میں متعدد بار حرام فرماتے ہیں۔ اور اس سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں۔ عوام الناس کی عادات کو مذہبی شعار یا مذہبی عقائد قرار دینا جہالت ہے۔ پیر پرستی کا معنی ہے پیر کو پوجنا۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی اور دیگر علماءِ اہلسنّت حنفی بریلوی نبی ولی پیر فقیر کے آگے سجدہ تعظیمی کو حرام قرار دے چکے ہیں۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے تو "الزبدۃ الزکیہ فی حرمت سجدۃ التحیۃ" نامی کتاب بھی سجدہ تعظیمی کی حرمت پر لکھی ہے۔ جو طبع شدہ ملتی ہے۔ جب انکے نزدیک سجدہ تعظیمی حرام قطعی ہے۔ تو پھر پیر کو پوجنے کی اجازت کب ہو سکتی ہے۔ اسلئے یہ بھی ظہیر صاحب ثناقب کی کذب پرستی ہی ہے۔ اور نذر و نیاز بھی شرعی غیر خدا کے لئے ہمارے اکابر کے نزدیک بھی حرام ہے۔ جیسا کہ ہمارے اکابر کی کتابوں سے ظاہر ہے۔

قوالی کی حرمت پر ایک حوالہ

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ قوالی کی حرمت پر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ۔ ایسی قوالی حرام ہے [۱]۔ حاضرین سب گنہگار ہیں۔ اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں پر ہے اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ عرس کرنے والوں پر الخ۔ کچھ آگے مزید فرماتے ہیں۔ کہ بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادہ بدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی بھی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں۔ کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے سامنے محمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک، پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم

---

[۱] جو مزامیر کے ساتھ ہو

ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح ہے الخ (احکام شریعت ص ۱۶/۵۵ تا ۲۱)
ان صفحات میں اعلیٰحضرت نے بعض احادیث بھی بخاری شریف سے نقل فرمائیں اور حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین علیہ الرحمۃ کی کتاب "فوائد الفوائد" سے چند عبارات نقل کر کے قوالی مع المزامیر کی حرمت کو ثابت فرمایا ہے۔ آپ کی متعدد کتابوں میں متعدد حوالہ جات قوالی مع المزامیر کی حرمت پر موجود ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف اسی پر اکتفا کیا ہے۔ بہرحال اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰحضرت نے قوالی کو حرام قرار دیا ہے اور سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے۔ پھر قوالی کے جواز کو اعلیٰحضرت کے مسلک بریلوی کے طور پر پیش کرنا اور یہ کہنا کہ انکے نزدیک نماز روزے سے قوالی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اگرچہ علماء اہلسنّت حنفی بریلوی سب کے سب حرمت پر متفق نہیں مگر بریلوی مسلک کے طور پر تو حرمت ہی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ حلت یا جواز کو نہیں۔

نذر کا حکم شرعی

قارئین کرام نذر کی دو اقسام ہیں۔ ایک شرعی ایک عرفی نذر شرعی صرف خدا کے لئے ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ سے خاص ہے۔ کسی نبی ولی کے لئے جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور ایک ہے نذر عرفی جو تحفہ اور ہدیہ کے معنی میں لی جاتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے یہ آپ کا نذرانہ ہے۔ اور اس سے مراد ہدیہ ہوتی ہے۔ درحقیقت یہ عبادت تو صرف خدا کی ہے مگر اسکا ثواب اولیاء کرام کی ارواح کے لئے ہدیہ و تحفہ ہے۔ اس سے انبیاء و اولیاء کی عبادت یا تقرب علی وجہ العبادۃ مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اہلسنّت رازیٔ زماں غزالی دوراں "مقالات کاظمی" ص ۲۸۴ ج ۲ اور ۳۸۶ ج ۲، ۳۸۸ ج ۲ میں بالترتیب فرماتے ہیں۔ کہ اگر اولیاء کی نذر محض لغوی یا عرفی بمعنی ہدیہ و نذرانہ ہو یا وصال یافتہ بزرگ کے لئے ایصالِ ثواب کے قصد سے کوئی جانور وغیرہ نامزد کر دیا تو وہ نذر شرعی اللہ کے لئے ہو تو یہ فعل

شرعاً جائز ہے۔" تفسیر احمدی" وغیرہ کے حوالوں سے لکھا ہے۔

ظہیر صاحب ص۸-۹ اور ثاقب مترجم ترجمہ کے ص۲۲-۲۳ میں لکھتے ہیں۔

"میں بریلویت پر قلم نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ جہالت کی پیداوار ہے۔ اور یہ لوگ جب متحد ہوکر مشرکانہ امور اور بدعات میں سختی سے مشغول ہوئے اور ان کو پھیلانے لگے۔ اور اہل توحید و اہل کتاب و سنّت کو طعن و تشنیع کرنے میں مصروف ہوگئے تو پھر میں نے قلم اٹھایا تاکہ حق کی حمایت کی جاسکے" وغیرہ وغیرہ (ملخصاً)

الجواب:۔ حبِ رسول کو دلوں میں رکھنے والوں کو جہالت کی پیداوار قرار دینا شیطانی ٹولے کا ہی کام ہے۔ کوئی اور ایسا نہیں کرسکتا۔ عاشقانِ رسول کو مشرک یا انکے عقائد کو مشرکانہ یا شرکیہ کہنا بھی ان نجدیوں وہابیوں کو شیطان لعین سے ورثے میں ملا ہے۔ ان کا کوئی قصور نہیں۔ شیطان بھی بزعم خویش بڑا موحد بنتا تھا۔ تو اسکی معنوی ذریت اس خیال سے کیونکر عاری ہوسکتی ہے۔ یہی ان کا نصیبہ اور مقسوم ہے۔

ع پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا۔ کیئے جاؤ میخوارو کام اپنا اپنا

ظہیر صاحب "البریلویۃ" کے ص۹ پر اور ثاقب صاحب ص۲۲-۲۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ۔ "بریلوی حضرات نے ہر اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو ان کے افسانوی قصے کہانیوں پر ایمان نہیں رکھتا اور انکی بدعات کو اسلام کا حصہ نہیں سمجھتا۔"

الجواب:۔ علماء اہلسنّت حنفی بریلوی نے نہ تو کسی مسلمان کو کافر کہا ہے اور نہ وہ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اُنہوں نے جنکی تکفیر فرمائی ہے وہ صرف انکی فرمائی ہے جو شانِ الوہیت اور شانِ رسالت و ولایت کے سچ مچ گستاخ ہیں۔ انہوں نے جن اکابرِ دیوبند وغیرہ کی عبارات کو کفریہ قرار دیا ہے بعینہٖ ان عبارات کو خود علماءِ دیوبند بھی کفریہ قرار دے چکے تھے۔ جب ان کتابوں اور ان کے مصنفین کے نام لئے بغیر یہی عبارات دیوبند میں بھیجکر حکم طلب کیا گیا تو علماءِ دیوبند نے بھی ان عبارات کو کفریہ اور انکے لکھنے

والوں اور انکے قائلین کو کافر قرار دیا ہے۔ مگر جب کتابوں اور مصنفین کے نام سامنے آئے تو پھر چپ سادھ لی صرف چپ ہی نہیں بلکہ حمایت شروع کردی اور "اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ" کی عملی تفسیر بن گئے۔ مرتضی حسن نے تو "اشد العذاب" میں تھانوی کا یہ قول بھی نقل کردیا کہ اگر احمد رضا ہمیں کافر نہ کہتا تو وہ خود کافر ہوجاتا۔ ملاحظہ ہو (ص۱۳)۔ **لہٰذا** ثابت ہوتا ہے کہ ظہیر و ثاقب کا یہ قول کالبول باطل و مردود اور سفید جھوٹ ہے۔ فلعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔

ظہیر صاحب اور ثاقب صاحب بالترتیب ص۹ اور ص۲۳-۲۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ ہمارے ملک کے عوام بے خبر تھے۔ اصل حقیقت سے اسلئے حقیقی معنوں میں اسلامی عقائد کے حامل اور عہدِ نبوی سے وابستہ اسلام پر ایمان رکھنے والوں کو گستاخ سمجھتے رہے۔ بریلویوں کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ انکی کتابوں میں ہماری معلومات سے کہیں زیادہ غیر اسلامی عقائد موجود ہیں۔ شرک و بدعت کی ایسی ایسی اقسام انکی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ جو دورِ جاہلیت کے مشرکین میں بھی موجود نہیں تھیں۔ جو لوگ اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتے ہیں۔ انہیں بنحتہ سمجھ لینا چاہیئے کہ عقائد و نظریات کے ایک ہوئے بغیر اتحاد عبث ہے اور یہ کتاب شرک و بدعت کے خاتمہ اور توحید و سنّت کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کرے گی (ملخصاً)

الجواب:۔ نہیں بلکہ عوام گستاخوں کو ہی گستاخ سمجھتے رہے ہیں۔ اور الحمد للّٰہ آج بھی سمجھ رہے ہیں۔ عوام کی بھاری اکثریت آج بھی بزرگانِ دین کے ماننے والوں کی ہے۔ میلاد منانے والے عرس منانے والے۔ گیارھویں شریف دینے والے یا رسول اللّٰہ کہنے والے یا غوث اعظم کہنے والے آج بھی عظیم اکثریت کے حامل ہیں۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

نہ وہابی نجدی حقیقی معنوں میں اسلامی عقائد کے حامل ہیں اور نہ ہی عہدِ نبوی سے وابستہ اسلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ انکی اصل کتب حدیث پر نظر رکھنے والوں سے مخفی

نہیں ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ذوالخویصرہ جیسا گستاخ جو رسول کریم سے کہتا
ہے۔ اِعدل یا محمد۔ اے محمد انصاف کر۔ سے وابستہ ہے۔ (ابن ماجہ ص۱۸)
اور یہ لوگ درحقیقت اسی گستاخ کی ذریت معنوی ہیں۔ جسکو قتل کرنے کے لئے فاروقِ
اعظم نے حضور علیہ السلام سے اجازت طلب کی تھی۔ مگر حضور نے منع کر دیا تھا اور فرمایا
تھا "تم اسکو قتل نہیں کر سکتے۔ آخری زمانے میں اسکی اولاد ہوگی۔ جو تم سے ابظاہر زیادہ
نمازی پابند صوم صلوٰۃ ہونگے۔ تم اپنی نمازوں اور روزوں کو انکی نمازوں اور روزوں
کے مقابلے میں حقیر جانو گے۔ یعنی وہ بظاہر زیادہ پابند صوم و صلوٰۃ نظر آئیں گے۔
قرآن پڑھیں گے حلق سے نیچے نہیں ہوگا۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے
تیر کمان سے۔ یعنی نمازی روزے دار قاریٔ قرآن ہو کر بھی بے دین ہونگے"۔ ملاحظہ ہو ابن ماجہ ص۱۸
تعصب اور ضد کی پٹی اتار کر دیکھیں تو خود معلوم ہو جائیگا کہ کس کے عقائد غیر اسلامی
ہیں۔ اور کون بدعقیدہ ہے۔ جن جہلاءِ زمانہ کو آج تک شرک اور بدعت کا معنیٰ
سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ توحید کے مفہوم کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ یہ تو آج بھی شرک کی
صحیح تعریف پیش نہیں کر سکتے۔ باقی رہا مسئلہ اتحاد کا تو ظہیر صاحب اور
ثاقب صاحب ہی بتائیں کہ آپکی مراد اتحاد کلی ہے یا جزوی ہے۔ اگر مراد اتحاد کلی
ہے تو اس اتحاد کلی کے لئے آپ کو کس نے دعوت دی ہے۔ اس جماعت و گروہ
کا نام بتائیں۔ اگر مراد اتحاد جزوی ہے تو یہ اتحاد تو گذشتہ ادوار میں ہوتا رہا ہے۔
مرزائیوں کے خلاف ہوا تھا۔ یعنی ختم نبوۃ کی تحریک کے موقع پر پھر تحریک نظام مصطفےٰ
میں بھی ہوا تھا۔ سب اکٹھے تھے۔ البتہ یہ ٹھیک ہے کہ اس اتحاد کے موقع پر ظہیر صاحب
ذوالفقار علی بھٹو کے لئے جاسوسی کرتے رہے ہیں۔ اور اتحاد کی میٹنگوں کی تمام کاروائی
کی رپورٹ بھٹو کو دیکر رقم کھری کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ یہ ہم نہیں کہتے بلکہ خود ایک اہل
حدیث عالم مدینہ یونیورسٹی کا سند یافتہ عالم حافظ عبدالرحمٰن صاحب مدنی اپنے چیلنج

مباہلہ میں لکھتے ہیں۔ کہ۔ کیا ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک میں
اس شخص نے قومی اتحاد کی جاسوسی کے عوض بھٹو حکومت سے لاکھوں روپے
بطور رشوت یا برائے نام قیمت پر پلاٹ او کاروں کے پرمٹ حاصل نہ کئے تھے۔
بحوالہ "اندھیرے سے اجالا تک" ص۳۴ اور بحوالہ "ہفت روزہ اہل حدیث لاہور شمارہ ۳۰
اگست ۱۹۸۴ء ص۵ تا ص۶"۔ عنوان ہے۔ احسان الٰہی ظہیر کے لئے چیلنج مباہلہ
ظہیر صاحب کا کوئی عقیدت مند کیا بتا سکتا ہے کہ جب عقائد کے ایک ہوئے بغیر اتحاد نہیں
ہو سکتا تو ختم نبوۃ اور تحریک نظام مصطفےٰ کے موقعہ پر اتحاد کیسے ہو گیا تھا؟ پھر یہ کہ
کیا اس سے بڑی منافقت بھی ہو سکتی ہے کہ اتحاد کے جلسوں میں تو بڑے جوش و
خروش اور زوردار انداز میں بھٹو کے خلاف تقریریں کریں اور اندر کھاتے انہی سے لاکھوں
روپے یا پلاٹ وغیرہ لیکر قومی اتحاد کی جاسوسی بھی کریں۔ فلعنۃ اللّٰہ علی المنافقین۔

ؔ نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

ظہیر صاحب ص۱۲ اور ثاقب صاحب ترجمہ کے ص۲۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ
مجھے خوشی ہے کہ میں مقدمے کی یہ سطور آدھی رات کے وقت مسجد نبوی میں
بیٹھ کر تحریر کر رہا ہوں۔ الخ

الجواب :۔ مسجد نبوی شریف میں کوئی اچھا کام کرنا تو کار ثواب ہے۔ مگر
مسجد نبوی میں بیٹھ کر کوئی بدبخت جھوٹ بولنا یا جھوٹ لکھنا شروع کر دے تو کیا
وہ بھی کار ثواب ہو جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ مقدمہ میں جو خرافات ظہیر صاحب نے لکھی ہیں
اور جو کذب بیانی کی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اس کذب بیانی اور ان خرافات و
بکواسات کو تحریری شکل دینا مسجد نبوی میں بیٹھ کر وہ بھی آدھی رات کو یہ کسی ابلیس
ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ ایسا کر کے ظہیر صاحب نے ذیّن لهم الشیطان اعمالهم کی
عملی تفسیر پیش کی ہے۔ جو انہی کا حصہ ہو سکتا تھا۔

باب اوّل بجواب باب اوّل

قارئین کرام! باب اول میں بریلویت اور اسکی تاریخ وبانی کے عنوان سے صد۱۳ پر ظہیر صاحب اور ثاقب صاحب ترجمہ کے صد۲۵ پر رقم طراز ہیں۔ کہ

(۱) بریلوی حضرات جن عقائد کے حامل ہیں۔ انکی تاسیس وتنظیم کا کام بریلویوں کے مجدد جناب احمد رضا بریلوی نے انجام دیا۔ بریلویت کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔

الجواب:۔ جہانتک وجہ تسمیہ کا تعلق ہے تو یہ بات درست ہے۔ مگر یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے۔ کہ بریلویت کوئی مستقل مذہب نہیں جیسے حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی مذاہب ہیں۔ یہ صرف ایک اعلحضرت علیہ الرحمۃ کے شہر کی طرف نسبت ہے جیسے چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی، اویسی وغیرہ ہیں۔ البتہ یہ فرق ضرور ہے۔ کہ ہر چشتی ہر نقشبندی ہر قادری ہر سہروردی ہر اویسی بریلوی ہے۔ عقائد ونظریات کے لحاظ سے مگر ہر بریلوی نہ چشتی ہے نہ قادری ہے نہ نقشبندی نہ سہروردی نہ اویسی۔ ان کے درمیان نسب اربعہ میں سے نسبت عام خاص مطلق کی ہے۔ جیسے انسان اور حیوان کے درمیان عموم خصوص مطلق ہے۔ کہ ہر انسان حیوان ہے۔ مگر ہر حیوان انسان نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام چشتی تمام نقشبندی، تمام قادری، تمام سہروردی تمام اویسی وغیرہ جس طرح سنی ہیں۔ اسی طرح بریلوی بھی ہیں۔ اور تمام بریلوی سنی ہیں۔ یعنی سنی اور بریلوی کے درمیان نسبت تساوی ہے۔ یعنی ہر سنی بریلوی ہے اور ہر بریلوی سنی ہے۔ یعنی عرف میں ہر بریلوی کو سنی اور ہر سنی کو بریلوی کہا جاتا ہے۔ گویا عند العرف دونوں کے درمیان معنوی ترادف پایا جاتا ہے۔ باقی بریلویت کوئی مذہب یا فرقہ نہیں جیسا کہ اعلحضرت علیہ الرحمۃ کے دشمنوں اور حاسدین نے بربنائے عداوت وعناد یہ نسبت رکھنے والوں کو بطور مذہب یا فرقہ مشہور

کردیا ہے۔ ہمارے اکابر میں سے کسی نے بھی آج تک کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ ہمارا مذہب بریلوی ہے۔ یا بریلویت ہے۔ کسی ایک کتاب سے ایسا حوالہ نہیں دکھایا جاسکتا۔ باقی یہ کہنا کہ بریلوی جن عقائد کے حامل ہیں۔ انکی تاسیس کا کام اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے انجام دیا ہے۔ یہ بدنیتی پر مبنی ہے ظہیر صاحب اور مترجم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ بریلویوں کے عقائد نئی ایجاد اور نیا اختراع ہے۔ عہد رسالت و عہد صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں موجود نہ تھے۔ اب گھڑ لئے گئے ہیں۔ تو یکہنا بدنیتی پر مبنی ہے۔ اور خبث باطنی کا نتیجہ ہے اور جھوٹ کا پلندہ اور مردود ہے۔ کیونکہ بریلوی حضرات کے عقائد ونظریات تو الحمدللہ قرآن کریم اور احادیث نبوی اور اقوال صحابہ وتابعین وتبع تابعین مفسرین متقدمین و متاخرین اور خود محدثین کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہیں اور کتب حدیث وتفاسیر وکتب فتاوی اس پر شاہد عدل ہیں۔ جیسا کہ عقائد کے باب میں آئیگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

نام پر اعتراض

ظہیر صاحب البریلویۃ کے صد۱۳ اور ثاقب صاحب ترجمہ کے صد۲۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ انکی (فاضل بریلوی) کی ولادت ۱۴ جون ۱۸۶۵ء میں ہوئی۔ ان کا نام محمد رکھا گیا۔ والدہ نے امّن میاں اور والد نے احمد میاں اور دادا نے احمد رضا رکھا۔ مگر جناب احمد رضا ان اسماء میں سے کسی پر راضی یا مطمئن نہ ہوئے۔ اور اپنا نام عبد المصطفےٰ رکھ لیا۔ (بحوالہ من ہو احمد صد۱)

الجواب:۔ قرآن سے عبد المصطفےٰ کا ثبوت:۔ خبث باطن انسان کو جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیتا ہے اور یہاں بھی یہی حال ہے کہ ظہیر صاحب جھوٹ بولنے پر مجبور ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ ولم یرض بھذہ الاسماء کلھا فسمّی نفسہ عبد المصطفےٰ صد۱۳۔ یہ کہنا کہ وہ ان ناموں میں سے کسی نام پر راضی نہ ہوئے یا مطمئن نہ ہوئے سراسر جھوٹ ہے اور خرافات ظہیریہ میں سے ایک ہے۔ اعلحضرت کی کسی ایک کتاب یا کسی ایک رسالہ سے باحوالہ ثابت کریں بعینہ یہ الفاظ دکھائیں۔ کسی کتاب سے ورنہ پھر ہم لعنۃ اللہ علی

الکافہین پڑھنے میں حق بجانب ہوں گے۔ باقی رہا یہ کہ آپ نے اپنا نام عبدالمصطفیٰ کیوں رکھا تو یہ آپکے عشقِ رسول اور محبتِ رسول کا تقاضا تھا۔ اسکو پورا کرتے ہوئے آپ نے ایسا کیا جو قرآن کی روشنی میں جائز ہے۔ عبد بمعنیٰ عابد نہیں بلکہ عبد بمعنی خادم یا غلام ہے۔ عبدالمصطفیٰ کا معنیٰ غلام مصطفیٰ ہے اور جواز کی دلیل یہ آیۃ کریمہ ہے۔ وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم — اور نکاح کردو اپنوں میں انکا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا (سورۃ النور آیت ۳۲) اس آیت کریمہ میں عباد بمعنی غلاموں کے ہے۔ اور اضافت کم ضمیر جمع مذکر کی طرف کی گئی ہے۔ جس سے عبد بھی غلام کہنے کا جواز بلاشبہ ثابت ہوتا ہے۔ قرآن میں ایک جگہ ارشاد ربانی ہے۔ کہ قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ (سورۃ الزمر آیت ۵۳) ترجمہ:۔ "فرما دو تم اے میرے بندو۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔"

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عبدالمصطفیٰ یا عبدالنبیؐ یا عبدالرسول نام رکھنا بالکل جائز ہے۔ کیونکہ خود خدا اپنے محبوب سے فرماتا ہے کہ اے محبوب تم کہدو کہ اے میرے بندو الخ اپنے نبی سے کہلاتا ہے۔ کہ اے میرے بندو۔ (یعنی اے میرے غلاموں) عبادی میں ی ضمیر متکلم کا مرجع ہے حضور کی ذات گرامی ہے اور اس پر قرینہ مقالیہ یہ ہے کہ لا تقنطوا من رحمتہ اللہ۔ فرمایا ہے۔ من رحمتی نہیں فرمایا اور اس استدلال میں ہم تنہا نہیں بلکہ اکابر علماء دیوبند بھی یہی لکھتے ہیں۔ چنانچہ حاجی صاحب امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصل بحق ہیں۔ عباد اللہ کو عباد رسول کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "قل یا عبادی الذین اسرفوا (الآیۃ) مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" (ملاحظہ ہو شمائم امدادیہ صہ ۱۳۵) اور دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی

لکھتے ہیں۔ کہ قرینہ بھی انہی معنی کا۔ آگے فرماتا ہے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ اگر مرجع اسکا اللہ تعالیٰ ہوتا تو فرماتا من رحمتی تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔ ملاحظہ ہو (شمائم امدادیہ صہ ۱۳۶)

حدیث سے! عبدالمصطفیٰؐ عبدالنبیؐ عبدالرسولؐ نام رکھنے کا ثبوت

لیجیئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ خیبر کی طرف چلے تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ مال غنیمت میں سونا چاندی تو نہیں ملا۔ مگر ساز و سامان اور اناج حاصل ہوا۔ واپسی پہ ایک جگہ ٹھہرے تو اتنا رہیں۔ قام عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحل رحلہٗ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ساز و سامان کھولنے لگا۔" (مسلم شریف مطبوعہ نور محمد کراچی صہ ۷۴ ج ۱)

اس حدیث پاک میں عبد کی اضافت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف صراحتہً موجود ہے۔ کیا قرآن کریم اور حدیث پاک شرک کی تعلیم دے رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسکو شرک یا منع قرار دینا جہالت ہے۔

غیر مقلدین کے امام سے اسکا جواز ثابت ہے:۔

ان غیر مقلدین وہابیہ کے ایک بہت بڑے پیشوا و مقتدا علامہ قاضی شوکانی اپنی تفسیر (فتح القدیر صہ ۲۹ ج ۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت) لکھتے ہیں۔ کہ وقد ذھب الجمھور الی انہٗ یجوز للسید ان یکرہ عبدہٗ وامتہٗ علی النکاح۔ یعنی جمہور کا فتویٰ یہ ہے۔ کہ آقا و مولیٰ اپنے غلام یا لونڈی کو نکاح پر مجبور کر سکتا ہے۔ اس عبارت میں بھی لفظ عبد غلام کے معنی میں قاضی شوکانی نے استعمال کیا ہے۔ اور کتب فقہ اور کتب اصول فقہ میں اذا قال لعبدہٖ انت حر، جب آقا اپنے غلام کو کہے تو آزاد ہے۔ متعدد مقامات پر ایسی عبارات موجود ہیں۔ جو جواز کی دلیل ہیں۔ الغرض عبدالمصطفیٰ بمعنی غلام مصطفیٰ کا

جواز قرآن وحدیث اور خود غیر مقلد وہابیوں کے مقتدا قاضی شوکانی کی تصریحات سے ثابت ہوگیا ہے۔

اعتراض :۔ ظہیر صاحب کی منقولہ عبارت میں اسکے عدم جواز کی بات نہیں کی گئی پھر آپ نے جواز پر کیوں زور لگایا ہے؟

الجواب :۔ بے شک ظہیر صاحب نے یہاں عدم جواز کی بات نہیں کی۔ مگر انکا مسلک و فتویٰ یقیناً یہی ہے۔ کیونکہ انکے گرو اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان (جو حقیقت میں تفویتہ الایمان ہے) صہ۵-۶ میں لکھا ہے۔ کہ کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھتا ہے۔ کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین اور دعویٰ مسلمانی کا کیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اس عبارت میں عبد النبی نام کو اسلام اور مسلمانی کے خلاف قرار دیا ہے۔ اسلئے ہم نے بھی اسکے جواز کو قرآن وحدیث اور خود اکابر دیوبند واہلحدیث کی عبارات با حوالہ پیش کرکے ثبوت مہیا کردیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا حوالہ

ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جنکو وہابی اپنا مقتدا و پیشوا مانتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب "ازالۃ الخفاء" میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ کنت عبدہٗ وخادمہ۔ یعنی میں حضور کا بندہ (غلام) اور خادم تھا۔ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب نے مکمل بحث فرمائی ہے۔ (ملاحظہ ہو صہ۵ ج۲) اس حوالے اور عبارت سے یہ ثابت ہوگیا کہ عمر فاروق بھی اپنے آپ کو عبد المصطفےٰ سمجھتے تھے۔ اور یہ خلیفہ راشد ہیں۔ جنکے طریقہ کو عملی جامہ پہنانا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ سے مامور بہ ہے۔

رنگ کی بحث

ظہیر صاحب البریلویۃ کے صہ۱۴ پر اور ثاقب صاحب ترجمہ کے صہ۲۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ جناب احمد رضا کا رنگ نہایت درجہ کا سیاہ تھا۔ چنانچہ یہ عبارت ترجمہ کی ہے اور البریلویۃ کی عبارت ہے۔ کہ وہ تلون۔ انہ کان اسود اللون شدید السواد۔ یعنی کہتے ہیں۔ کہ انکا رنگ سیاہ تھا۔ بہت زیادہ سیاہ تھا۔ یہانتک کہ مخالفین چہرے کے سیاہ ہونے کا طعنہ مارتے تھے۔ اور ایک مخالف نے تو رد میں جو کتاب لکھی اسکا نام ہی رکھا چپک جانے والی مٹی سیاہ جھوٹے پر۔ اور انکے اپنے بھتیجے نے اس کا اقرار کیا ہے۔ کہ آپ کا رنگ اول عمر میں گہرا گندمی تھا۔ لیکن مسلسل محنت ہائے شاقہ نے آپ کی رنگت کی آب و تاب ختم کردی تھی۔ صہ۲۷ (ترجمہ)

الجواب :۔ قارئین کرام یہ ظہیر صاحب کا جھوٹ ہے۔ اور سراسر جھوٹ ہے۔ وہ یا اس کا کوئی حواری تا قیامت یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ آپ کا رنگ شدید اور نہایت سیاہ تھا یا انتہائی سیاہ تھا۔ یہ ان کا اپنا خبثِ باطنی ہے کہ وہ بے سروپا جھوٹ بول کر اپنا کذاب ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنے مشاہدہ کے بعد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ ممبر پر ان کے بیٹھتے اور ان کے حلیہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت والا بلند اقامت، خوبرو اور سرخ وسفید رنگت کے مالک تھے۔ داڑھی اس وقت سفید ہوچکی تھی۔ مگر نہایت خوبصورت تھی۔ (ملاحظہ ہو "مقالات یوم رضا" رضا اکیڈمی لاہور حصہ سوم صہ۱۱ از عابد احمد علی ڈاکٹر) اور نیاز فتحپوری جو ایک مشہور نقاد و ادیب ہے جس نے اعلحضرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ انکا نور علم انکے چہرے بشرے سے ہویدا تھا۔ فروتنی، خاکساری کے باوجود انکے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔

(افتتاحیہ۔ خیابانِ رضا۔ عظیم پبلیکشنز لاہور صہ۱۷)

ان دو حوالوں کی عبارات سے ظہیر صاحب کا شدید الکذب یا کذاب ہونا ثابت ہوگیا
پھر رد لکھنے والے نے اپنی کتاب کا جو نام رکھا ہے۔ اس میں بھی ایک لفظ نہیں جسکا مع
ہو۔ شدید السواد یا نہایت سیاہ یا انتہائی سیاہ چہرے کے سیاہ ہونے کا المعنہ ما
والے نے ایک لفظ بھی ایسا نہیں لکھا۔ کتاب کے نام میں جسکا معنی وہ ہو جسکا ذ
ظہیر صاحب نے کیا ہے۔ باقی بھتیجے کی جو عبارت نقل کی گئی ہے۔ اس میں بھی ایک
موجود نہیں جسکا معنی ہو شدید سیاہ، نہایت سیاہ یا انتہائی سیاہ بلکہ سیاہ کا ذ
نہیں ہے۔ صرف یہ ہے کہ رنگت بدل گئی۔ پہلے والی آب و تاب نہیں رہی مسلسل م
ہائے شاقہ کی وجہ سے۔ پھر کیا واقعی رنگ کا سیاہ ہونا طعنہ زنی کی وجہ شرعاً بن س
ہے۔ اگر بن سکتا ہے تو دلیل لانا ہوگی۔ پھر حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے متعل
کہیں گے۔ اگر نہیں بن سکتا تو پھر طعنہ زنی کرنے والوں کا یہ فعل خلاف شرع ہ
کیا آپ اس خلاف شرع فعل کو حجت بنا سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

اعتراض :۔ ثاقب صاحب ترجمہ کے ص۲۷ پر حاشیہ میں گذشتہ حوالوں کا جو
ہوتے لکھتے ہیں۔ کہ (۱) بریلوی حضرات کو ناراض نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مصنف
یہاں حلیہ بیان کیا ہے۔ اور حلیہ بیان کرتے وقت کالی رنگت کا ذکر معیوب نہیں۔
(۲) یہ کہ جواب میں جن لوگوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ اعلحضرت کا رنگ
بلکہ سفید تھا۔ ان میں سے اب کوئی بھی موجود نہیں۔ یہ خود ساختہ دلائل ہیں۔
(۳) آج بھی احمد رضا صاحب کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔ الخ

الجواب :۔ قارئین کرام اعتراض اس بات پر نہیں کہ انہوں نے حلیہ بیان کر
سیاہ رنگ کا ذکر کیوں کیا ہے۔ ہمارا اعتراض تو یہ تھا۔ یعنی شرف قادری صاحب
جواب دھندگان کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ ظہیر صاحب نے شدید سیاہ نہایت
انتہائی سیاہ رنگ کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر جو عبارات نقل کی ہیں۔ ان سے شدید سیا

ہونا ہرگز ثابت نہیں ہے۔ یہ ظہیر صاحب کا جھوٹ ہے۔ اسکا جواب ثاقب صاحب ترجمہ
کے حاشیہ میں بھی نہیں دے سکے اور انشاء اللہ قیامت تک بھی نہیں دے سکیں گے۔
پھر کالی رنگت کا ذکر تو معیوب نہیں۔ لیکن اگر اس کالی رنگت کا ذکر غلط انداز میں کیا جائے
یا غلط نیت سے کیا جائے تو پھر یہ یقیناً قابل اعتراض اور معیوب ہے۔ اور مترجم
ثاقب صاحب کا ترجمہ کے حاشیہ میں یہ کہنا جنکے حوالوں سے رنگت کا سیاہ نہ ہونا اور
سفید ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ اسلئے یہ دلائل
خود ساختہ ہیں تو جواباً گذارش ہے۔ کہ اس جواب کا ملخص یہ ہوا کہ جو لوگ انتقال کر
جائیں۔ فوت ہو جائیں یا وصال کر جائیں۔ انکے حوالے قابل استدلال نہیں۔ ایسے حوالوں کو
خود ساختہ تصور کیا جائیگا تو پھر احادیث مبارکہ اقوال و افعال صحابہ و مفسرین اور محدثین
کے اقوال یہ سب کے سب اس اصول کے پیش نظر قابل استرداد قرار پائیں گے۔ کیونکہ
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سمیت سب حضرات اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں
کیا۔ اسی بنیاد پر احادیث اور اقوال و افعال صحابہ و اقوالِ مفسرین و محدثین کو خود ساختہ
قرار دے دیں گے۔ (العیاذ باللہ تعالے۔ من ہذہ الخرافات)۔ اور یہ کہنا کہ آج بھی
احمد رضا صاحب کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔ تو یہ بھی خلاف واقعہ ہے۔ گذشتہ
چند سالوں میں اعلحضرت کی اولاد کرام سے مولانا علامہ اختر رضا خاں صاحب متعدد بار یہاں
پاکستان آچکے ہیں۔ ہزاروں لوگوں نے انکی زیارت کی ہے۔ میں نے متعدد افراد سے سنا ہے
کہ انکا رنگ بڑا سفید ہے۔ یہ مشاہدہ ہے ہزاروں حضرات کا اور یہ چیز ظہیر صاحب
اور ثاقب صاحب کی کذب بیانی کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

بینائی پر اعتراض

ظہیر صاحب ص۱۴ پر اور ثاقب صاحب ص۲۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ آپ کمر کی درد کا شکار رہتے تھے۔
اور سر درد اور بخار کی شکایت بھی عموماً رہتی تھی۔ اور انکی آنکھ میں نقص تھا۔ تکلیف

رہتی۔ وہ پانی اترنے سے بے نور ہوگئی تھی وغیرہ وغیرہ۔

الجواب:۔ التحقیقی۔ کمر کا درد یا سر درد یا بخار کی شکایت کسی انسان کی ذاتی کمزوریاں نہیں نہ ذاتی نقائص ہیں۔ یہ طبعی امراض ہیں۔ انکی بنیاد پر کسی کو طعنہ زنی کرنا عقلمندی نہیں ہے۔ بلکہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیماریاں مسلمان کے لئے کفارۂ سیئات اور بلندیٔ درجات کا ذریعہ بھی ہوتی ہیں۔ گنہگاروں کے گناہوں کا کفارہ اور نیکوں کے لئے بلندیٔ درجات کا سبب بنتی ہیں۔ ملاحظہ ہو حدیث۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک حدیث کے ضمن میں حضور علیہ السلام کا ارشاد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ما من مسلم یصیبہ اذیً من مرض فما سواہ الا حط اللہ تعالٰی بہ سیئاتہ کما تحط الشجرۃ ورقھا (متفق علیہ)۔

یعنی جس بھی مسلمان کو کوئی بیماری ہے یا کوئی اور تکلیف ہوتی ہے تو اللہ تعالٰی اسکے بدلے اسکے گناہ معاف کرتا ہے۔ جیسے درختوں کے پتے جھڑتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۳۵ ج ۱) اور سر درد بھی یقیناً مرض ہے۔ رہی آنکھ کی بینائی کی بات تو یہ بھی ظہیر صاحب کی جہالت اور خبثِ باطنی کی علامت ہے۔ محض حلیہ کو بیان کرتے وقت آنکھ کی حالت کا تذکرہ معیوب اور برا نہیں مگر اندازِ بیان اگر بری نیت اور برے ارادے کی غمازی کرتا ہو تو پھر اس تذکرے کا برا اور معیوب ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ آپ کی آنکھ بے نور ہوگئی تھی۔ بالکل جھوٹ اور خلاف واقعہ ہے۔ خود اعلٰحضرت فرماتے ہیں۔ کہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا۔ کہ طبیبوں کے کہنے سے متزلزل ہوتا۔ الحمد للہ۔ کہ بیس سال درکنار، تیس ۳۰ برس سے زائد گذر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر بھی نہیں بڑھا۔ نہ لعوذ تعالٰی بڑھے۔ نہ میں نے کتاب بینی میں کمی کی، نہ انشاء اللہ کمی کروں۔ ملاحظہ ہو (ملفوظات صفحہ ۲)، اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کی آنکھ بے نور نہیں ہوئی تھی۔ مگر خبثِ باطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے منکرِ شانِ رسالت نے بے نور

قرار دے دیا۔ پھر ظہیر صاحب کا یہ لکھنا کہ وکان یشتکو دائماً وجع للظہر ائمۃ اور مترجم ثاقب لکھتا ہے۔ انہیں ہمیشہ شدید دردِ سر اور بخار رہتا تھا۔ ظہیر صاحب کا دائماً کی قید لگانا اور یونہی شدید کی قید لگانا کہاں سے آگیا ہے۔ کیا کسی کتاب سے ہمیشہ اور شدید کے الفاظ کا ثبوت دکھا سکتے ہیں۔ انشاء اللہ قیامت تک نہیں دکھا سکتے۔ یہ بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟ ورنہ ملفوظات میں تو صرف اسقدر لکھا ہے کہ الحمد للہ اکہ مجھے اکثر حرارت، درد سر رہتا ہے (ملفوظات صفحہ ۶۴)

الزامی جواب:۔ یہ ہے کہ آنکھوں کی بینائی کو وجہ طعن بنانا اگر درست ہے تو پھر کیا حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اور حضرت عبداللہ بن عباس اور بعض دیگر صحابۂ کرام جو زندگی میں ہی نابینا ہوگئے تھے۔ انکے متعلق کیا خیال ہے۔ پھر مدینہ یونیورسٹی کا وائس چانسلر عبدالعزیز بن باز اور ریاض ہائی کورٹ کے چیف جج محمد ابراہیم وغیرہ کے متعلق کیا خیال ہے۔ کیا اس وجہ سے انکے علم و فضل کا اگر انکار کیا جائے۔ یا اسی وجہ سے طعنہ زنی کی جائے تو یہ درست ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا

یہاں ثاقب صاحب کا ترجمہ کے حاشیہ میں جواب دیتے ہوئے یہ کہنا کہ جناب قادری صاحب نے یہ عبارت ملفوظات سے ذکر کی ہے۔ لیکن علمی بد دیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے مکمل عبارت تحریر کرنے کی بجائے عبارت کا اگلا حصہ حذف کر گئے ہیں۔ اسکے متصل بعد ملفوظات میں لکھا ہے کہ "دائیں آنکھ کے نیچے شی کا جتنا حصہ ہوتا ہے۔ (یعنی جس چیز کو دائیں آنکھ سے دیکھتے) وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔" اس عبارت کو چھوڑنے کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے۔ قادری صاحب اپنے اعلٰحضرت کی آنکھ کے نقص کو چھپانا چاہتے ہیں۔ الخ۔ بے سود ہے۔ کیونکہ اس عبارت سے بھی آنکھ کا بے نور ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ بینائی کا کمزور ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر کمزوری کو بے نور قرار دینا کہاں کی دیانت اور کہاں کا انصاف ہے۔ اس لئے یہ جواب ثاقب صاحب کا بے جا ہے۔ جو درحقیقت جواب نہیں ہے۔

ظہیر صاحب صفحہ ۱۴-۱۵ پر اور مترجم صاحب صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ

جناب بریلوی نسیان میں مبتلا تھے۔ انکی یاد داشت کمزور تھی۔ ایک بار عینک ماتھے پر رکھ کر بھول گئے اور تلاش شروع کر دی وغیرہ وغیرہ (ملخصاً)

الجواب :۔ نسیان اور سہو اور خطا و لغزش ایسے امور ہیں۔ جن سے انبیاء کرام علیہم السلام بھی محفوظ نہیں رہے (البتہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں) کتب حدیث بخاری وغیرہ میں موجود ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام عصر کی نماز چار رکعت کی نیت سے شروع کی۔ مگر دو پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ حضرت ذوالیدین نے عرض کیا۔ اقصرت الصلاۃ ام نسیت یا رسول اللہ الخ ایسی ہی بعض اور روایات موجود ہیں۔ جن سے حضور علیہ السلام کا نسیان ثابت ہے۔ بلکہ ایک حدیث تو یہاں تک موجود ہے۔ کہ آپ صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے۔ مسجد میں اور جماعت کرانے کے لئے کھڑے ہو گئے پھر جلدی جلدی میں گھر چلے گئے۔ واپس آئے تو پانی کے قطرات سر اقدس سے ٹپک رہے تھے۔ دریافت کرنے پر فرمایا۔ میں نے غسل کرنا تھا۔ جو مجھے یاد نہیں رہا تھا۔ اس لئے جا کر غسل کیا ہے۔ اب ظہیر صاحب اور ثاقب صاحب بتائیں کہ کیا۔ یہاں نسیان ثابت نہیں۔ یقیناً ثابت ہے پھر کیا اسکو وجہ طعن بنایا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر یہ نسیان تو قرآن سے ثابت ہے۔ سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ پس آپ نہیں بھولیں گے۔ مگر جو اللہ نے چاہا الا ما شاء اللہ کی استثناء سے بھی نسیان ثابت ہے یعنی امکان نسیان ثابت ہے۔ بہر حال امکان اور وقوع دونوں ثابت ہیں۔ انکار ممکن نہیں ہے۔ تمہارے طور پر تو چاہیے کہ امام الانبیاء علیہم السلام کے علم و فضل کا بھی انکار کر دیا جائے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

(**نوٹ**) ہمارے نزدیک پیغمبر علیہ السلام بھولتا نہیں۔ بلکہ بھلائے جاتے ہیں۔ مگر بھلائے جانے کو بھولنا لازم ہے۔ پھر پیغمبر علیہ السلام کی بھول متعدد حکمتوں و مصلحتوں پر مبنی

ہوتی ہے۔ انکی بھول اور عام انسان کی بھول میں بڑا فرق ہے۔ جیسا کہ بعض احادیث سے ثابت ہے۔ کہ حضور نے فرمایا۔ میں بھولتا نہیں۔ بھلایا جاتا ہوں۔ تاکہ میری سنت پر عمل کیا جائے۔ (موطا امام مالک صفحہ ۸۴) میں ہے۔ کہ مالک انہ بلغہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی لانسیٰ او اُنسیٰ لاسُنَّ — امام مالک فرماتے۔ کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں بھولتا یا بھلایا جاتا ہوں۔ تاکہ میں طریقہ بتلاؤں۔"

اور حدیث شریف میں طاعون میں مبتلا ہو کر انتقال کرنے والے کو شہید فرمایا گیا ہے۔ اس لئے طاعون میں مبتلا ہو کر خون کی قے کرنا بھی شرعاً قابل طعنہ زنی نہیں ہے اور اس کو معیوب قرار دینا درست نہیں ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

حضور نے فرمایا۔ طاعون ہر مسلمان کی شہادت ہے۔ پھر فرمایا شہداء پانچ ہیں ایک مطعون ایک مبطون ایک غریق ایک صاحب ہدم ایک شہید فی سبیل اللہ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۵)

تیز مزاجی کا جواب

ظہیر صاحب صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ بہت تیز مزاج تھے۔ بہت جلد غصہ میں آ جاتے تھے۔ زبان کے مسئلہ میں بہت غیر محتاط اور لعن و طعن کرنے والے تھے۔ فحش کلمات کا کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ بعض اوقات اس مسئلہ میں حد سے زیادہ تجاوز کر جاتے اور ایسے کلمات کہتے کہ انکا صدور صاحب علم و فضل سے تو درکنار کسی عام آدمی کے لائق نہ ہوتا۔ انکے بعض اپنے معتقدین بھی انکی تند مزاجی سے تنگ آ کر علیحدہ ہو گئے تھے۔ ایک دار العلوم بھی بریلی میں اسی وجہ سے انکے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ جسکا نام تھا "مصباح التہذیب" ایک مولوی محمد یٰسین صاحب جنکو فاضل بریلوی اپنے استاد کا درجہ دیتے تھے۔ وہ بھی ان سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ "مصباح التہذیب" کے منتظمین بھی تکفیر کی وجہ سے انکا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ حتی کہ بریلویت کے مرکز میں انکی حمایت میں کوئی مدرسہ باقی نہ رہا (ترجمہ البریلویہ صفحہ ۳۴-۳۵)

الجواب :- ہم مانتے ہیں کہ آپ کا مزاج سخت تھا۔ مگر کس کے لئے سخت تھا یہ سختی صرف منکرینِ شانِ رسالت و منکرینِ شانِ الوہیت کے لئے ہوتی تھی۔ یا پھر اس کے لئے جو منکرینِ شانِ الوہیت اور گستاخانِ شانِ رسالت کی حمایت کرتا یا انکے حق میں کچھ نرمی دکھاتا۔ اعلٰحضرت کے نزدیک یہ حسنِ اخلاق نہیں بلکہ یہ مداہنت فی الدین ہے۔ اور اعلٰحضرت مداہنت فی الدین کو ہرگز پسند نہ فرماتے بلکہ اسکو شدید گناہ تصور کرتے تھے اور آپ اشدآءُ علی الکفار کی صفتِ صحابہ کے مظہر تھے۔ قرآن میں ارشادِ خداوندی ہے کہ۔ یاایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین واغلظ علیھم (الآیہ) اے نبی کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ قرآن کریم میں جہاں نرمی کرنے کا حکم ہے وہ اہل اسلام اور مومنوں کے لئے ہے۔ یا پھر اُسوقت تک ہے جبتک اسلام اور بانیٔ اسلام اور شعائرِ اسلام کی توہین کا مرتکب نہ ہو۔ اگر ارتکاب توہین کر چکا ہے تو اب کسی رو رعایت کا مستحق نہیں ہے اعلٰحضرت کو فحش کلامی یا سختی کا طعن دینے والا ایک بھی ایسا شخص نہیں دکھا سکتے جسکو آپ نے بُرا کہا ہو اُسکے ساتھ سختی کی ہو۔ حالانکہ وہ صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ آپ نے سخت الفاظ صرف ان لوگوں کے متعلق لکھے ہیں۔ جو مرتد ہیں، کافر ہیں، گمراہ ہیں، بےدین ہیں۔ گستاخِ شانِ الوہیت اور گستاخِ شانِ رسالت و شانِ ولایت ہیں۔ اعلٰحضرت کی تحقیق کے مطابق آخر۔ اشدآء علی الکفار رحماء بینھم (الآیہ) میں کافروں پر سختی کو صحابۂ کرام کا وصف قرار دیا گیا ہے۔ یہ وصف اعلٰحضرت کی ذات میں بھی موجود تھا۔ اس کا تقاضا ہے کہ آپ نے گستاخوں کو معاف نہیں کیا اور ان کے لئے سخت الفاظ استعمال فرمائے مگر یہ حبِ رسول اور عشقِ رسول کا تقاضا تھا اور جس درجہ کی آنکو رسول سے محبت تھی اور جس درجہ کا عشقِ رسول انکے سینے میں تھا۔ اسی کے مطابق اعدائِ رسول سے نفرت اور عداوت تھی۔ الحبُ للّٰہ والبغض للّٰہ کا صحیح اظہار بھی تھا۔ محبوب کے دشمن اور مخالف یا نقاد و تنقیص کنندہ کو محب برداشت نہیں کرسکتا اور سچی اور حقیقی محبت کا تقاضا یہی ہوتا ہے

اعدل یا محمد کہنے والے کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کی اجازت حضور علیہ السلام سے طلب کرکے یہی ثابت کیا تھا کہ محبِ رسول پیغمبر کی معمولی گستاخی کو بھی برداشت نہیں کرسکتا۔

فحش زبانی کا غوغاء :- قارئین کرام۔ یہاں مترجم ثاقب نے ترجمہ کے صہ ۳۱ سے صہ ۳۲ تک فحش زبان کا عنوان قائم کرکے چند حوالہ جات وقعاتُ السنان، خالص الاعتقاد الامن والعلاء، فتاویٰ رضویہ، سبحٰن السبوح، مقدمۂ مقالات رضا از کوکب، سے نقل کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اعلٰحضرت نہایت فحش اور غلیظ زبان استعمال کرتے تھے۔

قارئین کرام۔ جس قدر عبارات ثاقب نے مذکورہ کتابوں کی نقل کی ہیں۔ ان میں ایک بھی عبارت میں ماں، بہن، بیٹی، دادی، نانی کی گالی نہیں دی گئی۔ سخت کلمات ضرور استعمال فرمائے ہیں۔ ابلیس، دجال کے گدھے، مسخرے، کوّے، بوم، سرکش، طاغی لعین، بندہ داغی، جہنم کے کتے، بے دین، پکے شیاطین، پورے ملاعین یہ الفاظ ہیں جنکی بنیاد پر فحش زبان کا الزام دیا ہے۔ لیکن کیا منافقین و مرتدین، ملعونین، شیاطین دجال وغیرہ کو قرآن و حدیث میں بے دینوں بدمذہبوں بدعقیدہ لوگوں کو خدا نے رسول نے نہیں فرمایا۔ خناس من الجنۃ والناس۔ کیا۔ دجالون کذابون، حدیث میں نہیں ہے لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔ کالانعام بل ہم اضل۔ قرآن میں نہیں ہے کیا قرآن میں بدعقیدہ لوگوں کو نجس نہیں فرمایا۔ کیا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے امصص بظر اللات نہیں فرمایا تھا۔ اور کیا موجودہ دور کے رافضی و شیعہ اسی قول کی بنیاد پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہوئے انکو فحش زبانی اور بدزبانی کا الزام نہیں لگاتے؟ جو کچھ آج یہ نجدی وہابی اعلٰحضرت کے متعلق کہتے ہیں۔ تقریباً یہی کچھ رافضی و شیعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کرتے ہیں۔ کچھ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسے ہی الزامات لگاتے ہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ (وللّٰہ الحجۃ السامیۃ)

بدبختوں کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا ہے۔ کہ وہ اہلِ حق سے استہزاء کرتے آئے ہیں۔ طعنہ زنی کرتے رہے ہیں۔ قرآن کی شہادت ہے۔ کہ وما یاتیھم من رسول الا کانوا بہٖ یستھزءون۔ جب بھی کوئی رسول انکے پاس آتا تو یہ اس سے استہزاء کرتے تھے۔ اُسکے خلاف پراپیگنڈا کرتے تھے۔ رہا یہ کہ کچھ اپنے حضرات یا متعقین وحامیان بھی شدۃ دیکھ کر فرار ہو گئے۔ یا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ تو یہ بھی کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں ہے۔ قابلِ اعتراض تب ہو کہ اگر حامیان اور رفقاء نے آپ کی ذات میں کوئی شرعی عیب دیکھا اور کوئی خلاف شرع حرکت کا ارتکاب دیکھا۔ سود کھاتے دیکھا، رشوت کھاتے دیکھا۔ مدرسہ کا چندہ کھاتے دیکھا۔ حرام مال گھر لاتے دیکھا۔ مگر ایسا کوئی عیب تو ماں کا لعل تاقیامت ثابت نہیں کر سکتا۔ محض اسلئے چھوڑ دینا حمایت ترک کرنا علیحدہ ہو جانا۔ کہ یہ شانِ الوہیت اور شانِ رسالت وولایت کے گستاخوں کو برداشت نہیں کرتا۔ ان پر سختی کرتا ہے۔ انکو کافر و مرتد ابلیس لعین شیطان رجیم وغیرہ کہتا ہے تو یہ بات تو چھوڑنے، ترک کرنے، حمایت سے ہاتھ کھینچ لینے کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتی۔ یہ تو ان علیحدگی اختیار کرنے والوں کی کمزوری ہے۔ یہ تو ان کی بدبختی ہے۔ کہ ایک محبِ رسول اور عاشقِ رسول سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ محبِ رسول اور عاشقِ رسول سے علیحدہ ہونا خوش قسمتی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو یقیناً بدقسمتی اور بدبختی ہی ہو سکتی ہے۔ کیا قرآن وحدیث میں ایسے لوگوں کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ کہ وہ اسلام سے منحرف ہو گئے رسول سے اسلام لانے کے بعد پھر گئے۔ مرتد ہو گئے اور اسلام اور بانیٔ اسلام کی کمزوریاں بیان کرنے لگ گئے۔ اگر رسول پر خدا پہ ایمان لانے والے مرتد ہو سکتے ہیں۔ منحرف ہو سکتے ہیں۔ معائب ونقائص منسوب کر سکتے ہیں تو اعلیٰحضرت کے بعض رفقاء یا متعلقین آپ سے منحرف کیوں نہیں ہو سکتے۔ آپ کو کیوں نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر انکے انحراف وارتداد کو اور انکی طعنہ زنی وغیرہ کو اسلام پر، بانیٔ اسلام پر طعنہ زنی وغیرہ کی وجہ نہیں بنا سکتے اور

یقیناً نہیں بنا سکتے تو پھر یاد رہے کہ اعلیٰحضرت کے بعض رفقاء ومتعلقین کی علیحدگی کو بھی طعنہ زنی نہیں بنا سکتے۔ جیسے اسلام اور بانیٔ اسلام کو چھوڑ جانے والوں کی یہ بدبختی ہے۔ اسلام وبانیٔ اسلام کی کمزوری نہیں بلاشبہ اعلیٰحضرت سے علیحدگی اختیار کرنے والوں کی بھی اپنی بدقسمتی ہے۔

؎ جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قارئین کرام:۔ اعلیٰحضرت عظیم البرکت نے عشقِ رسول اور حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اگر گستاخوں بے ادبوں کو سخت الفاظ سے یاد کیا ہے تو یہ کوئی شرعی جرم نہیں مگر دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد مدنی ٹانڈوی نے محض اپنے اساتذہ واکابر مولویوں کا دفاع اور طرفداری کرتے ہوئے اپنے اکابر کی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اعلیٰحضرت کے خلاف جو زبان اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" کے مختلف صفحات میں استعمال کی ہے۔ کیا وہ کسی مہذب اور شریف انسان کی ہو سکتی ہے۔ چند صفحات کی کتاب میں موٹی موٹی جو گالیاں دی گئی ہیں۔ وہ صرف اور صرف چھ سو چالیس ۶۴۰ ہیں۔ اور جو چھوٹی چھوٹی ہیں وہ شمار سے باہر ہیں۔ جسکو یقین نہ آئے وہ خود اس کتاب کا مطالعہ کر کے فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ انہوں نے اعلیٰحضرت کے متعلق اعلیٰحضرت کے الفاظ سے بھی سخت الفاظ لکھے ہیں یا نہیں۔

مزید یہ ہے کہ ظہیر صاحب البریلویۃ کے صفحہ ۱ میں رقمطراز ہیں۔ کہ۔

ابتداءً میرا گمان تھا کہ یہ فرقہ پاک وہند سے باہر موجود نہیں ہے۔ مگر یہ گمان زیادہ دیر قائم نہیں رہا۔ میں نے یہی عقائد مشرق کے آخری حصے سے مغرب کے آخری حصے تک اور افریقہ سے ایشیا تک اسلامی ممالک میں دیکھے (ملخصاً) اب عقائد کیا تھے۔ اس کے متعلق بھی وہ خود ص ۹ ص ۵۵ ص ۶۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ ● انکے عقائد کا اسلام سے دور دور

نزدیک کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ بعینہٖ وہی عقائد جو جزیرۂ عرب کے مشرک اور بت پرست رکھتے تھے۔ بلکہ دورِ جاہلیت کے لوگ بھی شرک میں اسقدر غرق نہ تھے جس قدر یہ ہیں ● بریلویوں کے امتیازی عقائد وہ ہیں۔ جو دین کے نام پر بت پرستوں، عیسائیوں یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہو گئے ہیں ● کفارِ مکہ، جزیرۂ عرب کے مشرکین اور دورِ جاہلیت کے بت پرست بھی ان سے زیادہ فاسد اور ردی عقیدہ والے نہیں تھے۔

قارئین کرام! آپ خود فیصلہ کریں۔ کیا ان تین عدد عبارات میں ظہیر صاحب نے ان اہلسنت حنفی بریلوی کو مشرک، بت پرست، جاہل، عیسائی، یہودی بلکہ مشرکینِ مکہ و جاہلیت کے مشرکین سے بدتر قرار نہیں دیا اور کیا کسی مسلمان کو مشرک، بت پرست اور ان سے بھی بدتر قرار دینا گالی نہیں۔ بدزبانی نہیں، فحش زبانی نہیں۔ کیا مشرکین کو انما المشرکون نجس قرآن میں فرما کر مشرکین کو نجس عین قرآن نے قرار نہیں دیا۔ اس طرح کیا تمام دنیا کے مسلمانوں کو انہوں نے نجس عین نہیں ٹھہرایا۔ یقیناً ٹھہرایا ہے۔ کیا یہ۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم و انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون کی عملی تفسیر نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔

ع شرم نبی، خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔

اعلیٰحضرت کی ذہانت اور حافظہ و سندِ فراغت پر اعتراض:-

قارئین کرام! ظہیر صاحب البریلویت کے ص ۱۶ سے ص ۲۰، ۲۱ تک اعلیٰحضرت کے معتقدین اور ارادت مندوں اور عقیدتمندوں کے چند مبالغہ پر مبنی عبارات نقل کرتے ہوئے جو کچھ لکھتے ہیں۔ اسکا خلاصہ اور مترجم ثاقب ص ۳۴ سے ص ۴۵ تک ترجمہ میں جو لکھتے ہیں۔ اسکا خلاصہ صرف یہ ہے کہ۔ اعلیٰحضرت بچپن سے ہی بڑے ذہین ذی حافظہ قویہ اور بڑے نقاد طبیعت والے تھے۔ بریلویوں کے نزدیک محفوظ عن الخطاء تھے

انکی قلم اور زبان سے کبھی کوئی غیر شرعی لفظ یا غیر شرعی بات صادر نہیں ہوئی۔ خدا خود انکی حفاظت فرماتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ اور ایک طرف تو ۱۴ سال کی عمر میں سندِ فراغت پر فائز ہو چکے تھے۔ دوسری طرف ۲۴ سال کی عمر تک تحصیلِ علم کے لئے پھرتے نظر آتے ہیں اور یہ حقائق خود بریلویوں کی کتابوں سے ثابت ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے امام میں وہ کمالات ثابت کرتے ہیں۔ جو انبیاء کرام میں ہوتے ہیں۔ یہ غلطیوں سے مبرا تھے انکو دیکھ کر صحابہ کو دیکھنے کا شوق کم ہو گیا۔ انکا وجود اللہ کی نشانی ہے نشانیوں میں سے (انکو مولانا عبدالحق نے منطقی علوم پڑھانے سے انکار کر دیا تھا۔ از ظہیر)

الجواب:- قارئین کرام نمبروار جواب ملاحظہ فرمائیں۔ اعلیٰحضرت کا ذہین اور قوتِ حافظ کا مالک ہونا تو تقریباً امر بدیہی ہے۔ ایک منصف کے لئے اس میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اعلیٰحضرت کے "فتاویٰ رضویہ" کا مطالعہ کرنے والے حضرات پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔ بڑا ذہین اور قوی حافظ ہونے سے انکار کی وجہ سوائے عناد اور بغض کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ کے ذہین اور قوۃ حافظ کے مالک نہ ہونے کی دلیل کیا ہے۔ اگر بعض اوقات کسی چیز کو بھول جانے سے ذہین یا حافظہ قویہ کی نفی ہوتی ہے تو پھر حضور علیہ السلام سے بھی اسکو منفی اور مسلوب ماننا لازم آئے گا کیونکہ صحیح احادیث سے آپ کا نسیان و سہو ثابت ہے۔ الالزم باطل فلملزوم مثلہٗ اور نقاد طبیعت کا مالک ہونا بھی آپ کا ٹھوس دلائل سے ثابت ہے۔ آپ نے بڑے فقہاء کرام سے بعض فروعی مسائل میں اختلاف کیا ہے اور خود اکابر دیوبند اور اکابرِ غیر مقلدین وہابیہ پر کڑی تنقید کی ہے۔ جسکے زخم آج تک یہ وہابیہ خصوصاً ظہیر صاحب چاٹتے رہے ہیں۔ اور چاٹتے رہے ہیں۔ اور ظہیر صاحب تو قبر میں بھی نہیں بھول سکیں گے رہی بات محفوظ عن الخطاء ہونے کی تو یہ بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں اور اولاً اس لئے کہ کسی امتی کا محفوظ عن الخطاء ہونا نہ عقلاً محال ہے نہ نقلاً اور منکر اسکے استحالہ عقلی یا نقلی

پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کر سکا۔ لہٰذا یہ اعتراض بلا دلیل ہے۔ ثانیاً۔ بندہ کے نزدیک
یہ مبالغہ پر مبنی ہے۔ اور ایسے مبالغے ہر جماعت و فرقہ کے لوگ اپنے مقتدایان و پیشوایان
کے حق میں کرتے رہے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ البتہ اعلٰحضرت کی شان میں مبالغہ
کرنے والوں میں اور دوسرے لوگوں میں اتنا ضرور فرق ہے۔ کہ انکے حق میں مبالغہ
کرنے والوں کا کوئی مبالغہ باعث تنقیص الوہیت و نبوۃ و رسالت و ولایت نہیں۔ جبکہ
دوسرے لوگوں کے مبالغات میں شان الوہیت اور شان نبوۃ و رسالت میں یہ توہین و
تنقیص کا پہلو غالب ہے۔ چنانچہ ان گستاخانِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض اکابر
نے اپنے مولویوں اور پیروں کی مدح سرائی کرتے ہوئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا تو
کر ڈالی ہے۔ جیسا کہ محمود الحسن صاحب گنگوہی صاحب کی شان میں مرثیہ میں لکھتے ہیں کہ

مُردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم!

اس شعر میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو چیلنج کیا گیا ہے۔ کہ تم بھی مسیحا ہو مگر
تم صرف مردے زندہ کر سکتے ہو مگر کسی زندے کو مرنے سے نہیں بچا سکتے۔ ہمارا مسیحا
(گنگوہی) اس شان کا مالک ہے کہ وہ زندوں کو مرنے بھی نہیں دیتا (اور خود مر گیا)
الحسن نے اسی گنگوہی کے مرثیہ میں لکھا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے حسن
گنگوہی کی زیادتی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا اُن کے لقب ہے یوسف ثانی (العیاذ باللہ)

اس شعر میں محمود الحسن صاحب جو ایک بڑے عالم دین تھے۔ (عند الدیابنہ والوہابیہ) وہ گنگوہی
صاحب کے حسن صورت کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن صورت پر ترجیح دیتے ہوئے
کہہ رہے ہیں۔ کہ گنگوہی صاحب کے کالے کلوٹے غلام کا لقب یوسف ثانی ہے۔ کیا

توہین و تنقیص ہے۔ ایسی سینکڑوں مثالیں اس موضوع پر پیش کی جا سکتی ہیں۔ ہمیں
اختصار ملحوظ ہے۔ اسلئے صرف چند عبارات پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ چنانچہ اعلٰحضرت
کے لئے بچپن میں حصول علم کا انکار کرنے والے خود اپنے مولویوں اور پیروں کے حق میں
لکھتے ہیں۔ کہ (۱) اللہ تعالٰی کی عادت اسی قانون پر جاری ہے کہ کتاب و سنت
کے مضامین کتب عربیہ اور فنون ادبیہ کے حاصل کرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔
لیکن بعض نفوس کاملہ کو خرقِ عادت (کرامت) کے طور پر ان مضامین لطیفہ پر پہلے
اطلاع دے دیتے ہیں اور اسے قوم کی اصطلاح میں علمِ لدنی کہتے ہیں۔ اس عبارت
میں بطور کرامت سید احمد بریلوی کے لئے اسماعیل دہلوی نے مروجہ علوم درسی
پڑھنے کے بغیر ہی انکو کتاب و سنت کا عالم تسلیم کیا ہے۔ علمِ لدنی بھی مانا ہے۔ مگر
اعلٰحضرت کے لئے علمِ لدنی سے انکار ہے۔

(۲) یہ اعتراض بھی البریلویت میں کیا گیا ہے۔ بریلوی حضرات اپنے امام کو انبیاء سے
تشبیہ دینا چاہتے ہیں۔ بلکہ انبیاء سے بھی عالی مرتبہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)
حالانکہ ان کے نزدیک ولی کو نبی کے برابر یا افضل قرار دینا کفر ہے۔ چنانچہ صدر الشریعۃ
علامہ امجد علی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ولی کتنا ہی بڑے مرتبے والا ہو، کسی نبی کے برابر
نہیں ہو سکتا۔ جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بتائے، کافر ہے (ملخصاً بہار شریعت حصہ ۱)
جب بریلوی حضرات کا یہ عقیدہ ہے تو پھر انبیاء سے تشبیہ یا بلند مرتبہ کیونکر ثابت کر سکتے
ہیں۔ ● بریلوی حضرات نہ تو تشبیہ دینا چاہتے ہیں اور نہ ہی برابر اور نہ بلند مرتبہ مگر
خود غیر مقلدین کے پیشوا و مقتداء مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔ کہ جو شخص ذات کا
مراقبہ اس لحاظ سے کرے کہ وہ کمالات نبوۃ کا منشاء ہے۔ اسکو نبوۃ سے ایک معنی
پر فائز کر دیں گے۔ جس کا ادنیٰ درجہ اچھی خواہشیں ہیں۔ ایسے ہی دوسرے درجہ
میں اس پر رسالت کے معنی کا فیضان ہوگا۔ اور ایسے تفہیم، تعظیم اور غافلوں، جاہلوں

اور معاندوں سے مناظرے کا الہام کیا جائے گا۔ اور تیسرے درجہ میں نافرمانوں سرکشوں کو ہلاک کرنے اور فرمانبرداری کرنے والے مخلص کو انعام واکرام کی ہمت قویہ بخشتے ہیں۔" (ملاحظہ ہو کتاب صراط مستقیم فارسی ص ۱۲۸)

اس عبارت میں دہلوی صاحب نے نبوۃ کے معنی اور رسالت کا معنی اور آخری درجہ میں انعام واہلاک کی قوت دیئے جانے کو بھی مان لیا ہے • بلکہ دہلوی صاحب نے تو یہاں تک سید احمد بریلوی کے حق میں لکھ دیا ہے کہ روزے حضرت حق جل وعلا دست راست ایشان را بدست قدرت خاص خود گرفت وچیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع وبدیع بود پیش روئے حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ ترا ایں چنیں دادہ ام وچیز ہائے دیگر خواہم داد۔

ترجمہ :۔ ایک دن اللہ تعالےٰ نے سید صاحب کا ہاتھ، اپنی قدرت خاص کے ہاتھ میں پکڑا اور امور قدسیہ میں سے بلند وعجیب چیز حضرت کے سامنے کی اور فرمایا تمہیں یہ کچھ دیا ہے اور بہت سی دوسری چیزیں بھی دوں گا۔ ملاحظہ ہو (صراط مستقیم ص ۱۶۵ فارسی)

کیا وہ کمالات جو بریلویوں نے اپنے امام کے لئے مانے ہیں۔ وہ شرکیہ ہیں یا یہ کہ یہاں سید احمد کے ہاتھ کو خدا کے ہاتھ میں دیکر خدائی بھی سید احمد کے لئے مان لی ہے۔ یا کم ازکم خدائی قدرت مان لی ہے۔ ان مشرک گروں کو اپنے گھر کا شرک کیوں نظر نہیں آتا۔ آخر کیا وجہ ہے۔ کیا یہ تعصب نہیں ہے۔ باقی چودہ سال کی عمر میں فراغت اور پھر ۲۴ سال کی عمر میں طلب علم میں کوئی تعارض نہیں جیساکہ مخالف عنیر نے سمجھا ہے۔ دراصل علوم مروجہ اور درس نظامی کے نصاب سے فراغت ۱۴ سال کی عمر میں حاصل کرلی۔ مگر اس نصاب سے خارجی کتابوں کو پڑھنے کا شوق پورا کرنے کے لئے بعض اکابر کی خدمت میں تشریف لے جاتے ہیں۔

بریلویوں نے یہ دعویٰ کب کیا ہے۔ کہ اعلیٰحضرت ۱۴ سال کی عمر میں دنیا میں تمام علوم پڑھ کر فارغ ہوگئے تھے۔ اگر ایسا کسی نے لکھا ہے تو حوالہ پیش کیا جائے۔ مگر یہ ناممکن ہے۔ ظہیر صاحب کی عقل کا فتور ہے کہ وہ یہاں تعارض ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ انکو دیکھ کر صحابہ کو دیکھنے کا شوق کم ہوگیا تو درحقیقت یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ نعوذباللہ۔ اعلیٰحضرت صحابی ہیں یا صحابی کے برابر ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ انکو دیکھنے والے کو قدرے اطمینان حاصل ہوگیا اور اسکا دل مطمئن ہوگیا جو بے قراری صحابہ کو دیکھنے کی تھی وہ قدرے تھم گئی۔

دھا یہ اعلیٰحضرت اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ تو یہ بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کائنات کی ہر چیز قدرت خداوندی پر نشانی ہے تو اشرف المخلوق پھر ایک عالم دین کیونکر خدا کی نشانی نہیں ہوسکتا۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار (الآیۃ) کا مطالعہ کرنے والا اعتراض نہیں کرسکتا۔ اگر دل میں کینہ وحسد نہ ہو۔ اور یہ کہ مولانا عبدالحق صاحب نے علوم منطقیہ پڑھانے سے انکار کردیا تھا۔ تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰحضرت نے مولانا عبدالحق سے پڑھنے سے خود انکار کردیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ (حیات اعلیٰحضرت ص ۱۳۶ از مولانا ظفر الدین)

اعلیٰحضرت نے مولانا عبدالحق کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ جناب کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ وہابیہ کا ردّ سب سے پہلے مولانا فضل حق (خیرآبادی) جناب کے والد ماجد نے ہی کیا اور مولوی اسماعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کرکے ساکت کیا اور انکے ردّ میں ایک مستقل رسالہ بنام تحقیق الفتویٰ السلب الطغویٰ تحریر فرمایا۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی نے فرمایا۔ اگر ایسی ہی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو میں پڑھا نہیں سکوں گا۔ امام احمد رضا نے فرمایا۔ آپ کی باتیں سنکر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا ہے۔ کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی جس سے علماء کی توہین و تحقیر سننی ہوگی۔ اسی وقت میں نے پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور

کردیا۔ تب آپ کی بات کا ایسا جواب دیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (حیات اعلیٰحضرت ص ۲۲۳، ۲۲۴ ج ۱ اور ص ۱۳۶ ج ۱ از مولانا ظفرالدین بہاری)

اور یہ اعتراض کہ اعلیٰحضرت مرزا قادیانی کے بھائی غلام قادر بیگ کے شاگرد ہیں۔ تو یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ جسکا مفصل جواب ہم عطیہ سالم قاضی مدینہ منورہ کی تقدیم کے جواب میں دے چکے ہیں۔ اعادہ باعث طوالت ہے۔ اسلئے ابتدائی صفحات میں جواب کا مطالعہ فرمالیں۔ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

اعلیٰحضرت کی تشیع سے بیزاری

قارئین کرام۔ البریلویت ص ۲۱-۲۴ تک نام نہاد احسان الٰہی ظہیر نے اعلیٰحضرت کے باپ اور دادا کا علماء احناف میں شمار تسلیم کرنے کے بعد سات عدد دلائل مزعومہ پیش کرکے انکا شیعہ ہونا ثابت کرنے کی ناکام کوشش بھی کی ہے۔ اور اس قول شنیع کی نسبت اپنی طرف کرنے کی بجائے یا اسکو اپنا دعویٰ قرار دینے کی بجائے آپ کے مخالفین کی طرف کی ہے۔ اگر یہ سچے ہوتے تو اسکو اپنی طرف منسوب کرتے اور خود دعویٰ کرتے کہ ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ شیعہ اور تقیہ کئے ہوئے تھے۔ مگر وہ خود جانتے تھے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور بکواس ہے۔ جسکا حقیقت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اسلئے وہ یہ دعویٰ نہ کرسکے۔ یوں تو جواباً ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ غیر مقلدین نجدی وہابی خارجی ہیں۔ حضرت علی اور دیگر اہلبیت علیہم الرضوان کے دشمن بنے ہیں۔ اور اس پر متعدد دلائل بھی پیش کرسکتے ہیں۔ تقیۃً اہل حدیث بن گئے ہیں وغیرہ۔ کیا اسکو مبنی بر حقیقت مان لیا جائے۔ البتہ خارجیوں کی معنوی اولاد ہونا امر واقعہ ہے حس کا انکار مشکل ہے۔ قارئین کرام۔ ظہیر صاحب نے اعلیٰحضرت کے شیعہ ہونے پر مخالفین کی طرف سے سات عدد دلائل پیش کئے ہیں۔ ہر ایک کا جواب نمبروار پیش کیا جاتا ہے۔ غور فرما کر خود فیصلہ کریں کہ کیا واقعی اعلیٰحضرت شیعہ تھے اور تقیۃً سُنی بنے

ہوئے تھے۔ یا یہ سراسر جھوٹ و بہتان ہے۔

دلیل ۱ جناب احمد رضا کے آباؤ اجداد کے نام شیعہ اسماء سے مشابہت رکھتے ہیں۔ انکا شجرۂ نسب یہ ہے۔ احمد رضا بن نقی علی خاں بن رضا علی بن کاظم علی۔ (حیات اعلیٰحضرت ص ۲)

الجواب:۔ قارئین کرام اسکے دو جواب ہیں۔ ایک تحقیقی دوسرا الزامی۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ اسماء در حقیقت اعلام ہوتے ہیں اور اعلام کے معانی کا اعتبار نہیں ہوتا۔ منطق کے ابتدائی رسائل جس نے پڑھے ہیں۔ وہ بھی یہ جانتا ہے نیز یہ کہ محض نام کی مشابہت شرعًا مذموم نہیں ہے۔ اور اس کے مذموم ہونے کا ادعا بلا دلیل ہے۔ محض اسم و نام کی مشابہت سے من تشبہ بقوم فہو منہم کا مصداق نہیں بنتا ورنہ تو اہلحدیثوں کی لمبی لمبی داڑھیوں کی وجہ سے انکو سکھ قرار دینا لازم آئیگا۔ کیا یہ قبول ہے۔ شعائر دین میں غیروں سے مشابہت ممنوع ہے۔ جو لمبی داڑھی میں موجود ہے۔ مگر نام شعائر دین میں نہیں ہیں۔ پھر من وجہ مشابہت کا اعتبار نہیں ہے ورنہ تو پھر خدا کو ایک ماننے میں رسول کو رسول ماننے میں اسلام کو دین ماننے میں قیامت کو ماننے میں ایسے بے شمار امور ماننے میں غیر مقلدین وہابیوں نجدیوں کی مشابہت رافضیوں، خارجیوں بلکہ مرزائیوں مشرکین مکہ کے ساتھ بھی لازم آتی ہے۔ مشرکین مکہ بھی ہر چیز کا خالق خدا کو مانتے تھے۔ ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله۔ کہ اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں و زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو جواب دیں گے۔ کہ اللہ نے۔ یہ امر مذکور کی دلیل ہے۔ غیر مقلد وہابی بھی ہر چیز کا خالق خدا کو مانتا ہے۔ اور مشرکین مکہ بھی خدا کو ہی ہر چیز کا خالق مانتے تھے۔ کیا یہ من وجہ مشابہت نہیں ہے۔ یقینًا ہے۔ تو پھر کیا انکو بھی مشرکین مکہ کی معنوی اولاد قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر جواب نفی میں ہے پھر فرق بتائیں۔ جو واضح ہو اور بیّن ہو۔

جواب الزامی

یہ ہے کہ اگر ناموں میں مشابہت شیعہ ہونے کی دلیل بن سکتی ہے تو پھر جناب اپنے گھر کی بھی خیر منائیں جناب کے پیشوا و مقتداء نواب صدیق حسن خاں کے والد کا نام حسن، دادا کا نام علی الحسینی بیٹوں کے نام میر علی خاں اور میر نورالحسن خان خود نواب صاحب کا نام صدیق حسن خاں ہے۔ وہابیوں کے شیخ الکل کا نام ہے نذیر حسین دہلوی ایک مدارسی مولوی کا نام ہے محمد باقر۔ قنوج کے ایک مولوی کا نام ہے رستم علی ابن علی اصغر ایک مولوی کا نام ہے۔ غلام حسنین ابن مولوی حسین علی ایک مشہور مولوی کا نام ہے محمد حسین بٹالوی۔ ان سب کا تذکرہ نواب صاحب بھوپالی نے اپنی کتاب ابجد العلوم کی تیسری جلد میں کیا ہے۔ کیا یہ سب رافضی اور شیعہ تھے۔ اگر نہ تھے تو پھر اپنی دلیل کا بطلان تسلیم کرو اور اگر دلیل کا بطلان مسلم نہیں پھر ان اپنے اکابر کا رفض و تشیع تسلیم کرنا ہوگا۔

؎ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

دلیل نمبر۲

بریلویوں کے اعلحضرت نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے خلاف نازیبا کلمات کہے ہیں۔ عقیدۂ اہلسنت سے وابستہ کوئی شخص انکا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ الخ۔

الجواب:۔ اولاً۔ "حدائق بخشش" حصہ سوم اعلحضرت کی سرے سے تصنیف ہی نہیں ہے۔ کوئی ماں کا لال اسکا ثبوت پیش کردے تو عدالت کے ذریعے پانچ ہزار روپے انعام لے سکتا ہے۔ اعلحضرت کی "حدائق بخشش" کے صرف دو حصے ہیں۔ جو ۱۹۰۷ء بمطابق ۱۳۲۵ھ میں مرتب ہوکر شائع ہوئے۔ اور ماہ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء کو اعلحضرت کا وصال ہوا اور آپ کے وصال کے دو سال بعد ماہ ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ اور ۱۹۲۳ء میں یہ حصہ سوم شائع ہوا۔ جسکو مولانا محبوب علی خاں قادری نے متفرق مقامات سے جمع کرکے شائع کرایا۔ مگر کتابت کرنے والا کاتب کوئی بدمذہب تھا۔

جس نے اپنی طرف سے چند ایسے اشعار کا از خود اضافہ کردیا جن میں جناب صدیقہ کی شان میں گستاخی پائی جاتی ہے۔ جوام زرع وغیرہ مشترکہ عورتوں کے متعلق تھے جیکا ذکر مسلم شریف۔ ترمذی شریف اور نسائی شریف میں بھی موجود ہے۔ مولانا محبوب علی صاحب سے یہ فحش غلطی ہوئی کہ وہ مسودۂ کتابت شدہ کو چیک نہ کرسکے۔ چنانچہ انہوں نے بعد میں علی الاعلان توبہ کی تھی۔ جو اس زمانہ کے متعدد جرائد و اخبارات میں شائع ہوچکی ہے۔

(ماہنامہ سنی دنیا۔ شمارہ ذوالحجہ ۱۳۷۶ھ ص۱۱ بحوالہ فتاویٰ مظہری ص۳۹۳ ج۲)

اس کا مزید ثبوت فیصلہ مقدسہ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے جو ۱۳۷۵ھ میں چھپا تھا۔ جسکو "مرکزی مجلس رضا لاہور" نے بھی چھاپ دیا ہے۔ تفصیلات کا مطالعہ اس میں کرسکتے ہیں۔

دلیل نمبر۳

یہ ہے۔ کہ اعلحضرت نے مسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشر و اشاعت میں بھرپور کوشش کی اور تقیۃً سنی بنے رہے اور اپنے تشیع پر پردہ ڈالے رکھا۔ اور انبیاء و اولیاء کے لئے علم غیب و علم ماکان و مایکون و اختیار و قدرت کے مسائل شیعہ سے اخذ کئے۔ (البریلویت ص۱۲)

الجواب:۔ قارئین کرام یہ ایسا جھوٹ ہے کہ جسکے سامنے بڑے بڑے دجال وکذاب بھی اپنے آپ کو چھوٹے تصور کریں گے اور ظہیر کے اس جھوٹ پر وہ بھی فخر کرتے ہوئے اسکو شاباش دینے پر مجبور ہوجائیں گے۔ بلکہ ابلیس لعین بھی ظہیر صاحب پر فخر کریگا کہ تم نے ایسا جھوٹ گھڑا ہے۔ جو میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا۔ قارئین کرام جس شخص نے اپنی زندگی میں متعدد فتوے شیعہ کے کفر و فسق و ضلالت پر دیئے ہوں۔ جس نے متعدد رسالے لکھے ہوں۔ انکے خلاف اسکو شیعہ قرار دینا کہاں کا انصاف ہے کہاں کی عقلمندی ہے۔ آپ نے تقریباً بیس۲۰ سے زائد رسالے شیعہ و روافض کے رد میں لکھے ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں۔ (۱) رد الرفضہ ۱۳۲۰ھ میں لکھی (۲) الدولۃ الطاعنۃ فی اذان الملاعنۃ جو

سنہ ۱۳۰۶ھ میں لکھی۔ (۳) اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادۃ جو سنہ ۱۳۲۱ھ میں لکھی (۴) جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ جو سنہ ۱۳۱۴ھ میں لکھی (۵) غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق۔ پھر بعض کتابیں آپ نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فضائل میں لکھی ہیں اور بعض رسائل ایمان ابوطالب کی نفی پر لکھے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ ابوطالب کفر پر فوت ہوئے ہیں۔ کیا یہ شیعہ ہونے کے دلائل ہیں اور کیا تقیہ کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ امیر معاویہ کی فضیلت ثابت کی جاتی اور ابوطالب کا کفر بھی ثابت کیا جائے۔ اور وہ بھی ایک سو تیس کتب تفسیر وعقائد وغیرھا سے۔ تقیہ باز کے لئے تو ایک دو حوالے پیش کردینا ہی کافی ہوتا ہے۔ کیا کسی واقعی شیعی رافضی کی مستقل کتاب دکھائی جاسکتی ہے جو تقیہ کفر ابوطالب پر لکھی گئی ہو یا کوئی مستقل کتاب ایسی دکھا سکتے ہیں۔ جو کسی رافضی شیعہ نے امیر معاویہ کے فضائل میں لکھی ہو۔

شیعہ کے بارے میں آپ کا حکم اور فتویٰ

آپ سے سوال کیا گیا کہ روافض کا حکم کیا ہے

تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ رافضی اگر امیر المومنین علی المرتضیٰ کو شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر فضیلت دے تو مبتدع (بدعتی) ہے۔ جیسے فتاویٰ خلاصہ عالمگیری وغیرہ میں ہے اور اگر شیخین یا ان میں سے ایک کی امامت کا انکار کرے تو فقہاء نے اسے کافر قرار دیا ہے اور متکلمین نے بدعتی اور اسی میں احتیاط ہے اور اگر اللہ تعالےٰ کے لئے بداء کا قائل ہو (کہ اسے پہلے علم نہیں ہوتا تھے واقع ہونے کے بعد علم ہوتا ہے۔) یا کہے کہ موجودہ قرآن ناقص ہے۔ صحابہ یا کسی دوسرے نے اس میں تحریف کی ہے یا یہ کہ امیر المومنین علی المرتضیٰ یا اہل بیت میں سے کوئی امام، اللہ تعالےٰ کے نزدیک انبیاء سابقین (علیہم السلام) سے افضل ہے۔ جیسے کے ہمارے شہر کے رافضی کہتے ہیں۔ اور ان کے اس دور کے مجتہد نے تصریح کی ہے۔ تو وہ کافر ہے۔ اور اسکا حکم مرتدوں والا ہے۔ جیسے کہ

فتاویٰ ظہیریہ کے حوالے سے عالمگیری میں ہے۔ ملاحظہ ہو۔ "فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین" "مکتبہ اشتیاق ترکی ص۱" بحوالہ "اندھیرے سے اجالے تک" ص۱۱۲ اور "احکام شریعت" ص۱۲۳ اور ص۱۲۶ اور ص۱۲۷، ۱۲۶ اور ص۱۲۹ بھی ثبوت کیلئے دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح فتاویٰ رضویہ ج۶ کے متعدد صفحات ۲۵، ۲۴، ۳۵، ۳۴، ۴۳، ۹۴، ۱۵۸۔ یونہی فتاویٰ رضویہ کی باقی جلدوں میں بھی شیعہ اور روافض کے متعلق احکام مذکور ہیں جو اعلیٰحضرت کے پکے سچے اصلی سنی حنفی ہونے اور شیعہ نہ ہونے اور تقیہ باز نہ ہونے کا ٹھوس ثبوت ہیں مگر یہاں ہم صرف یہ کہکر بات ختم کرتے ہیں کہ لعنۃ اللہ علی الوہابیین الکذبین الملعونین۔

دلیل نمبر ۴

جناب احمد رضا صاحب نے اپنی تصنیفات میں ایسی روایات کا ذکر کثرت سے کیا ہے۔ جو خالصۃً شیعی روایات ہیں اور انکا عقیدہ اہل سنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ مثلاً ان علیاً قسیم النار۔ اور ان فاطمۃ سمیت بفاطمۃ لان اللہ تعالےٰ فطمہا وذریتہا من النار۔ یعنی حضرت علی قیامت کے روز جہنم کی ٹکٹیں تقسیم کریں گے۔ جیساکہ یہ (الامن العلا ص۵۸ میں ہے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اور انکی اولاد کو جہنم سے آزاد کردیا ہے۔ (بحوالہ "ختم النبوۃ" از احمد رضا ص۹۸)

الجواب:۔ قارئین کرام۔ اولاً تو ان روایات کو محض شیعی روایات قرار دینا ظہیر صاحب کی جہالت ہے۔ کیونکہ کسی روایت کا شیعہ کی کتابوں میں پایا جانا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ وہ محض شیعی روایت ہے۔ اس طرح تو پھر متعدد متفق علیہ روایات کا خالص شیعی روایات ہونا لازم آئے گا۔ مثلاً یہ کہ نحن معشر الانبیاء لانورث ولا نورث ما ترکنا صدقۃ۔ یعنی حضور نے فرمایا کہ ہم انبیاء کا گروہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کسی کو وارث بناتے ہیں ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ وقف ہوتا ہے۔ ایسی اور بھی

مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ کیا ان روایات کو بھی خالص شیعی روایات قرار دے دیا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح ان روایات کو بھی خالص شیعی قرار دینا غلط ہے۔

ثانیاً۔ یہ روایات صرف شیعہ کی کتابوں میں ہی نہیں بلکہ خود اکابر اہلسنت کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔ مثلاً علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الشفاء شریف فاروقی کتب خانہ ملتان ص۲۲۳ ج۱ میں نقل کرتے ہیں۔ وقد خرج اھل الصحیح والائمۃ (الی ان قال) وانہ قسیم النار یدخل اولیاءہ الجنۃ واعداءہ النار یعنی اہل صحاح اور محدثین نے تخریج فرمائی ہے کہ حضرت علی دشمنوں کو دوزخ میں داخل کریں گے اور دوستوں کو جنت میں کیونکہ وہ قسیم النار (بھی) ہیں اور علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔ کہ امام ابن اثیر نے نہایہ میں بیان کیا ہے کہ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔ انا قسیم النار۔ میں دوزخ تقسیم کرنے والا ہوں یعنی (دوزخ کی ٹکٹیں بانٹنے والا) ملاحظہ نسیم الریاض مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ص۱۶۳ ج۳ اس کے بعد خود علامہ خفاجی فرماتے ہیں کہ ابن اثیر ثقہ ہیں اور حضرت علی کا قول محض رائے نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اجتہاد یا رائے کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا لہٰذا یہ حکماً حدیث مرفوع قرار پاتی ہے۔ ملاحظہ کریں۔ (صفحہ مذکورہ)

اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ حضرت علی کے اس قول کو حضرت شاذان فضلی نے اپنی کتاب جزء ردّ الشمس میں روایت کیا ہے (ملاحظہ ہو الامن والعلی ص۱۵۹) تو اب ثابت ہو گیا کہ اس روایت کو صرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ہی بیان نہیں کیا۔ بلکہ متعدد دیگر ائمۂ دین اور جلیل القدر بزرگان دین نے بھی بیان کیا ہے۔ اسی لئے قاضی عیاض نے اہل الصحیح اور الائمۃ جمع کے صیغے استعمال فرمائے ہیں۔ پھر کم از کم چار گواہ تو ٹھوس موجود ہیں۔ (۱) قاضی عیاض (۲) علامہ خفاجی (۳) ابن اثیر (۴) شاذان فضلی اور ان چار کا اس روایت کو بیان کرنا اسکے معتبر و قابل قبول ہونے کی واضح دلیل ہے

پھر قاضی عیاض کوئی معمولی شخصیت نہیں۔ انکی امامت اور جلالت کا اقرار تو خود غیر مقلدین کے گرو اور پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی بھی کئے بغیر نہیں رہ سکے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں۔ کہ "کان امام وقتہ فی الحدیث وعلومہ (الی ان قال) وکان لہ عنایۃ کثیرۃ بہ والاھتمام بجمعہ وتقییدہ وھو من اھل الیقین فی العلم والذکاء والفطنۃ والفھم ———— یعنی۔ قاضی عیاض اپنے زمانے میں حدیث اور علوم حدیث کے امام تھے۔ حدیث کی طرف بہت توجہ تھی۔ حدیث کے جمع کرنے اور ضبط کا اہتمام فرماتے تھے۔ وہ علم و فہم اور ذکاوت و فطانت میں صاحب یقین تھے۔ ملاحظہ ہو (حوالہ ابجد العلوم ص۱۴۸ ج۳) مگر خوارج کی یہ علامت ہے۔ کہ وہ جسکو محبت اہل بیت پاتے ہیں۔ اسکو بدنام کرنے کے لئے فوراً اس پر رافضی و شیعہ ہونے کا الزام و بہتان لگا دیتے ہیں۔ یہی ان کے خارجی ہونے کی نشانی ہے۔ رہی یہ روایت کہ جناب فاطمہ کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اللہ نے ان کو اور انکی اولاد کو جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔ تو اسکو بیان کرنے میں بھی اعلیٰحضرت تنہا نہیں بلکہ اسکو دسویں صدی کے مجدد و مشکوٰۃ کے شارح احناف کے جلیل القدر امام و محدث ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ "فقد ورد موقوفاً انما سمیت فاطمہ لان اللہ تعالیٰ قد فطمھا وذریتھا عن النار یوم القیامۃ" اخرجہ الحافظ الدمشقی وروی النسائی مرفوعاً انما سمیت فاطمہ لان اللہ تعالیٰ فطمھا ومحبیھا عن النار

(شرح فقہ اکبر مصری ص۱۱۰) یعنی مرفوع حدیث ہے۔ کہ حضور نے فرمایا کہ فاطمہ کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور انکی اولاد کو قیامت کے دن آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ روایت امام حافظ الحدیث ابن عساکر دمشقی نے بیان کی ہے۔ امام نسائی حدیث مرفوع بیان کرتے ہیں کہ فاطمہ نام اسلئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور انکے محبین کو

آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔ کیوں جناب کیا امام احمد رضا بریلوی تنہا ہیں اسکو بیان کرنے میں یا ملا علی قاری، امام ابن عساکر دمشقی اور امام نسائی جو صحاح ستہ کے امام ہیں وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔ قارئین کرام چاہیئے تو یہ کہ غیر مقلدین قاضی عیاض، امام خفاجی، امام شاذان فضلی امام ابن اثیر اور ملا علی قاری، امام ابن عساکر دمشقی اور امام نسائی کو بھی شیعہ و رافضی قرار دیں۔ اگر یہ حضرات شیعہ ہیں تو پھر سنی کون ہے۔ سچ ہے۔

ع این کار از تو سی آید و مردان چنیں کنند

(نوٹ) دلیل نمبر ۳ میں یہ بھی ظہیر صاحب نے لکھا ہے کہ علم غیب اور ما کان و ما یکون کا علم اور قدرۃ و اختیار جیسے مسائل انہوں نے شیعہ سے اخذ کئے ہیں۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے اس لئے کہ انبیاء کی شایان شان علم غیب ما کان و ما یکون کا علم اور اختیار و قدرۃ تو خود قرآن کریم کی متعدد آیات اور متعدد احادیث صحاح سے ثابت ہے۔ جو بعطاء اللہ اور باذن اللہ ہے۔ اور عطائی اور بالواسط محدود و متناہی حادث حرفانی ہے۔ اس کے برعکس خدا کا علم ذاتی، استقلالی بلاواسطہ غیر محدود اور غیر متناہی، قدیم غیر فانی ہے۔ یہی اسکی ذات کا خاصہ ہے۔ جسکا حصول غیر خدا کے لئے ممکن ہی نہیں ہے اور ایسے علم کا ایک ذرہ بھی غیر خدا کے لئے ماننا کفر اور شرک خالص ہے یعنی غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی۔ استقلالی بلاواسطہ ماننا کفر ہے۔ جیسا کہ اعلحضرت نے اپنی کتاب "الدولۃ المکیہ" صفحہ ۲۱۲، ۲۲۴ میں تصریح فرمائی ہے۔ باقی تفصیلی دلائل ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ مسائل کے ضمن میں آئیں گے۔

ترتیب اغواث پر اعتراض اور اسکا جواب

ظہیر صاحب صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ فاضل بریلوی کہا کرتے تھے کہ غوثوں یعنی مخلوق کی مدد کرنے والے اور جن سے مدد طلب کی جا سکتی ہے انکی ترتیب یہ ہے کہ انکی ابتداء حضرت علی سے ہوتی ہے

اور یہ ترتیب حسن عسکری تک جاتی ہے جو گیارہویں امام ہیں شیعہ کے نزدیک۔

(نوٹ) قارئین کرام یہاں ظہیر صاحب عربی عبارت میں لکھتے ہیں۔ الائمۃ الاحدیٰ عشر عند الشیعۃ۔ جس کا کوئی مطلب نہیں بنتا۔ عبارۃ کو یوں ہونا چاہیئے تھا۔ کہ احدیٰ عشر من الائمۃ عند الشیعۃ۔ یعنی شیعہ کے نزدیک گیارہویں امام مگر ظہیر صاحب نے الائمۃ الاحدیٰ عشر عند الشیعہ لکھ کر اپنے عربی دان ہونے کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ اہل علم خوب جانتے ہیں۔ اس عربی دانی کی حقیقت کو احدیٰ مضاف ہے عشر کی طرف اور قانون یہ ہے۔ کہ مضاف پر الف لام نہیں آ سکتا مضاف اضافت کی وجہ سے پہلے ہی معرفہ ہے اور معرفہ پر الف لام تعریف کا لانا بے سود ہے۔ مگر ظہیر صاحب جسکو لوگ علامہ کہتے ہیں وہ علامہ اس سے بے خبر تھا۔ جو اس کے جعلی علامہ ہونے کی دلیل ہے۔ (بحوالہ الامن والعلیٰ صفحہ ۵۸)

اب اصل اعتراض کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب ۔ قارئین کرام اس اعتراض کا مقصد یہ ہے کہ فاضل بریلوی کے نزدیک صرف شیعہ کے بارہ امام ہی غوث ہیں اور کوئی نہیں۔ یہ شیعہ ہونے کی دلیل ہے۔ مگر درحقیقت ظہیر صاحب نے جھوٹ بولا ہے۔ اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے غوثیت کی ان بارہ اماموں میں کہیں بھی حصر نہیں فرمائی۔ یعنی یہ کہیں نہیں لکھا کہ بس یہی غوث ہیں اور کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ اسکی دلیل یہ ہے کہ اعلحضرت ہی فرماتے ہیں۔ کہ غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے۔ (اس سلطنت میں وزیر چپ وزیر دست راست سے اعلیٰ ہوتا ہے) اور فاروق اعظم دست راست پھر امت میں سب سے پہلے درجۂ غوثیت پر امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے۔ وزارت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا ہوئی۔ اسکے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق کو غوثیت مرحمت ہوئی۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم و امام حسن (رضی اللہ عنہ)

وزیر ہوئے۔ پھر مولیٰ علی کو (غوثیت عطا ہوئی) اور امامین محترمین رضی اللہ عنہما وزیر
ہوئے پھر امام حسن رضی اللہ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب مستقل
غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم تک جتنے حضرات ہوئے سب
ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث۔ حضور تنہا غوثیت
کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے۔ ملاحظہ ہو (ملفوظات مطبوعہ لاہور ص ۱۱۵)
ازمولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی)۔

اس عبارت میں اعلیٰحضرت نے سب امت میں پہلے غوث صدیق اکبر کو اور
آخری غوث غوث اعظم کو لکھا ہے۔ اور ساتھ ہی فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کو بھی غوث لکھا ہے۔ کیا شیعہ و رافضی انکو غوث مانتے ہیں۔ ہرگز
نہیں۔ کیا یہ عبارت اعلیٰحضرت کے خالص سُنّی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ یہ تو نفس کا
درجہ رکھتی ہے۔ پھر اگر تقیہ ہی کیا تھا۔ تو صرف ابوبکر صدیق کو غوث لکھ دیتے یہی کافی
تھا۔ پردہ پوشی کے لئے کیا تینوں کو اور پھر غوث اعظم کو بھی غوث قرار دینا تقیہ
کے لئے ضروری تھا۔ ہرگز نہیں۔ مگر ہم یہاں صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہی پڑھ کر
مخالفین کے ارواح خبیثہ کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں اور ان کذابوں کے لئے ہمارے
پاس انکے لئے کچھ نہیں ہے۔

ایک اور اعتراض کا جواب

اسی دلیل کے ضمن میں ظہیر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ فاضل بریلوی کہتے ہیں
کہ علی بلائیں ٹالتے ہیں۔ مصیبتیں دور کرتے ہیں۔ ہر اس شخص کی جو دعاء سیفی مشہور
کو سات یا تین یا ایک مرتبہ پڑھتا ہے۔ اور وہ دعاء سیفی یہ ہے۔ ناد علیاً مظہر
العجائب تجدہ عوناً لک فی النوائب کل ھم وغم سینجلی۔
بولایتک یا علی یا علی۔

نیز۔ یہ بھی کہا کہ یہ شعر دفع امراض کے لئے نافع اور حصول وسیلہ و
ثواب کا سبب ہے۔ شعر یہ ہے۔

" لی خمسۃ اُطفی بھا حر الوباء الحاطمہ
المصطفیٰ والمرتضیٰ وابناھما والفاطمہ "

الجواب:۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے یہ دعا خود نہیں بنائی
خود نہیں گھڑی بلکہ آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (جو مسلّمہ بین الفریقین
شخصیت ہیں) سے انکی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے نقل فرمائی ہے۔
جو اس دعا کو اپنے تلامذہ و مریدین کو نہ صرف پڑھنے کی اجازت دیتے تھے۔ بلکہ خود بھی پڑھتے
تھے۔ اور صرف شاہ ولی اللہ صاحب ہی نہیں بلکہ آپ کے بارہ عدد اساتذۂ
احادیث و مشائخ طریقت بھی پڑھتے تھے۔ اور اس کو پڑھنے کی اجازت بھی دیتے تھے۔
اپنے مریدین و متعقدین کو اور وہ اساتذہ و مشائخ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ یہ ہیں۔
(۱) مولانا طاہر مدنی (۲) طاہر مدنی کے والد و استاذ و پیر مولانا ابراہیم کردی (۳) انکے
استاذ مولانا احمد قشاشی (۴) پھر ان کے استاذ مولانا احمد شناوی (۵) پھر شاہ صاحب
کے استاذ الاساتذہ مولانا احمد نخلی وغیرہم جیسے اکابرین اور شاہ صاحب کے اکثر
سلاسل حدیث انہی اکابر سے ہیں۔ یہ سب حضرات حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری
علیہ الرحمۃ کے جواہر خمسہ کو بالعموم اور دعاء سیفی کو بالخصوص پڑھنے کی اجازتیں لیتے بھی
تھے۔ اور اجازتیں دیتے بھی تھے۔ قارئین کرام غور کریں اور خود انصاف کریں کہ کیا حضرت
شاہ ولی اللہ اور ان کے یہ اساتذہ و مشائخ کرام سب کے سب شیعہ اور مشرک تھے۔
اور کیا حضرت شاہ محمد گوالیاری بھی شیعہ یا مشرک تھے۔ (العیاذ باللہ)
یہ پاکستانی نجدی وہابی یہ اصلی وہابی اور گلابی وہابی اگر اس دعاء سیفی کو پڑھنے
یا پڑھنے کی اجازت دینے والے کو واقعی شیعہ و مشرک قرار دینے میں مخلص ہیں اور سچے

ہیں۔ تو پھر ان تمام حضرات کو سمیت شاہ ولی اللہ کے شیعہ اور مشرک قرار دیں ورنہ اعلیٰحضرت پر اعتراض سے توبہ کر کے سچے مسلمان بن جائیں۔ مگر انکے نصیب میں توبہ یا سچا مسلمان بننا کہاں۔ یہ نعمت ان اشقیاء کے حصہ میں کہاں ہے

ایک اور اعتراض اور اسکا جواب

یہ کہ انہوں نے (فاضل بریلوی نے) شیعہ کی خاص اصطلاح علم جفر اور جامعہ کا اقرار کیا ہے جفر وہ جلد تھی جس میں جعفر صادق نے ہر وہ چیز لکھ دی تھی۔ جو قیامت تک ہونے والی تھی اور جسکی معرفت کی اہل بیت کو ضرورت ہو سکتی تھی نیز جفر و جامعہ حضرت علی کی دو کتابیں ہیں۔ جن کے اندر انتہائے دنیا تک کے ہونے والے حوادث علم الحروف کے طریقہ کے مطابق لکھ دیئے تھے اور آپ کی اولاد میں سے آئمہ معروفین انکو جانتے تھے۔ (البریلویت صد ۲۲ ترجمہ ملخصاً)

الجواب:۔ قارئین کرام۔ علم جفر ایک مستقل علم ہے۔ اسکی متعدد کتابیں ہیں۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے بھی اس علم میں ایک اہم کتاب لکھی تھی۔ اس علم کو شروع کرنے سے قبل اللہ تعالےٰ کے چند اسماء کا ورد کرنا ہوتا ہے۔ پھر خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوتی ہے اس ملاقات میں اگر حضور اجازت دیں تو اس فن کو شروع کیا جاتا ہے اگر اجازت نہ دیں تو پھر چھوڑنا پڑتا ہے۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ کسی علم کو ماننے یا جاننے سے انسان شیعہ قرار پاتا ہے۔ علم نحو و بلاغت کے بڑے بڑے امام معتزلی تھے۔ کیا ان علوم کو ماننے والا معتزلی قرار پاتا ہے۔ ہرگز نہیں تو پھر جفر و جامعہ محض ذکر کرنے سے اعلیٰحضرت کا شیعہ ہونا کیونکر لازم آیا۔

ما ھذا الا افتراء عظیم۔ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ اور بعض دیگر محققین کے نزدیک تو کسی بھی علم کو سیکھنا اور حاصل کرنا منع نہیں کہ علم سحر کی تحصیل بھی ممنوع نہیں ہے۔ جیسا کہ "فتاویٰ عزیزی" اور "تفسیر عزیزی" میں موجود ہے۔

ایک اور اعتراض اور اسکا جواب

دلیل نمبر ۴ کے ضمن میں ایک اور اعتراض یہ کیا ہے۔ کہ فاضل بریلوی نے یہ جھوٹی روایت نقل کی ہے۔ اسے برقرار رکھا اور اہلسنت کو اسکی تلقین کی ہے۔ رضا سے کہا گیا۔ جو امام ثامن اور شیعہ کے نزدیک معصوم ہیں (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) مجھے ایک کلام تعلیم فرمایئے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں۔ فرمایا قبر کے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر، سلام آپ پر اے اہل بیت رسالت، میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب و خواہش و سوال و حاجت آگے کرتا ہوں۔ خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم و ظاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں۔ ان سب جن و انس سے جو محمد اور آل محمد کے دشمن ہوں (البریلویت صد ۲۳)

الجواب:۔ اعلیٰحضرت نے اس روایت کو دو بزرگ ترین ہستیوں سے نقل فرمایا ہے۔ (۱) حضرت خواجہ حافظ واسطی سے انکی کتاب "فصل الخطاب" سے اور حضرت شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی سے انکی کتاب "جذب القلوب" سے ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ صد ۲۹۹ ج ۴ مطبوعہ مبارکپور انڈیا) اور حضرت شیخ محقق وہ قدآور شخصیت ہیں۔ جنکی علمی حیثیت کا اقرار کرتے ہوئے غیر مقلدین کے پیشوا و مقتداء نواب صدیق الحسن خاں بھوپالی انکی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ "اعلم ان الهند لم یکن بها علم الحدیث منذ فتحها اهل الاسلام (الی ان قال) حتی من الله تعالی علی الهند بافاضة هذا العلم علی بعض علمائها کالشیخ عبد الحق بن سیف الدین الترک الدهلوی المتوفی فی سنة اثنتین و خمسین و الف امثالهم وهو اول من جاء به هذا الاقلیم و افاضه علی سکانه فی احسن تقویم" (الحطۃ اسلامی اکادمی لاہور صد ۱۶۰ ۱۷) جب سے



اہل اسلام نے ہندوستان کو فتح کیا ہے۔ یہاں علم حدیث نہیں تھا۔ (چہ جا) یہاں
تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان پر احسان فرمایا اور یہ علم وہاں کے علماء کو عطاء فرمایا۔
جیسے شیخ محقق عبد الحق بن سیف الدین ترک دہلوی (جنکی وفات ۱۰۵۲ھ میں
ہوئی) وغیرہ علماء اور وہ اس علم کو اس خطہ میں لانے والے اور یہاں کے لوگوں
میں اچھے طریقے سے پھیلانے والے پہلے بزرگ ہیں۔"

قارئین کرام غور کریں۔ ایسی عظیم شخصیت نے اس روایت کو اپنی کتاب "جذب القلوب"
میں بیان کیا ہے۔ اور اعلحضرت نے انہی کے حوالہ سے اسکو نقل کیا ہے۔ اب اگر اعتراض
کرنا ہے۔ تو پہلے علامہ حافظی واسطی صاحب فصل الخطاب اور شیخ محقق پر کرو پھر
اعلحضرت پر کرو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اعلحضرت پر اعتراض جہالت قرار پائیگا۔ کیونکہ وہ
ناقل ہیں اور ناقل پر اصولی طور پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ اعتراض تو صرف منقول عنہ
پر کیا جاتا ہے۔ پھر ان بزرگوں کو شیعہ ثابت کرو اور شیعہ ہونے کا اعتراض ان پر کرو پھر اپنے
پیشواء نواب صدیق حسن خان پر کرو۔ جس نے اپنی روایت کے ناقل اور بیان کرنے والے
شیخ محقق کی توثیق و تصدیق فرمائی ہے اور خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

؎ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ایک اور اعتراض :۔ ایک اعتراض دلیل ۲ کے ضمن میں یہ بھی کیا گیا۔ کہ اعلحضرت
نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام حسین کے مزار کی تصویر گھر میں رکھنا بطور تبرک جائز
ہے۔ (البریلویۃ صـ ۲۳)

الجواب :۔ قارئین کرام اس ظالم جھوٹے سے پوچھئے کہ کیا امام حسین
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مزار کی تصویر جاندار کی تصویر ہے یا غیر جاندار کی۔ یقیناً اولیٰ کی

صورت میں جاندار ہونے کی دلیل درکار ہے اور غیر جاندار ہونے کی صورت میں منع
کی کوئی وجہ نہیں ہے اگر ہے تو پیش کرو۔ اس قسم کی چیزیں دینی طور
پر معظم ذوات کی طرف نسبت کی وجہ سے تقدس کی حامل ہوجاتی ہیں۔ کعبہ شریف
روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی تصاویر کو اپنے گھروں میں رکھنا بلاشبہ جائز ہے۔
منع کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ہاں اگر ان کی تصاویر جاندار اشیاء کی تصاویر سے ملحق ہوں
تو پھر منع کا حکم لگایا جائیگا۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب
اور ان الصفاء والمروۃ من شعائر اللہ اور واتخذوا من مقام ابراہیم
مصلی۔ اس بات کی روشن دلیلیں ہیں۔ کہ معظمان دینی کی نسبت سے تقدس حاصل
ہو جاتا ہے۔ اور جس تعزیہ و ماڈل میں پریوں اور براق کی تصویریں ہوں۔ وہ
اعلحضرت کے نزدیک بھی منع اور حرام ہیں۔ جیسا کہ آپ نے اسکا حکم اپنے رسالہ
"تعزیہ داری" مکتبہ حامدیہ لاہور صـ ۳۰۴ میں بیان فرمایا ہے۔ اور وہ یہاں زیر
بحث نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۵ اعلحضرت کا سلسلۂ بیعت حضور صلے اللہ علیہ وسلم تک شیعہ کے
اماموں کے ذریعہ پہنچتا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے خود اپنی عربی
عبارت میں بیان کیا ہے۔ (البریلویۃ صـ ۲۳)

الجواب :۔ یہ اعتراض پرلے درجہ کی جہالت کا ثبوت ہے۔ اگر اسکو شیعہ
ہونے کی دلیل بنایا جاسکتا ہے تو پھر اسماعیل دہلوی کے پیرو مرشد سید احمد بریلوی
کا سلسلہ بیعت بھی حضور تک انہی ائمہ اہل بیعت کے ذریعہ پہنچتا ہے۔
اور حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ تو ان اماموں کو معصوم قرار دے چکے ہیں اور شاہ
عبد العزیز صاحب محدث دہلوی۔ انکو اہلسنت کے پیشواء اور مقتداء قرار دیتے ہیں
ملاحظہ ہو۔ تفہیمات الٰہی وغیرہ اور فتاوی عزیزی فارسی مجتبائی دہلی ص ۱۲۷ ج ۱
اور مخزن احمدی صـ ۱۲-۱۱)

ایک اعتراض :- اعلیٰحضرت کو عربی نہیں آتی تھی۔ وہ غلط عربی لکھتے تھے۔ اس عبارت سے جو شجرہ میں نقل کیا ہے۔ کہ رجیل من امتہ خیر من الرجال السابقین وحسین من زمرتہٖ احسن من کذا وکذا حسناً من السابقین۔ السید السجاد زین العابدین باقر علوم الانبیاء والمرسلین (الی ان قال) وجعفر الذی یطلب موسیٰ الکلیم رضاء ربہ بالصلوٰۃ علیہ۔

اس عبارت سے عربی میں ان کا نابلد اور ماہر ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ شخص جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین سال کی عمر میں عربی میں گفتگو کرتا تھا (البریلویۃ ص۲۳)

الجواب :- قارئین کرام اس عربی عبارت پر ظہیر صاحب کا اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کسی کاتب نے قرآن کی کتابت کرتے وقت نادانا نوح پڑھا تو نا کو کاٹ دیا اور دانا نوح بنا دیا۔ یہی حال اس معترض کا ہے۔ "انوار رضا" ص۲۸ تا ص۳۰ میں اس شجرہ کی عربی عبارت دیکھی جا سکتی ہے۔ بلاریب اعلیٰحضرت کو خدا نے عربی زبان پر پوری دسترس عطا فرمائی تھی۔ اور یہ شجرہ کی عبارت بھی اسکی گواہ ہے۔ مگر جو بے توفیق خود عبارت کو سمجھنے سے قاصر رہا اور صحیح عبارت نقل کرنے سے بھی عاجز رہا وہ کیا اعتراض کر سکتا ہے۔ ظہیر صاحب نے اصل عبارت کو صحیح نقل نہیں کیا جہاں اصل عبارت خیرٌ من رجالٍ من السابقین تھا۔ اسکو خیر من الرجال السابقین بنا دیا یعنی مرکب اضافی کو مرکب توصیفی بنا دیا۔ رجال نکرہ پر الف لام داخل کر دیا پھر السابقین پر من جارہ تھا۔ اسکو بھی حذف کر دیا۔ رجال کی تنوین تعظیم کی تھی اسکو حذف کر کے اصل مفہوم بدل دیا پھر بعض مقامات پر قومہ لگانا تھا نہیں لگایا اور جہاں نہیں لگانا تھا وہاں لگا دیا۔ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ عبارت کو ہی نہیں سمجھ پائے۔

اور ظہیر صاحب اسی ص۲۳ میں لکھتے ہیں کہ۔ اور ہم نہیں جان سکے کہ یہ ترکیب کونسی ہے۔ اور یہ عبارت کیا ہے۔ "حسینٌ من زمرتہٖ احسن من کذا وکذا" اور

یہ کہ باقر علوم الانبیاء کا کیا معنی ہے۔ اور بالصلوٰۃ علیہ کا کیا معنی ہے۔

الجواب :- قارئین کرام ظہیر صاحب کا اپنا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ بالکل صاف اور واضح عبارت کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس عبارت میں جس طرح رُجَیلٌ رَجُلٌ کی تصغیر ہے اسی طرح لفظ حسینؓ بھی یہاں تصغیر کا صیغہ ہے۔ چونکہ حضور کا ذکر تصغیر کے صیغہ سے بے ادبی ہے۔ اسلئے اعلیٰحضرت نے آپ کا ذکر نہایت لطیف طریقہ سے کیا ہے۔ کہ آپ کی امت کا یہ چھوٹا سا مرد سابقہ امتوں کے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے۔ اور آپ کے گروہ کا چھوٹا سا حسین گذشتہ اُمتوں کے بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔ ترکیب نحوی یہ ہے کہ رُجَیلٌ موصوف ہے اور من امتہ اسکی صفت ہے موصوف اور صفت مل کر مبتدا ہے۔ خیرٌ من رجالٍ من السابقین دونوں ظرفین خبر اسم تفضیل سے متعلق ہو کر خبر بنکر جملہ اسمیہ خبریہ بنتا ہے۔ یونہی واوٗ عاطفہ ہے اور حسین موصوف ہے۔ من زمرتہٖ اسکی صفت ہے اور احسن اسم تفضیل ہے من کذا وکذا مل ملا کر خبر ہے اور چونکہ احسن اسم تفضیل ہے اور اس میں ابہام ہے اس لئے اسکی تمیز حسناً کو لاکر ابہام کو دور کر دیا گیا ہے۔ من السابقین بھی احسن سے متعلق ہے۔ یہ سب مل کر خبر ہیں۔ مبتدا کی مبتدا اور خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ بنتا ہے۔ اس ترکیب کو خود وہ سمجھ نہ سکے۔ اور سمجھ بھی کیسے سکتے تھے۔ وہ تو ترکیب نحوی سے بے بہرہ تھے۔ اسی طرح باقر کا معنی بھی نہ سمجھ سکے۔ حالانکہ باقر کا معنی ہے۔ کھولنے والا کتب لغت کو اٹھا کر دیکھتے تو یہ ذلت نہ اٹھاتے پوری عبارت کا معنی ہے۔ انبیاء و رسل کے علوم کو کھولنے والے اور یہ کہ بالصلاۃ علیہ کا معنی کیا ہے ظہیر صاحب یہ بھی نہ سمجھ سکے۔ اگر پورے جملہ پر غور کرتے تو معنی سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی پورا جملہ یہ ہے۔ کہ جو ساقی کوثر ہے اور تسنیم جو جعفر (جو جنت کی نہر ہے) کا مالک ہے۔ وہ جس پر صلاۃ پڑھ کر موسیٰ کلیم اپنے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔ کتنی آسان ترکیب ہے۔ اور کتنی صاف اور واضح عبارت ہے۔ جسکو ظہیر صاحب جیسے

نالائق کم سے کم استعداد والا شخص کیونکر سمجھ سکتا تھا۔ جو شخص مسجد کے بچوں کے پڑھانے
کے بعد ٹافیاں اور چونی یا اٹھنی دیکر یہ کہے کہ گلیوں میں یہ نعرہ لگاؤ۔ علامہ صاحب زندہ باد
علامہ صاحب زندہ باد وہ علم میں استعداد پیدا کرنے کی کوشش کیوں کرلیگا۔ ثبوت کے
لئے ملاحظہ ہو (ہفت روزہ "اہلحدیث" لاہور شمارہ ۱۳ اگست سنہ ۱۹۸۴ء بیان حافظ
عبدالرحمٰن مدنی اہلحدیث فاضل مدینہ یونیورسٹی)

دلیل نمبر ۶ انہوں نے پاک و ہند اور بیرونی ممالک کے اہل سنّت کی تکفیر کی اور
صراحتًا لکھا کہ انکی مسجدیں مسجدیں نہیں انکی صحبت اور
ان سے نکاح جائز نہیں لیکن شیعہ کو اپنے فتووں کا نشانہ نہیں بنایا۔ انکے مراکز اور
امام باڑوں کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔ اس کے برعکس کہتے ہیں۔ کہ شیعہ نے ایک امام
باڑہ بنایا۔ پھر بریلوی کے پاس گئے تو انہوں نے اس کا تاریخی نام تجویز کردیا (البریلویت ص۲۲)

الجواب:- یہ سراسر جھوٹ ہے اور سفید جھوٹ ہے۔ اعلیحضرت نے ہرگز کسی بھی
سنّی مسلمان کی تکفیر نہیں کی نہ کسی مسلمان کو کافر قرار دیا بلکہ آپ نے صرف ان لوگوں کی
تکفیر فرمائی اور ان کا حکم شرعی بتایا۔ جنہوں نے خدا اور رسول کی شان میں گستاخی کا ارتکاب
کیا اور ضروریات دین کا انکار کیا ہے اور ایسے لوگوں کو کافر قرار نہ دینا خود کافر ہونے
کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشرفعلی تھانوی نے خود اقرار کیا ہے کہ احمد رضا
اگر ہمیں کافر قرار نہ دیتا تو وہ خود کافر ہوجاتا جیسا کہ "اشد العذاب" ص۱۳ پر آپ نے
لکھا ہے کہ مسلمان کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔ آپ نے تو اسماعیل دہلوی کے بہتر ۷۲
کفریات گننے کے بعد بھی اسماعیل کو کافر قرار نہیں دیا۔ کیونکہ ایک قول کے مطابق بعض
علاقوں میں اسکی توبہ مشہور ہوچکی تھی۔ جیسا کہ "فتاوی رشیدیہ ص۲۱۱ پرانا نسخہ" میں اسکا ذکر
موجود ہے۔ اتنے محتاط شخص پر تکفیر مسلمین اور وہ بھی اہلسنّت کی تکفیر کا الزام لگانا ظلم
عظیم نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہنا بھی سفید جھوٹ ہے کہ فاضل بریلوی نے

شیعہ کو اپنے فتووں کا ہدف نہیں بنایا۔ ہم پہلے گذشتہ صفحات میں اعلیحضرت
کے متعدد رسائل کے نام تحریر کرچکے ہیں جو آپ نے رافضیوں اور شیعوں کے ردّ
میں لکھے ہیں۔ مثلاً (۱) ردّ الرفضہ (۲) الادلۃ الطاعنۃ فی آذان الملاعنۃ (۳) اعالی الافادہ
فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادۃ "تفضیلیہ شیعہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ
کی تنقیص کرنے والے شیعہ کے ردّ میں (۴) البشرٰی العاجلۃ وغیرہا لکھے۔ تقریباً بیس ۲۰
سے زائد رسائل شیعہ شنیعہ کے ردّ میں لکھے ہیں۔ اسکے باوجود یہ کہنا کہ انہوں نے
شیعہ کو اپنے فتووں کا نشانہ نہیں بنایا ظلم صریح اور کذب خالص نہیں تو اور کیا ہے۔
لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ رہا یہ کہ انہوں نے شیعہ کے ایک امام باڑے کا نام تجویز
کیا تو یہ بھی اعلیحضرت کے کلام کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے یا پھر خیانت مجرمانہ ہے۔ اصل بات
یہ ہے اعلیحضرت سے ۱۲۸۶ھ میں کسی نے یہ سوال کیا کہ ایک امام باڑہ بنایا گیا ہے آپ
اسکا نام (جو تاریخی ہو) تجویز کردیں۔ آپ نے فرمایا۔ اور فی البدیہہ فرمایا کہ بدرِ رفض (۱۲۸۶ھ)
نام رکھ لیں۔ وہ کہنے لگا امام باڑا تو گذشتہ سال تیار ہوچکا تھا۔ غرض یہ تھی کہ نام میں
لفظ "رفض" نہ آئے۔ آپ نے فرمایا۔ دارِ رفض (۱۲۸۵ھ) رکھ لیں۔ سائل نے کہا امام باڑا کی
ابتدا تو (۱۲۸۴ھ) میں ہوئی تھی۔ فرمایا۔ "دارِ رفض" پھر مناسب ہوگا۔ (حیات اعلیحضرت
ص۱۴۱ مؤلفہ مولانا ظفر الدین بہاری)۔ یہ کیسی صریح دلیل ہے کہ آپ شیعہ کے سخت مخالف
تھے۔ وہ تو ایسا نام تجویز کرتے ہیں۔ کہ ہر حال میں انکا رفض ظاہر ہو کسی مسلمان کو دھوکہ
نہ لگے۔ مگر کیسے ظالم ہیں یہ نجدی وہابی کہ جس واقعہ سے مخالفت کا ثبوت ملتا ہے۔
اسکو موافقت کے انداز میں پیش کررہے ہیں۔ پورا واقعہ لکھ دیتے تو اصل حقیقت واضح
ہوجاتی مگر پورا واقعہ نقل نہیں کیا صرف یہ لکھ دیا کہ انہوں نے شیعہ کے امام باڑے کا
نام تجویز کیا تھا۔ حالانکہ صرف نام تجویز کردینے کو بھی شیعہ ہونے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔
(کما لا یخفی علی اہل النہی)

دلیل نمبر ۷ انہوں نے اپنے بعض قصائد میں شیعہ کے اماموں کی مدح و منقبت میں مبالغہ کیا ہے (البریلویۃ ص۲۴)

الجواب :- اس کے ثبوت میں صرف "حدائق بخشش" کا نام لکھا ہے۔ کوئی صفحہ نمبر کا حوالہ موجود نہیں نہ کوئی قصیدہ یا شعر بطور ثبوت پیش کیا ہے۔ نہ اور کوئی دلیل دی ہے اور دعویٰ بلا دلیل قبول نہیں ہو سکتا۔ اس طرح شیعہ ہونے کو ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی سفید جھوٹ ہی ہے۔

اقراری شیعہ کون؟

قارئین کرام - اعلیٰحضرت کا شیعہ ہونا تو یہ نجدی وہابی تاقیامت ثابت نہیں کر سکتے۔ اگر ان میں ہمت اور جرأت اور حوصلہ ہے تو ہم انکو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ گوجرانوالہ کی بھی عدالت میں اگر اعلیٰحضرت کا رافضی یا شیعہ ہونا ثابت کریں اور پانچ ہزار روپے انعام حاصل کریں۔

؎ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

البتہ ہم انکے ایک اہم اور چوٹی کے گرو اور ایک بہت بڑے عالم کے قلم سے اسکا اقرار پیش کرتے ہیں۔ جس سے انکا خود شیعہ ہونا صراحتہً ثابت ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں کہ ۔ اھل الحدیث ھم شیعۃ علی یحبون اھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویتولونھم و یحفظون فیھم وصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذکرکم اللہ فی اھل بیتی وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی (الی ان قال) واھل البیت علی والحسن والحسین و فاطمہ واولاد فاطمہ واولا اولادھم الی یوم القیامۃ

(ترجمہ) اہل حدیث ہی علی کے شیعہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت و موالات رکھتے ہیں اور انکے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کا پاس رکھتے ہیں کہ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ اور میں تمہارے اندر دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ دوسری اپنی عترت اہل بیت (یہاں تک کہا) اہل بیت یہ ہیں۔ علی۔ حسن۔ حسین فاطمہ، اولاد فاطمہ اور انکی اولاد تاقیامت (رضی اللہ عنہم اجمعین) ملاحظہ ہو۔

(ہدیۃ المہدی - مطبوعہ سیالکوٹ ص۱۰۰)

کیا اس عبارت میں علامہ وحید الزمان صاحب نے صراحتہً علی کا شیعہ ہونے کا اقرار و اعتراف نہیں کر لیا۔ کیا اسکو جھٹلایا جا سکتا ہے۔

؎ دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اعلیٰحضرت کے ذرائع معاش پر اعتراض

قارئین کرام۔ ظہیر صاحب نے البریلویۃ کے ص۲۲ پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ انکے عقیدت مند حضرات متضاد باتیں انکی معیشت کے متعلق لکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ کبھی تو کہتے ہیں۔ کہ وہ خاندانی طور پر رئیس تھے۔ زمین دار تھے۔ غریب لوگوں کو ماہانہ وظائف دیتے تھے۔ اور یہ اعانت صرف مقامی لوگوں سے مخصوص نہ تھی بلکہ بیرونی لوگوں کو یہ اعانت بذریعہ منی آرڈر رقم کی صورت میں کرتے تھے۔ اور کبھی لکھتے ہیں کہ انکو دست غیب سے بکثرت مال ملتا تھا۔ جیسا کہ "حیات اعلیٰحضرت" اور دیگر کتابوں میں ملتا ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف یہ دولت کی فراوانی اور دوسری طرف انکے عقیدت مندوں نے انہی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے۔ بعض

اوقات سالانہ ملنے والی رقم کافی نہ ہوتی تو وہ دوسروں سے قرض لینے پر مجبور ہو جاتے حتیٰ کہ ڈاک کا ٹکٹ خریدنے کے لئے بھی پیسے نہ ہوتے تھے۔ ملاحظہ ہو (البریلویۃ ص۲۴)

الجواب :- یہ امر واقعہ ہے کہ آپ خاندانی طور پر رئیس اور زمیندار تھے۔ اپنی زمینیں آپ نے اپنے عزیزوں کے سپرد کی ہوئی تھیں۔ وہ کاشت کرتے تھے۔ جو آمدن آپ کے حصہ میں آتی۔ اسکو کتابوں کی خریداری گھر کے اخراجات مہمانوں کی خاطر مدارت پر خرچ کر دیتے تھے۔ اسی سے غرباء کو وظائف بھی دیتے تھے۔ اور اگر کبھی ضرورت پڑتی تو کسی سے طلب ذکر تے تھے۔ چنانچہ "حیات اعلیٰحضرت" میں آپ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ فرماتے "ضروریات کیلئے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں" پھر قرض لینے کا کیا مطلب ہے؟ یہ تو استغناء نفس کی بات ہے کہ باوجود ضرورت کے کسی سے نہ طلب کرتے اور یہ بھی تو ہوتا رہتا ہے کہ دولت مندوں کے جیب بھی کبھی خالی ہو جاتے ہیں اور عارضی ضرورت مند بن جاتے ہیں اس سے ان کو تنگ دست تو نہیں کہا جاسکتا۔ تنگ دست کی تعریف اس پر کب صادق آتی ہے۔ باقی دست غیب سے بعض اوقات ملنا یہ بھی ناممکن نہیں مگر اس کو اعلیٰحضرت نے پسند نہیں فرمایا۔ خود فرماتے ہیں۔ کہ دست غیب کے لئے دعا کرنا محال عادی کے لئے دعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی و ذاتی کے حرام ہے۔ (ملاحظہ ہو احکام شریعت ص۲۴)

باقی کسی صندوقچی سے بعض اوقات کچھ نکالنا بھی ناممکن نہیں یہ بھی کرامت ہو سکتی ہے۔ اور کرامت کا انکار معتزلہ کرتے ہیں۔ نہ اہلسنّت۔ (ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر ص۷۹)

وفانهم المعتزلة حيث لم يشاهدوا فجانبهم هذه المنزلة

یعنی معتزلہ نے اہلسنّت کی مخالفت کی ہے۔ کرامت کا انکار کرکے کیونکہ انکو اپنے بزرگوں میں یہ مرتبہ دکھائی نہیں دیا۔

ایک اعتراض :- انکے مخالفین یہ تہمت لگاتے ہیں کہ دست غیب کا صندوقچی وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ انگریزی استعمار کا ہاتھ تھا۔ جو انہیں

اپنے اغراض و مقاصد میں استعمال کرنے کے لئے امداد دیتا تھا۔ (البریلویۃ ص۲۵)

الجواب :- اولاً۔ تو خود ظہیر صاحب نے اس ص۲۵ میں تسلیم کرلیا ہے۔ کہ انگریزی استعمار کی ایجنٹی کا الزام محض تہمت ہے۔ خود لفظ تہمت لکھنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ظہیر صاحب کا اپنا ضمیر بھی اسکو محض تہمت قرار دیتا ہے۔ اسکو حقیقت ماننے کو تیار نہیں ہے۔ مزید یہ کہ ظہیر صاحب نے اسکو تہمت قرار دیا ہے اور پھر اس کے تہمت نہ ہونے پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی ہے۔ جو ان کے نزدیک بھی بلا دلیل ہونے کا ثبوت ہے۔ بلکہ ظہیر صاحب نے خود ص۲۶ پر اسکی تردید کردی ہے اور تسلیم کیا ہے کہ انکی آمدنی کا ذریعہ مریدین اور عقیدت مندوں کے نذرانے اور تحائف تھے۔ اور یہی بات حق و درست ہے۔ اسکے علاوہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ منگھڑت اور ڈھکوسلہ ہے۔ چنانچہ انکی اپنی عبارت یہ ہے۔ ان ما ذكرناه وثبتناه آخراً هو الاصح في دخلهم ومعاشهم والباقي كلها مختلقات۔ یعنی۔ انکی آمدن اور ذریعہ معاش کے سلسلہ میں صحیح ترین بات وہ ہے۔ جو ہم نے آخر میں بیان کی ہے۔ باقی سب ڈھکوسلے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص۲۶ البریلویۃ) اگرچہ ہمارے نزدیک یہ کہنا درست نہیں ہے کہ۔ انکی آمدن کا بڑا حصہ مریدین کی نذروں اور تحائف پر مشتمل تھا یا پھر مسجد کی تنخواہ پہ گذر بسر تھا۔ کیونکہ یہ ثابت نہیں کہ بریلوی کے والد یا دادا زراعت صناعت یا تجارت و فروخت میں مصروف تھے۔ یہی حالت بریلوی کی اپنی تھی" (ملخصاً) ص۲۵ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ حقیقت وہ ہے جو پہلے لکھا گیا ہے کہ اعلیٰحضرت خاندانی طور پر رئیس تھے۔ زمینوں کے مالک تھے۔ زمین اپنے عزیزوں کے حوالے کر رکھی تھی۔ اسکی آمدن ملتی تھی۔ اس سے کتابیں خریدتے تھے۔ اسی سے گھر کے اخراجات چلاتے تھے۔ اُسی سے ماہانہ وظائف بعض غرباء کو دیتے تھے۔ ملاحظہ ہو (حیات اعلیٰحضرت۔ ص۵۲ مولانا ظفر الدین بہاری)

ثانیاً :- یہ سراسر جھوٹ اور سفید جھوٹ ہے کہ اعلیٰحضرت انگریز کے ایجنٹ تھے۔

اس پر کوئی ٹھوس اور صحیح دلیل تا قیامت مخالفین پیش نہیں کر سکتے محض الزام تراشی
کرتے رہے ہیں۔ اور اب بھی کرتے ہیں۔ مگر تا قیامت انشاء اللہ تعالٰی اپنے اس
دعویٰ باطل کو ثابت نہیں کر سکتے۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ انکے اپنے اکابر کا انگریز
کا ایجنٹ ہونا امر واقعہ ہے جسے جھٹلانا انکے لئے ممکن نہیں ہے۔

وہابیوں کو چیلنج

قارئین کرام! ہمارا چیلنج ہے ان وہابیوں نجدیوں کو کہ وہ کبھی
گوجرانوالہ کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے اکابر کا دفاع کریں۔ ہم ثابت کریں گے کہ ان کے
اکابر خود انگریز کے وفادار نمک خوار اور نہایت مخلص ایجنٹ تھے۔ اگر ان میں
ہمت، حوصلہ، جرأت ہے۔ تو وہ ہمارے اس چیلنج کو قبول کریں اور میدان میں آئیں
یعنی گوجرانوالہ کی کسی بھی عدالت میں اگر ہمارے دلائل کا جواب دے کر انعام حاصل کریں
قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے ہم یہاں چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین
کرام کو معلوم ہو سکے کہ در حقیقت انگریز کا وفادار نمک خوار اور نہایت مخلص ایجنٹ کون
ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(۱) تقویۃ الایمان مؤلفہ اسماعیل دہلوی کا انگریزوں نے ترجمہ انگریزی میں کروا کر اس کو
شائع کیا۔ اور ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے جنکی چودہ کتابوں کا ذکر آپ نے کیا ہے۔
ان میں ۷ پر تقویۃ الایمان (جو در حقیقت تفویۃ الایمان ہے) ہے۔ ملاحظہ ہو ثبوت
کے لئے مقالات سرسید صـ ۱۷۵ جـ ۹ مجلس ترقی ادب لاہور) یہ انگریزی ترجمہ منشی
شہامت علی نے کیا جو ۱۸۵۲ء میں لندن سے شائع ہوا۔ یہ کسی بریلوی کی بات نہیں سرسید
کی بات ہے۔ (۲) غیر مقلدین کے ایک نامور اور مشہور زمانہ عالم فاضل مولوی

محمد حسین بٹالوی جس نے مسلسل کوششوں سے انگریزی حکومت سے اپنی جماعت
اور فرقہ کا نام "اہلحدیث" الاٹ کرایا تھا۔ جیسا کہ اشاعۃ السنۃ کے صفحات گواہ ہیں
لکھتے ہیں۔ کہ "فرقہ اہلحدیث گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنا کامل حق رسی کا معترف ہے۔
(یعنی اہل حدیث نام الاٹ ہونا) اور اپنے پر دلعزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ "وائسرائے
لارڈ ڈفرن" اور اپنے پیارے رحم دل اور فیاض لفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایچی سن "کا
تہہ دل سے شکر گذار ہے۔ الخ (ملاحظہ ہو اشاعۃ السنۃ صـ ۲۱۳ جـ ۹ شمارہ ۷)
(نوٹ) محمد حسین بٹالوی نے جو درخواست انگریزوں کو دی "اہل حدیث" نام الاٹ کرانے
کے لئے وہ صرف ایک مولوی بٹالوی ہی کا کام نہیں بلکہ اس پر تین ہزار ایک سو چھتیس
(۳۱۳۶) علماء و افراد غیر مقلدین کے دستخط کروا کر یہ درخواست دی گئی۔ یعنی یہ انتظامی
اور اجماعی کارنامہ ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ (اشاعۃ السنۃ جلد ۹ صـ ۲۶ شمارہ ۷) انگریزی
حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بٹالوی صاحب نے اشاعۃ السنۃ میں جو لکھا ہے
وہ اوپر گذر چکا ہے۔

(۳) ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کا جشن پچاس سالہ سرکاری طور پر ۱۸۸۶ء میں منایا گیا تھا
جس پر اہلحدیثوں نے خصوصاً لاہور کے اہلحدیثوں نے ایک سپاسنامہ پیش کیا تھا۔ جس
میں لکھا تھا۔ کہ ہم بڑے جوش سے یہ دعا مانگتے ہیں۔ کہ خدا تعالٰی حضور والا کی حکومت
کو اور بڑھائے اور تا دیر حضور والا کی رعایا کا نگہبان رہے۔ الخ۔ ملاحظہ ہو۔
(اشاعۃ السنۃ صـ ۲۰۵ جـ ۹ حاشیہ ۶ شمارہ ۷) اور اشاعۃ السنۃ جلد ۹ صـ ۲۶
شمارہ ۷ میں یہ بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ انگریز نے "اہل حدیث" خطاب سے غیر مقلدوں کو نوازا
تھا۔ غیر مقلدین نے انگریزوں کو جو سپاسنامہ پیش کیا تھا۔ اس پر علاوہ دیگر حضرات
کے ان حضرات کے دستخط درج تھے۔ (۱) مولوی سید نذیر حسین دہلوی (شیخ الکل) (۲) محمد حسین بٹالوی
(وکیل اہلحدیث) (۳) محمد یونس خان رئیس دناولی علی گڑھ (۴) مولوی قطب الدین پیشوائے

اہلحدیث (۵) مولوی محمد سعید بنارس (۶) مولوی الٰہی بخش بلیڈر لاہور (۷) مولوی
سید نظام الدین پیشوائے اہلحدیث مدارس

(۴) بٹالوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اس مسئلہ اور اسکے دلائل سے صاف ثابت ہوتا
ہے۔ کہ ملک ہندوستان باوجود یہ کہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالسلام
ہے۔ اس پر کوئی بادشاہ عرب کا ہو یا عجم کا۔ مہدی سوڈان ہو یا خود حضرت سلطان
(ترکی کا بادشاہ) شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی یا چڑھائی کرنا جائز نہیں ہے
ملاحظہ ہو۔ حوالہ (الاقتصاد ص۱۹ وکٹوریہ پریس)

(۵) اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ کوئی
مسلمانوں کا امام موصوف بصفات وشرائط موجود ہے اور نہ اُن کو ایسی شوکت
وجمعیت حاصل ہے۔ جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی اُمید کرسکیں۔
ملاحظہ ہو (الاقتصاد ص۲۷ مؤلفہ محمد حسین بٹالوی)۔ یہ رسالہ بٹالوی نے
۱۸۷۶ء میں لکھا تھا۔ بٹالوی صاحب سے بھی پہلے مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری
اور مرزا فتح محمد بیگ جو یقیناً اہلحدیث تھے۔ انہوں نے جہاد کے حرام ہونے
کا فتویٰ دیا تھا۔

(۶) اسماعیل دہلوی نے کہا۔ کہ۔ ان پر (انگریز کے خلاف) جہاد کسی طرح واجب
نہیں ہے ..... بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ
اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔ ملاحظہ ہو (حیاتِ طیبہ ص۲۹۶ از مرزا
حیرت دہلوی)

(۷) مولوی محمد حسین بٹالوی پیشوائے "اہل حدیث" اپنی وصیت میں لکھتے ہیں۔ کہ اراضی
جو خدا تعالٰی نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے۔ چار مربع ہے۔ ملاحظہ اشاعت السنہ
ص۲۷۷ ج ۱۹ شمارہ ۹)

(۸) علاوہ بریں ہم لوگ معاہد ہیں۔ سرکار سے عہد کیا ہوا ہے۔ پھر کیوں کر عہد کے
خلاف کر سکتے ہیں۔ عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے (فتاویٰ نذیریہ ص۲۸۴ ج ۳)
مزید لکھتے ہیں۔ کہ "ہندوستان میں شوکت وقوۃ اور قدرت مقصود ہے اور ایمان بچانا
یہاں موجود ہے۔ پس جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کرنا یہاں سبب
ہلاکت اور معصیت کا ہوگا۔" (فتاویٰ نذیریہ ص۲۸۵ ج ۳)

یہ تین عدد عبارتیں سید نذیر حسین دہلوی پیشوائے اہل حدیث کی ہیں۔ جن میں
وہ انگریز کے خلاف جہاد کو عہد شکنی ناقابلِ مذمت اور جہاد کو گناہ بھی قرار دے رہے
ہیں۔

(۹) نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں۔ کہ "اور جب ہندوستان دارالسلام ہے تو
یہاں جہاد کا کیا مطلب، بلکہ گناہوں میں سے ایک گناہ اور کبائر میں سے ایک کبیرہ
ہے"۔ ملاحظہ ہو (ترجمانِ وہابیہ ص۱۵ مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی)

قارئین کرام! ہم نے ۹ عدد جو حوالہ جات سے غیر مقلد وہابیوں کا انگریز کا
وفادار ہونا نمک خوار اور پکا حامی ہونا ثابت کر دیا ہے۔ غور کرلیں۔ اور فیصلہ
خود کریں۔ کہ انگریز کا ایجنٹ کون ہے بریلوی یا غیر مقلد وہابی۔

آپ کی بعض عادات پر اعتراض

قارئین کرام ظہیر بے ضمیر صاحب البریلویہ کے صفحہ ۲۶ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فاضلِ بریلوی کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ بکثرت پان کھاتے تھے۔ حتیٰ کہ افطاری کے بعد رمضان میں پان پر ہی اکتفا کر لیتے تھے۔

الجواب:- قارئین کرام مخالف جب کسی عادت کا ذکر کرتا ہے تو عموماً اس سے متبادر الی الذہن یہی ہوتا ہے کہ وہ اس عادت پر اعتراض کرنا چاہتا ہے اور اس عادت کو قابلِ مذمت قرار دینا چاہتا ہے۔ اگر یہاں بے ضمیر صاحب کی اس حرکت کو اسی پر محمول کیا جائے تو پھر چونکہ بے ضمیر صاحب پان کی حرمت یا کراہت یا قباحت پر کوئی بھی شرعی دلیل پیش نہیں کر سکے۔ اس لئے وہ اپنی مذموم کوشش میں ناکام رہے ہیں ان کے نزدیک پان کھانا یا اس کی کثرت حرام یا مکروہ یا قبیح ہے تو پھر دلیل پیش کرنا ان کی ذمہ داری تھی، جس کو وہ پورا نہیں کر سکے اور نہ ہی کوئی غیر مقلد اب اس کا ثبوت فراہم کر سکتا ہے۔ جب اس کی کسی قسم کی ممانعت پر دلیل شرعی موجود نہیں تو پھر اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔

اعتراض:- اسی صفحہ نمبر ۲۶ پر بے ضمیر صاحب لکھتے ہیں کہ وہ حقہ بھی پیتے تھے بلکہ حقہ کے کش کو کھانے پینے کی اشیاء پر ترجیح دیتے تھے اور وہ اور ان کے خاندان کے افراد ہر ملاقاتی اور مہمان کے سامنے حقہ پیش کرتے تھے۔ جیسے بازاری اور دیہاتی لوگ کرتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے، یہ بریلوی سے منقول ہے کہ میں حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تاکہ شیطان بھی میرے ساتھ شریک ہو جائے (ملفوظات)

الجواب:- اگر بے ضمیر کو حقہ پینے پر اعتراض تھا تو چاہیے تھا کہ حقہ کی حرمت یا کراہت یا اس کی قباحت پر دلائل شرعیہ قائم کرتے مگر دلائل تو در کنار، ایک دلیل بھی پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت کوئی غیر مقلد حقہ نوشی کی حرمت ثابت نہیں کر سکتا۔ اگر حوصلہ ہے تو میدان میں آئیں اور حرمت ثابت کر کے انعام حاصل کریں۔ باقی بعض علاقوں میں آنے والے مہمان و ملاقاتی کو اولاً حقہ پیش کرنا رواج و دستور ہے، اس کو بھی مہمان کی عزت تصور کیا جاتا ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت یا آپ کا خاندان بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ یہ بھی اکرموا الضیف کے پیشِ نظر ہوتا تھا۔ جب حقہ حلال چیز ہے تو پھر اس کو کھانے پینے کی دیگر اشیاء پر مقدم کرنا اور آنے والوں کو اولاً پیش کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اگر اس میں کوئی شرعی قباحت کا مدعی ہے تو پھر دلیل شرعی پیش کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

من ادعی فعلیہ البیان۔

اور یہ کہنا کہ مزے کی بات یہ ہے کہ میں حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا۔ ...... الخ تو واقعی یہ مزے کی بات ہے کہ کیونکہ وہ شیطان کو اپنا دشمن جانتے تھے اس لئے چاہتے تھے کہ شیطان بھی شریک ہو تاکہ اس کو نقصان ہو یعنی وہ شیطان کو نقصان میں مبتلا کرنا چاہتے تھے اور ہر مومن کامل کا یہی شیوہ ہے اور خواہش ہے کہ وہ شیطان کو اذیت و نقصان میں مبتلا کرے۔ یہ واقعی مزے کی بات ہے اگر بے ضمیر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ان کا ساتھی ہوتا تھا تو اس سے تو کوئی وہابی نجدی ملاں محفوظ نہیں ہے۔ اگر آپ کھانا کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں مگر بسم اللہ نہیں پڑھتے تو حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ ایسا کرنے والے کے ساتھ شیطان نزدیک ہوتا ہے۔ اس سے تو اعلیٰ حضرت کی شیطان سے نفرت و عداوت کا اظہار ہوتا ہے نہ کہ محبت و دوستی کا۔ پھر حقہ نوشی کا جواز تو خود غیر مقلدین کے شیخ الکل

سید نذیر حسین دہلوی کے اپنے فتاویٰ نذیریہ صفحہ ۴۲۴ ج ۳ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

"جو لوگ حقہ نوشی کی حرمت کے قائل ہیں ان کا قول ناقابلِ اعتماد ہے اس واسطے کہ حرمت موقوف ہے۔ اوپر دلیل قطعی کے اور قائل حرمت نے حرمت پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں کی ہے بلکہ جتنی دلیلیں وہ پیش کرتے ہیں، کُل کی کُل ظنی ہیں، اور وہ بھی مخدوش ...... الخ

اس عبارت سے حُقہ نوشی کا حرام نہ ہونا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے بلکہ اسی فتاویٰ میں صفحہ ۳۲۳ میں لکھتے ہیں کہ "آیا تمبا کو کا کھانا اور استعمال کرنا، اس کا ناک میں سو کوئی دلیل معتبر اس کی کراہت پر قائم نہیں ہے اور تمبا کو ایک پاک چیز ہے اور اس کا دھواں بھی پاک ہے۔ پس اس کے پانی کے ناپاک ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور دھوئیں کی وجہ سے جو پانی متغیر ہو جاتا ہے سو اس کی وجہ سے وہ ناپاک نہیں ہو سکتا ...." الخ

جو لوگ اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے حُقے کے پانی کو پاک قرار دیا ہے وہ اس عبارت پر بھی غور کر لیں، اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھ لیں۔

اعتراض :- صفحہ ۲۷ پر بے ضمیر صاحب لکھتے ہیں کہ فاضل بریلوی کی عادت تھی کہ وہ لوگوں کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے اور ایک بریلوی (مصنف) نے لکھا ہے کہ بریلوی اشرف میاں کے پاؤں چوما کرتے تھے۔ اور ایک اور بریلوی (مصنف) نے لکھا ہے کہ فاضل بریلوی جب سنتے کہ کوئی حاجی حج بیت اللہ سے واپس آیا ہے تو وہ فوراً پوچھتے کہ کیا آپ نے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی ہے؟

اگر وہ کہتا کہ ہاں، تو وہ فوراً اُس کے پاؤں چُوم لیتے تھے۔

الجواب :- قارئینِ کرام ظاہر ہے بے ضمیر نے لفظ الناس (لوگ)، ذکر کر کے یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ، فاضل بریلوی عام لوگوں کے پاؤں چُومتے تھے حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ آپ یا تو بزرگانِ دین، اولیاء کرام یا صرف ان لوگوں کے پاؤں چُومتے تھے جو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و حج بیت اللہ کی حاضری کی سعادت سے مشرف ہو کر آتے تھے اور ایسے لوگوں کے پاؤں چُومنا خدا کے گھر کی اور خدا کے رسول کی محبت کی علامت ہے بر بنائے محبت ایسا کرنا کوئی شرعی جُرم اور گناہ نہیں ہے۔ بے ضمیر نے اعتراض تو کر دیا مگر ایسے حضرات کے پاؤں چُومنے کے عدمِ جواز و قباحت پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے۔

ہاتھ پاؤں چُومنا

بزرگانِ دین کی دینی جلالت و عظمت کے پیشِ نظر ان کے ہاتھوں کو اور پاؤں کو چومنا بلاشبہ جائز ہے۔ جب کہ ایسا کرنا ریاکاری اور چاپلوسی یا کسی اور غرضِ فاسد کے لیے نہ ہو۔

(۱)- حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو یہودی جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے آیاتِ بیّنات کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے بیان فرمایا اس کے بعد فقبلا یدیہ ورجلیہ وقال نشھد انک نبی رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی الخ ان دونوں نے حضور کے دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ نبی ہیں، اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد، نسائی نے روایت کیا ہے۔ مزید ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ شریف باب الکبائر و علامات النفاق- صفحہ ۱۷)

۲۔ حضرت زراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبدالقیس کے اس وفد میں شامل تھے جو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، فرماتے ہیں کہ لما قدمنا المدینۃ فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورجلہ (رواہ ابوداؤد) یعنی جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اتر کر رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس اور پائے مبارک کو چومنے لگے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اس کے علاوہ حدیث، مشکوٰۃ شریف، باب المعانقۃ والمصافحۃ، فصل ثانی صفحہ ۴۰۲ میں بھی موجود ہے۔ ان دو عدد حدیثوں سے صاف طور پر ثابت ہے کہ بزرگوں کے ہاتھ و پاؤں چومنا جائز ہے۔ اگر یہ منع ہوتا تو حضور علیہ السلام ان مسلمان ہونے والے دو یہودیوں کو اور اس طرح وفد عبدالقیس کے شرکاء سمیت حضرت زراعؓ کو اپنے ہاتھ پاؤں چومنے کی اجازت نہ دیتے۔ حضورؐ کا منع نہ کرنا نہ روکنا نہ ٹوکنا یہ جواز کی واضح اور روشن دلیل ہے بلکہ بعض روایات میں تو حضورؐ نے خود اپنا سر اور پاؤں کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ علامہ شامی نے شامی شریف صفحہ ۲۴۵، ج ۵ میں نقل کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے اسلوب بیان پر اعتراض

"قارئین کرام ظہیر بے ضمیر صاحب صفحہ ۲۷ پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ بہت سخت تھے۔ مخالفین کو بڑے سخت الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ حتیٰ کہ کتا، خنزیر، ابلیس، کذّاب، سرکش، کافر، فاجر، مرتد جیسے الفاظ کی ان کے نزدیک کوئی قیمت نہیں ہے۔ بریلوی لغت میں، اور ان کی تو کوئی کتاب کوئی رسالہ ایسے بے ہودہ الفاظ اور القاب سے خالی نہیں ہے، وہ تو

اخلاقیات ... کی تمام حدود سے تجاوز کر گئے ہیں۔ وہ دیوبندیوں کے خدا کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا پر بھی قادر ہو ورنہ چکلے کی عورتیں اس کے ساتھ ہنسیں گی کہ تو خدائی کا دعویٰ کیسے کرتا ہے جبکہ تو ہماری طرح زنا کے فعل پر بھی قادر نہیں ہے۔ حالاں کہ اس پر ہم قادر ہیں۔ مزید یہ کہ خدا کا آلہ تناسل بھی ہو وغیرہ وغیرہ۔ (بحوالہ سبحان السبوح از فاضل بریلوی صفحہ ۱۴۲، البریلویۃ صفحہ ۲۷۔

الجواب:۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت بے دینوں اور بد مذہبوں، بد عقیدہ اور گستاخانِ شانِ الوہیت و شانِ رسالت کے لئے شمشیر بے نیام تھے۔ اولاً تو پیار و محبت سے سمجھانے کی کوشش کرتے۔ اگر سمجھ جائے ٹھیک ورنہ اس کی گمراہی و ضلالت کے مطابق زجر و توبیخ فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت مذہبی بیماریوں کے ایک سرجن ڈاکٹر تھے جیسے سرجن جب سمجھ جاتا ہے کہ اس عضو کے کاٹے بغیر یا اپریشن کے بغیر کوئی حل نہیں ورنہ مرض جسم کے دوسرے حصوں میں پھیل جائے گا تو یہی حال اعلیٰ حضرت کا تھا کہ وہ مذہبی بیماری میں مبتلا لوگوں کو پوری کوشش سے سمجھاتے تھے۔ اگر کوئی نہیں سمجھتا تھا تو آپ پھر فتویٰ دے کر حکم شرعی بتلاتے تاکہ لوگ ان سے بچ سکیں تاکہ ان کی گمراہی کا مرض دوسرے لوگوں میں پھیل نہ جائے۔ ظاہر ہے کہ سرجن جس شخص کے کسی ایسے عضو و حصہ کو چیر پھاڑ کر یا کاٹ کر علاج کرتا ہے تو وہ شخص تو ضرور اس سرجن کو سخت دل، پتھر دل معلوم کیا کیا کہتا ہے۔ مگر در حقیقت وہ سرجن اس کے جسم کے دوسرے حصوں کا خیر خواہ و ہمدرد ہے۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت کے نشتر کی زد میں آنے والے تو ضرور ان کو سخت دل، پتھر دل وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں۔ مگر در حقیقت آپ نے

دیگر اہلِ اسلام کو ان کی گمراہی و ضلالت سے بچایا ہے اور یہ اہلِ اسلام کا واقعی بھلا ہے نہ کہ بُرا۔ یہ دلیلِ محبت ہے نہ کہ دلیلِ عداوت۔ یہ تو اہلِ ایمان سے ہمدردی اور خیر خواہی ہے نہ دشمنی۔

قارئین کرام اعلیٰ حضرت نے کبھی بھی اپنی ذات کی وجہ سے کسی کو برا نہیں کہا بلکہ آپ نے جس کو بھی بُرا کہا یا جس پر بھی شدت کی صرف اور صرف خدا اور رسول کے لئے کی ہے جو در حقیقت اشداء علی الکفار رحماء بینہم کا مظہر اور الحب للہ والبغض اللہ کا مصداق ہے۔

اور یہ اعتراض کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ایسے اوصاف سے متصف قرار دیا کہ کوئی مسلمان خدا کو ان اوصاف سے متصف نہیں کہہ سکتا۔ اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ وہ دیوبندیوں کا خدا ہے (البریلویۃ صفحہ ۲۷) تو جواباً گزارش ہے کہ چونکہ دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب نے یہ کہا تھا کہ:۔

"چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معارضہ کم فہمی، یہ کلیہ ہے کہ جو مقدور العبد ہے، وہ مقدور اللہ ہے"۔ (جہد المقل اور اخبار نظام الملک ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء)"

اس لئے اعلیٰ حضرت نے الزامی جواب دیتے ہوئے اور تقدیس شانِ الوہیت کا تحفظ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اگر بندے کا ہر مقدور، مقدورِ خدا ہے تو پھر نعوذ باللہ اسے درج ذیل مفاسد لازم آئیں گے کہ پھر خدا زنا، چوری، شراب خوری، جہل و ظلم وغیرہ قبائح پر بھی قادر ہو۔ وگرنہ خباثات خدا کو مطعون کریں گی۔ کہ تو ہمارے برابر بھی نہیں ہے تو خدائی کا دعویٰ کس منہ سے کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی اصل عبارت کو دیکھ لیں پھر پتہ چل جائے گا کہ وہ نعوذ باللہ قبائح سے خدا کو متصف قرار دیتے ہیں یا جھوٹ کے امکان کا رد کرتے ہوئے ان تمام بُرے اوصاف سے مبرا و

منزہ ثابت کرتے ہیں اور دیوبندیوں اور وہابیوں کے اکابر کو الزام دیتے ہیں۔ کہ اگر تم کل مقدور العبد مقدور اللہ کا مفہوم و مطلب یہی لیتے ہو تو پھر ان مذکورہ بالا مفاسد سے کیسے بچو گے... (فالملزوم مثلہ)

مگر بے ضمیر نے اس بات کو ایسے ڈھنگ میں پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا یہ دھوکہ کھا جائے کہ وہ (فاضلِ بریلوی، العیاذ باللہ تعالیٰ خدا کی ذات اقدس کو ان اوصاف مذمومہ سے متصف مانتے ہیں، لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

ایں کار از تو می آید و مرداں چنیں کنند۔

بے ضمیر صاحب صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں کہ بریلوی صاحب ایک ماہر علوم عقلیہ کے پاس پڑھنے گئے۔ انہوں نے پوچھا کیا شغل ہے جواب دیا کہ وہابیوں کے خلاف لکھتا ہوں۔ ان کی گمراہی اور کفر کا پول کھولتا ہوں، تو اس ماہر عالم نے کہا ایسا کرنا مناسب نہیں ہے تو یہ وہاں سے واپس لوٹ آئے اور اس شخص سے پڑھنے سے انکار کر دیا۔

قارئین کرام غور کریں اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ یہ تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ کا ہی حصہ تھا کہ وہ محبت و عشقِ رسول میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لئے گستاخوں کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ مشہور بات ہے دوست کا دشمن بھی دشمن ہوتا ہے۔ اور یہ تو الحب للہ والبغض للہ کی عملی تفسیر ہے۔ مزید یہ کہ اس کی تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ اعادہ مناسب نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت کی لُغت پر اعتراض

"قارئین کرام بے ضمیر صاحب صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں کہ جہاں تک ان کی لُغت کا تعلق ہے تو وہ نہایت پیچیدہ اور مبہم قسم کی عبارات کا سہارا لیتے۔ بے معنی الفاظ و تراکیب استعمال کر کے تاثر یہ دینا چاہتے ہیں کہ انہیں علوم و معارف میں

بہت گہری دسترس حاصل ہے۔ ۔۔۔۔۔۔ الخ

الجواب: اپنے اس دعوٰی پر کوئی عبارت، جو پیچیدہ اور مبہم ہو یا بے معنی لفظ اور بے معنی ترکیب اعلیٰ حضرت کی کسی کتاب سے بطور ثبوت پیش نہیں کی۔ کوئی ایک مثال ہی پیش کر دیتے، مگر کہاں سے لاتے؟ اس لئے ثابت ہو گیا ہے کہ بے ضمیر کا دعوٰی بلا دلیل اور مردود ہے۔

صفحہ ۲۸ پر ہی لکھتے ہیں کہ ان کے ایک معتقد لکھتے ہیں کہ:۔

"اعلیٰ حضرت کی بات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان علم کا سمندر ہو" (بحوالہ انوارِ رضا، صفحہ ۲۸۶)

الجواب:۔ قارئین کرام عبارت مذکورہ بالا قضیہ محصورہ نہیں بلکہ قضیہ مہملہ ہے جو جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے۔ اب مطلب عبارت کا یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی بعض باتیں ایسی ہیں جن کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کے پاس کافی علم ہو اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس معتقد نے یہ نہیں کہا کہ ان کی ہر بات کو سمجھنے کے لئے انسان کے پاس علم کا سمندر ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر قابلِ اعتراض ہو سکتا تھا۔ مگر ایسا تو ہرگز نہیں فرمایا۔ اس جاہل کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ مذکورہ بالا عبارت منطقی طور پر کون سا قضیہ بنتی ہے۔ کلیہ ہے یا مہملہ ہے۔ اور اگر مہملہ ہے تو پھر وہ کلیہ کی قوت میں ہے یا جزئیہ کی قوۃ میں ہے۔ مگر اس کی بلا جانے ان منطقی باتوں کو۔

صفحہ ۲۸ پر لکھتا ہے کہ وہ کلام میں فصیح نہ تھے اور کتابت و خطابت میں بھی فصیح نہ تھے۔ اسی لئے وہ وعظ نہ کرتے تھے۔ نہ جمعہ میں نہ عیدین میں، البتہ عید میلاد میں ضرور تقریر کرتے تھے، یا پھر اپنے مرشد کے عرس میں چند کلمات کہتے تھے۔ ۔۔۔ الخ

الجواب:۔ قارئین کرام جن کی علمی وجاہت و جلالت، اور قوۃ استدلال اور قدرت کلام کا اعتراف علامہ اقبال، ڈاکٹر حامد علی خاں، ایم اے

پی ایچ، ڈی، ریڈر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (انڈیا)، پروفیسر علی عباس جلال پوری، ایم اے فلسفہ (گولڈ میڈلسٹ)، اور ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں، سابق شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی، ڈاکٹر محی الدین الوائی اہل حدیث، جامعہ ازہر اور ابوالاعلیٰ مودودی صاحب جیسے لوگ کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں مندرجہ بالا بیان بے ضمیر صاحب کا کیا اہمیت رکھتا ہے۔ حوالہ جات کے لئے درج ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ سیالکوٹ صفحہ ۱۸ نیز صفحہ ۲۲ اور خیابانِ رضا صفحہ ۲۲ وغیرہ، ہم نے اختصار کی خاطر اصل عبارات نقل کرنے کی بجائے صرف حوالہ جات کے صفحات پر اکتفا کیا ہے۔ مگر حوالہ کوئی غلط نہیں ہے۔ ایک حوالہ بھی غلط ثابت کرنے والے کو پانچ ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ بے ضمیر صاحب سطحی قسم کا علم رکھتے تھے بلکہ اس سے بھی کافی حد تک محروم تھے۔ ایسے لوگ تحقیقی اور دقیقی، علمی و فنی گفتگو کو کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی بے وقوف، حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی "فیوض الحرمین"، ہمعات اور تفہیمات الٰہیہ کو سمجھنے سے قاصر ہو تو اس کو حق کہاں سے مل گیا ہے کہ وہ ان کتابوں کی مشکل عبارات کی وجہ سے ان کو مبہم اور غیر فصیح قرار دیدے۔

عمومی طور پر تو علماء کسی ایک فن میں ماہر ہوتے ہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت تو دونوں میدانوں (یعنی تقریر و تحریر) کے شہسوار تھے۔ اس کا ثبوت حیاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ ۹۵، ج ۱، از علامہ بہاری صفحہ ۹۷ اور صفحہ ۲۸ اور صفحہ ۱۸۷ اور صفحہ ۱۴ میں مولانا عبدالقیوم بدایونی، مولانا عبدالقادر بدایونی اور سید ایوب علی رضوی اور ڈاکٹر سید عبداللہ ایم اے، ڈی، چیئرمین شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے بیانات سے ملتا ہے۔ سید عبداللہ صاحب کا بیان حیاتِ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صفحہ ۱۴ میں دیکھا جا سکتا ہے جو ڈاکٹر محمد مسعود احمد

کی تالیف ہے۔ اختصار کی خاطر عبارات کو نقل نہیں کیا، صرف حوالے پر اکتفا کیا ہے رہا یہ کہ وہ تقریر نہیں کرتے تھے .... الخ یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ آپ تو جمعہ بھی پڑھاتے تھے۔ پانچ پانچ، چھ چھ گھنٹے بھی، آٹھ آٹھ گھنٹے بھی آپ نے وعظ فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت از بہاری صاحب صفحہ ۹۵ ج ۱، صفحہ ۲۸ ، ج ۱ وغیرہ۔ ان حوالہ جات سے ثابت ہو گیا ہے کہ بے ضمیر صاحب کا دعویٰ مذکورہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔

اعتراض بر تعداد مؤلفات اور اُس کا جواب

قارئین کرام بے ضمیر انسان "البریلویۃ" کے صفحہ ۲۹ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ بعض بریلوی کہتے ہیں کہ آپ کی کتابوں کی تعداد دو سو کے قریب ہے۔ جیسا کہ الدولۃ المکیۃ میں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ساڑھے تین سو ہے جیسا کہ "المجمل المعدد لتالیف المجدد" میں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ چار سو ہیں جیسا کہ "المجمل المعدد تالیف المجدد" ہی میں ہے بعض نے کہا کہ پانچ سو ہے یہ تعداد زیادہ ہے۔ جیسا کہ یہ قول بھی "المجمل" ہی میں ہے بعض نے کہا چھ سو سے متجاوز ہے اور ایک اور نے تو اس کو ناکافی جان کر یہ کہدیا کہ یہ تعداد ایک ہزار سے بھی زائد ہے۔ حالاں کہ ان کی کتابوں کی تعداد دس سے زیادہ نہیں۔ اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ فاضلِ بریلوی نے کوئی کتاب لکھی ہی نہیں، صرف فتوے لکھے ہیں بعض سوالوں کے جواب میں .... الخ

الجواب:- "قارئینِ کرام ان متعدد و مختلف اقوال مذکورہ بالا سے دلیل پکڑ کر تعارض یا تناقض ثابت کرنا درحقیقت بے ضمیر انسان کی جہالت کی روشن دلیل ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر قائل نے اپنے معلومات و علم کے مطابق بات کہی ہو جس کے علم میں جو آیا وہ اس نے کہہ دیا اور بیان کر دیا۔ جیسے حدیث

متواتر کی تعداد میں اقوال مختلف و متعدد ہیں۔ کیا اس سے حدیث متواتر کے وجود کا انکار کرنا درست ہے؟ ہرگز نہیں۔ یونہی یہاں کتابوں کے وجود کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔ ثانیاً اس لئے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ زمانے کے اختلاف کی وجہ سے یہ تعداد مختلف ہو۔ پہلے یہ تعداد دو سو تھی۔ پھر بڑھ کر بعد میں ساڑھے تین سو ہو گئی پھر اس کے بعد بڑھ کر چار سو ہو گئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد یہ بڑھ کر پانچ سو ہو گئی۔ پھر مزید کچھ عرصہ بعد یہ چھ سو ہو گئی۔ پھر ایک عرصہ بعد یہ تعداد بڑھ کر ایک ہزار یا اس سے بھی زائد ہو گئی۔ آخر یہ عمل تدریجی ہے۔ تدریجۃً عمل بڑھتا رہا تو نتیجتہً تعداد بھی بڑھتی رہی۔ اس امکان کا انکار بلا دلیل تو صرف عناد اور مکابرہ ہے۔ نہ یہ محال عقلی ہے نہ محال شرعی ہے نہ محال عادی ہے۔ جو شخص استحالہ عقلی یا شرعی یا عادی کا ادعاء کرتا ہے۔ وہ اسکو دلیل سے ثابت کرے بلا دلیل نہ کوئی دعویٰ مسموع و مقبول ہے نہ کوئی انکار قابل سماع و قبول ہے۔

ظہیر بے ضمیر کی حماقت تو دیکھئے کہ ایک طرف تو صفحہ ۲۹ پر سطر نمبر ۴ میں لکھتے ہیں کہ مع کتبہ التی یطلق علیها اسمُ الکتاب لا یتجاوز العشرۃ ...... الخ یعنی باوجود اس کے کہ اس کی وہ کتابیں جن پر کتاب کا پورا نام بولا جا سکتا ہے۔ وہ دس سے زیادہ نہیں۔ اس عبارت میں بے ضمیر نے اعلیٰ حضرت کی کتابوں کی تعداد دس تو تسلیم کر لی ہے۔ مگر کمال حماقت دیکھئے کہ اسی صفحہ ۲۹ سطر نمبر ۶ میں لکھتے ہیں کہ ان البریلوی لم یکتب کتابًا، یعنی بریلوی نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ (صرف فتوے لکھے ہیں)۔

قارئین کرام ملاحظہ کیا آپ نے کہ سطر نمبر ۴ میں تسلیم کرتا ہے۔ کہ فاضلِ بریلوی نے دس کتابیں لکھی ہیں اور سطر نمبر ۶ میں سرے سے کسی کتاب کے لکھنے کا انکار کر جاتا ہے۔ کتاباً اسم نکرہ تحت النفی واقع ہے جو مفید استغراق ہوتا ہے جس کا

مفاد یہ ہے کہ فاضلِ بریلوی نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ کیا یہاں بے ضمیر نے اپنی تکذیب آپ نہیں کردی۔ کسی نے سچ کہا تھا کہ دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔ جھوٹ بولنے والے کا حافظہ کام نہیں کرتا۔

ثالثاً یہ کہ جہات کے اختلاف کی وجہ سے کتابوں کی تعداد مختلف ہوسکتی ہے یعنی یہ کہ وہابیوں، نجدیوں کے ردّ میں جو لکھی گئی ہیں۔ ان کی تعداد دو سو ہے اور کل تصانیف کی تعداد چار سو یا اس سے زائد ہے۔ بہر حال یہ اعتراض بے ضمیر کی جہالت کو روشن تر کر رہا ہے۔

ایک اور اعتراض

وہ استفتاءات کے جوابات بھی ملازموں سے لکھواتے تھے، خود نہیں لکھتے تھے۔ ص ۲۹

الجواب: یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ اس مقصد کے لئے کوئی ملازم نہیں تھا۔ البتہ معاونین ضرور تھے جو حوالہ جات نکالتے تھے اور اس طرح تعاون کرتے تھے۔ مگر یہ کام تو اکثر و بیشتر مفتی صاحبان کے ہاں ہوتا ہے۔ بعض دفعہ مفتی صاحبان اپنے شاگردوں کی تربیت کی غرض سے ایسا کرتے ہیں اور یہی اعلیٰ حضرت کا مقصد ہوتا تھا۔ اس کو خود فتویٰ نویسی سے عجز کی دلیل بنانا پرلے درجہ کی جہالت ہے جو صرف بے ضمیر میں پائی جاتی ہے۔ صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں کہ ان کے فتووں میں ابہام ہے، تعقید ہے، اغلاط ہے بلکہ ضروری تھا کہ بے ضمیر صاحب اس پر کوئی مثال پیش کرتے، اور اس کے ابہام یا تعقید یا اغلاق وغیرہ کی وضاحت کرتے مگر وہ ایسا نہیں کرسکے اور ظاہر ہے کہ خالی مخول دعویٰ عقلمندوں کے ہاں مقبول نہیں ہے۔

اعتراض: چھوٹے چھوٹے رسائل (جو چند صفحات پر مشتمل ہیں) کو بھی کتابوں میں شمار کیا گیا ہے اور ان کو بھی کتابیں قرار دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کتابیں نہیں صرف رسائل ہیں .... الخ

الجواب: اولاً قارئین کرام چند صفحات کے رسائل پر کتاب کا اطلاق نہ شرعاً منع ہے نہ عقلاً اور نہ ہی عادۃً منع ہے۔ اگر کوئی دلیل اس ممانعت پر ہوتی تو بے ضمیر صاحب ضرور پیش کرتے۔ ثانیاً کیا کتاب اسی تصنیف کو کہا جاتا ہے جو ضخیم ہو متعدد مجلدات پر مشتمل ہو۔ اگر ایسا ہے تو پھر اربعین نووی جو مشکل سے پندرہ صفحات پر مشتمل ہوگا اسی طرح یک روزہ اسماعیل دہلوی اسی طرح "فتاوٰی شاہ رفیع الدین" جو نو عدد رسائل، اور چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ یونہی الفتح الخبیر جو الفوز الکبیر میں شامل کردیا گیا ہے جو چند صفحات پر مشتمل ہے۔ یونہی رسالہ اشارۃ الجیمیہ، جو ساڑھے تین صفحات کا ہے جو "فتاوٰی عزیزی" میں درج ہے اور تصنیف ہے حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی۔ ان تمام کو تصانیف میں شمار نہیں کرنا چاہیئے۔ حالاں کہ ان کو تصانیف میں شمار کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو امام نووی اور اس کی تصنیفات از عبدالرشید عراقی و "ترجمانِ الحدیث" لاہور (شمارہ جون ۱۹۸۱ء ص ۵۴)، اگر ان رسائل کو الگ الگ تصانیف میں شمار کرسکتے ہیں تو پھر اعلیٰ حضرت کے رسائل کو ان کی تصانیف میں کیوں شمار نہیں کرسکتے؟

ایک اور اعتراض

وہ تو دوسرے شہروں میں سوالات بھیج کر جوابات حاصل کرتے تھے۔ ان کے پاس کافی مقدار میں کتابیں نہ تھیں اس لئے دوسرے شہروں کے احباب و معاونین کو لکھتے کہ تمہارے پاس فلاں فلاں کتاب ہو تو اس کی عبارات نقل کرکے ارسال

کریں مجھے ضرورت ہے وغیرہ وغیرہ۔

الجواب:- یہ تو اعلیٰ حضرت کی ذات کے کمال کی دلیل ہے اور دیانتداری کی علامت ہے۔ کہ اگر خود اپنے پاس کتاب ہے تو اندازے اور تخمینے سے عبارات و حوالہ جات نہیں لکھے کہ اپنی طرف سے عربی عبارات گھڑی ہیں۔ حالاں کہ وہ خود عربی عبارات بنانے پر بھی قادر تھے۔ بلکہ جو کتاب آپ کے کتب خانے میں نہیں ملی، تو اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے دوسرے شہروں کے احباب سے تعاون حاصل کیا اور کتابیں یا ان کی عبارات حاصل کر کے پوری تحقیق کے بعد مسئلہ لکھا ہے۔ بغیر تحقیق اور بغیر حوالہ دیکھنے کے کوئی مسئلہ نہیں لکھا (سوائے الدولۃ المکیہ کے)، قارئین کرام خود غور کریں۔ ایسا کرنا کمال ہے یا عیب ہے، محمود ہے یا مذموم ہے سچ ہے کہ:-

خرد کو جنوں جنوں کو خرد کر دیا جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے

خباثت قلبی کا اظہار

بے ضمیر صاحب صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں کہ جناب بریلوی کا قلم ان سوالات کے جوابات ہی میں خوب روانی سے چلتا تھا، جن میں توحید و سنت کی مخالفت اور باطل نظریات و عقائد کی نشر و اشاعت ہوتی۔ چند مخصوص اختلافی سادگی، علم غیب، حاضر ناظر ہونا، نور و بشر اور تصرفات و کرامات اور تبرک بالقبور و اصحاب القبور اور تماثیل و قبور وغیرہ جیسے مسائل شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر مسائل میں ان کو کوئی دسترس حاصل نہ تھی۔ (البریلویۃ صفحہ ۳)

الجواب: یہ بھی جھوٹ ہے کہ آپ کا قلم صرف ان مسائل اختلافیہ میں روانی سے چلتا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کے قلم کی روانی پر نہیں۔ مسئلہ میں یکساں تھی۔ "فتاویٰ رضویہ" کا مطالعہ کرنے والے پر روشن ہے کہ ہر مسئلہ پر آپ کا قلم نہایت

روانی سے چلتا تھا اور روانی بھی تحقیقی ہوتی تھی سطحی نہیں آپ نے نکاح، طلاق، میراث مزارعت عقائد و معاملات زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ حرکت و سکون زمین آسمان پر بھی قلم اٹھایا ہے مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے پھر سائنس کے موضوع پر بھی مستقل رسالہ لکھا ہے۔ الغرض تقریباً ہر موضوع پر آپ نے لکھا ہے اور تحقیق و تدقیق سے لکھا ہے۔ کوئی ماں کا لال ان کی قلم کا مقابلہ آج تک نہیں کر سکا۔ صرف وہابیوں کا رد ہی نہیں کیا بلکہ رافضیوں، مرزائیوں، خارجیوں اور دیگر گمراہ فرقوں کے رد میں بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ اندھوں کو اگر کچھ نظر نہیں آتا تو کیا کیا جائے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

جہاد اور مجاہدین کی مخالفت اور انگریز کی حمایت کا الزام

قارئین کرام بے ضمیر صاحب البریلویۃ کے صفحہ ۳۶ سے صفحہ ۴۵ تک جو کچھ لکھتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی کا دور انگریزی استعمار کا دور تھا اور مسلمانوں کی آزمائش کا زمانہ تھا۔ انگریز اصل اسلام کے وجود کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس دور میں:-

۱۔ اگر کوئی گروہ انگریز کے خلاف آواز بلند کر رہا تھا۔ اور پوری ہمت و بہادری کے جذبہ اور جہاد کے جذبہ سے سرشار ہو کر ان کا مقابلہ کر رہا تھا تو وہ صرف وہابیوں کا گروہ تھا۔ انہوں نے علم جہاد بلند کیا، اپنی جائیدادیں ضبط کرائیں وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ جناب بریلوی کے مخالفین کے مطابق احمد رضا خاں بریلوی صاحب ان لوگوں میں سر فہرست تھے جن کو انگریز نے اپنی ایجنٹی اور اہل اسلام میں افتراق

انتشار پیدا کر کے ان کو کمزور کرنے کے لئے منتخب کیا۔

۳۔ فاضل بریلوی نے استعمار کے مخالفین وہابی حضرات کو سبّ وشتم اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جو انگریز کے خلاف جہاد میں مصروف تھے۔ انگریزوں نے ان وہابیوں کی بستیوں پر بلڈوزر چلائے۔ ایک لاکھ وہابی علماء و عوام کو پھانسی دی گئی۔ انگریز مصنف ہنٹر نے اعتراضِ حقیقت کرتے ہوئے اپنی کتاب "ANDIAN MUSLIMS" صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ:۔

ہمیں اپنے اقتدار کے سلسلے میں مسلمان قوم کے کسی گروہ سے خطرہ نہیں۔ اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کے ایک اقلیتی گروہ وہابیوں سے ہے، کیونکہ صرف وہی ہمارے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔ (بحوالہ انڈیا مسلمز ص ۳۲)

سید نذیر حسین دہلوی کی گرفتاری کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ (ملاحظہ ہو وہابی تحریک صفحہ ۳۱۵)۔

۴۔ عین اس وقت جب انگریز کے مخالفین انگریز کی حکومت کے خلاف برسرِ پیکار تھے، جہاد میں مصروف تھے۔ جناب احمد رضا خان نے جملہ مسلمان رہنماؤں کا نام لیکر تکفیر کی۔ وہابی تحریک کے علاوہ جمعیۃ العلماء ہند، مجلسِ احرار، تحریکِ خلافت، مسلم لیگ، نیلی پوش مسلمانوں میں سے اور آزاد ہند فوج خاص ہندوؤں میں سے اور گاندھی کی کانگریس قابلِ ذکر ہیں۔

جناب بریلوی نے ان سب کی مخالفت کی، ان کے اکابر کی تکفیر و تفسیق کی اور ان میں شمولیت کو حرام قرار دیا۔

۵۔ فاضل بریلوی صاحب نے ہندوستان کو دارالسلام قرار دینے کے لئے بیس صفحات کا رسالہ لکھا تاکہ لوگ جہاد میں شامل نہ ہوں جس کا نام "اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام"۔ اس میں جہاد کی سخت مخالفت

کی حالانکہ شرعی طور پر جہادِ آزادی کا دارومدار اس بات پر تھا کہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جائے۔

۶۔ انہوں نے "دوام العیش" نامی رسالہ لکھا جس میں انہوں نے انگریز کی حمایت کی۔ انگریز کے مخالفین کی مخالفت کی۔ (ملاحظہ ہو دوام العیش صفحہ ۹۳ صفحہ ۹۵ مطبوعہ لاہور)، نیز الحجۃ المؤتمنۃ صفحہ ۲۰۸ میں لکھا ہے کہ ہم مسلمانانِ ہند پر جہاد فرض نہیں ہے اور جو اس کی فرضیت کا قائل ہے وہ مسلمانوں کا مخالف ہے .... الخ۔ ملاحظہ ہو الحجۃ المؤتمنۃ صفحہ ۲۰۸

نیز اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہاد سے استدلال کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان پر جنگ مسلط کی گئی تھی اور حاکمِ وقت پر اس وقت تک جہاد فرض نہیں جب تک اس میں کفار کے مقابلہ کی طاقت نہ ہو۔ چنانچہ ہم پر جہاد کیسے فرض ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم انگریزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے (الحجۃ المؤتمنۃ صفحہ ۲۰۸)

۷۔ ان کے اپنے لوگ اقرار کرتے ہیں کہ ان سے ان کے پیروکار بدظن ہو گئے تھے برگشتہ ہو گئے تھے۔ (دیکھو مقدمہ "دوام العیش" صفحہ ۱۸)

الجواب:۔ قارئینِ کرام خلاصہ نمبر ۱ کا جواب یہ ہے کہ بے ضمیر انسان کا یہ دعویٰ کہ مسلمانوں کے دورِ ابتلاء و آزمائش میں صرف وہابیوں کا گروہ ہی جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر انگریز کے خلاف لڑ رہا تھا اور بہادری سے انگریز کا مقابلہ کر رہا تھا، علمِ جہاد انہی نے بلند کر رکھا تھا اور صرف انہوں نے جائیدادیں ضبط کرائی تھیں سفید جھوٹ اور بے ہودہ گپ کے سوا کچھ نہیں ہے اور دعویٰ بلادلیل ہے۔ اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور دلیل میں کوئی ایسی کتاب کا حوالہ پیش کرنا ضروری ہے جو مسلّمہ بین الفریقین ہو۔ کم از کم یا کہیں کم از کم فریقِ

مخالف کے ہاں مسلمہ ہے۔ صرف ایسی کتاب کا حوالہ دینا جو فریقین یا فریق مخالف کے نزدیک مسلمہ نہ ہو اس کا حوالہ پیش کرنا اور اسی پر انحصار کرنا اصولی طور پر ہرگز قابلِ قبول نہیں ہے اہل علم کے نزدیک۔ نیز اصولی طور پر کسی مخالف اور دشمن کی کتاب کا حوالہ بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ بنا بریں ہم یہ کہتے ہیں کہ :۔

بریلوی فتوے، تکفیری افسانے، آئینہ صداقت، مقدمۃ الشہاب الثاقب، مقدمۃ رسائل چاندپوری وغیرہ۔

یہ وہ کتابیں ہیں جو نہ تو مسلمہ بین الفریقین ہیں نہ ہی فریق مخالف (یعنی بریلویوں) کے نزدیک مسلّمہ ہیں، ان کتابوں کے حوالے ثاقب وہابی نے اپنے ترجمہ کے صفحات پر حاشیہ میں دیئے ہیں، جو اہل علم کے نزدیک قطعاً قابل تسلیم نہیں ہیں۔ اور ان کتابوں کے حوالے خود "البریلویۃ" کے حاشیہ میں بھی دیئے گئے ہیں قارئین کرام ایسی کتابوں کے حوالے دینے سے بات نہیں بنتی جو خود وہابیوں نے لکھی ہیں۔ یہاں چاہیئے تھا کہ غیر مقلد بے ضمیر انسان کسی بریلوی عالم ومفکر کی لکھی ہوئی کتاب کا حوالہ پیش کرتے جس کو ماننے پر بریلوی حضرات مجبور ہو سکتے۔ مگر وہ ایسا کوئی حوالہ پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی پیش کر سکیں گے۔ رہا ہنٹر انگریز کی کتاب "انڈیا مسلز" ______________ کا حوالہ کہ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ صرف ہمیں وہابیوں سے خطرہ ہے تو اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ اول تو یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ کتاب خود کسی وہابی نے لکھی ہو پھر اس کا انگریزی میں ترجمہ کرا کر ہنٹر کے نام پر شائع کر دی ہو۔ جیسا کہ بعض اور کتابیں بھی وہابیوں نے لکھ کر ان کو بعض اکابرِ اسلام کے نام پر منسوب کر کے شائع کرائی ہیں۔ مثلاً بلاغ المبین جو خود ان لوگوں نے لکھی ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے نام پر شائع کرادی ہے۔ حالاں کہ حضرت شاہ صاحب

کے تلامذہ میں سے کوئی بھی یہ نہیں بتاتا کہ یہ ان کی تصنیف ہے۔

ثانیاً یہ کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ کتاب واقعی ہنٹر ہی کی لکھی ہوئی ہے تب بھی جواب دینا مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ درحقیقت وہابی انگریز کے نمک خوار، وفادار اور مخلص دوست تھے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ان کی سازش و چاپلوسی کا نتیجہ ہو اور انہوں نے انگریز مصنّف کی منت سماجت اور چاپلوسی کر کے اس کو منوا لیا ہو کہ تم اپنی کتاب میں ہمارے متعلق یہ جملے لکھ دو تاکہ مستقبل میں ہمیں بدنام کرنے والوں کا منہ بند کیا جا سکے۔ جب یہ لوگ اپنے لئے انگریز سے اہلِ حدیث نام الاٹ کرا سکتے ہیں اور انگریز ان پر اس طرح مہربان ہو کر اپنی طرف سے ان کے فرقہ کو اہلِ حدیث نام الاٹ کر سکتا ہے تو پھر اپنی کتاب میں ان کے حق میں چند جملے لکھ کر ان کی حوصلہ افزائی کرنا کون سا بعید از عقل ہے۔ ملاحظہ ہو الشاعۃ السنۃ ج ۹، شمارہ ۷، ۲۰۴، میں لکھا ہے کہ فرقہ "اہل حدیث":۔

۱۔ گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق رسی کا معترف ہے اور اپنے "ہر دل عزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ والسرائے لارڈ ڈفرن" اور اپنے پیارے رحم دل اور فیاض لفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن "کا تہہ دل سے شکر گزار ہے اور بعوض و شکریہ اس احسان اور احسانات سابقہ گورنمنٹ کے وجہ بشمول دیگر رعایا خصوصاً اہل اسلام اس فرقہ پر مبذول ہیں، علی الخصوص احسان آزادی مذہبی کے (جس سے یہ فرقہ عام اہل اسلام سے بڑھ کر ایک خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھا رہا ہے) اہلِ حدیث لاہور نے جشن جوبلی کی تقریب پر کمال مسرت ظاہر کی اور قیصرۂ ہند کی پنجاہ۵۰ سالہ حکومت کی خوشی میں اہل اسلام کی پُر تکلف ضیافت کی جس میں رؤسا، شرفا، علماء،

وعام اہلِ اسلام رونق افروز ہوئے اور "اشاعۃ السنۃ" کے صفحہ ۲۰۴ میں لکھا ہے
کہ تعداد اہل دعوت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکا، مگر ناظرین وحاضرین کے
قیاس میں سات آٹھ ہزار اشخاص کا مجمع تھا۔

۲۔ اہل حدیث حضرات نے جہاں یہ دعوت اس خوشی میں کی اس جگہ کو مولوی
الٰہی بخش کی کوٹھی کہا جاتا ہے۔ اس کوٹھی کے عین دروازہ کے سامنے سے رات
کے وقت ملاحظۂ روشنی کے لیے نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر کا گذر کرنا
مقرر تھا۔ اس جگہ اہل حدیث نے ایک بلند اور وسیع دروازہ بنایا جس پر
سنہری حرفوں میں ایک طرف انگریزی میں یہ کلماتِ دعائیہ مرقوم تھے۔ جن کا
ترجمہ یہ ہے:۔

(اہل حدیث چاہتے ہیں کہ قیصرِ ہند کی عمر دراز ہو، دوسری طرف لاجوردی
رنگ سے بہ مبیت کندہ تھا۔

دل سے ہے یہ دعائے اہل حدیث جشن جوبلی مبارک ہو

(ملاحظہ ہو اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۷، صفحہ ۲۰۴-۲۰۵) (نیز صفحہ ۲۰۵)

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ اہل حدیثوں نے اپنا یہ نام انگریزوں
سے الاٹ کرایا اور اسی خوشی میں انگریز کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے
مذکورہ بالا خیالات، کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان عبارات سے یہ بھی ثابت
ہو گیا کہ اہل حدیث انگریز کے معترف ایجنٹ تھے۔

۳۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے باقاعدہ درخواست دے کر انگریزی حکومت سے
اپنا نام "اہل حدیث" الاٹ کرایا اور حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔
مولوی محمد حسین نے جو درخواست حکومت کو دی، اس کے چند اقتباسات
ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) یہ فرقہ (اہل حدیث)، گورنمنٹ کا دلی خیر خواہ، گورنمنٹ سے اس درخواست
کرنے کی جرأت کرتا ہے کہ گورنمنٹ اپنی خیر خواہ رعایا کی نسبت ایسے لفظ
(وہابی)، کا استعمال قطعاً ترک کرے۔ یہ درخواست ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء کو منظور
ہوئی جس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بٹالوی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ اس درخواست
کو ہمارے رحم دل اور فیاض لیفٹیننٹ گورنر پنجاب سر چالس ایچی سن صاحب بہادر
بالقابہ نے معرضِ قبول میں جگہ دی اور بڑے زور کے ساتھ گورنمنٹ ہند کی
خدمت میں اسکی قبولیت کے لئے سفارش کی۔ مسلمانوں کے حال پر رحم فرما و ہر دل
عزیز وائسرائے و گورنر جنرل لارڈ ڈفرن بالقابہ نے بھی سر چالس ایچی سن صاحب
بالقابہ کی رائے زریں سے اتفاق کیا اور سرکاری کاغذات میں اس لفظ کے استعمال
سے ممانعت کا حکم فرمایا۔ ملاحظہ ہو اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۷۔

(ب)، ص۔ ۹-۷-۱۹۔ نام کی تبدیلی کا فائدہ بیان کرتے ہوئے بٹالوی صاحب لکھتے
ہیں کہ منجملہ ان نتائج کے جو ۱۸۸۶ء میں ظاہر ہوئے ہیں ایک عمدہ نتیجہ یہ ہے
کہ اس رسالہ (اشاعۃ السنۃ) نے گروہ اہل حدیث کی وفاداری گورنمنٹ پر
ثابت کر دی اور ان کے حق میں لفظ وہابی کا استعمال حکماً موقوف کر دیا۔" ملاحظہ
ہو "اشاعۃ السنۃ" ج ۱۰ شمارہ نمبر ۱، ص ۲۔

(ج)، اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ پنجاب سے ایک سرکلر جاری
کرا دیا کہ اہل حدیث کو وہابی کہنا لائبل (مزیل حیثیت) ہے۔ خود گورنمنٹ
پنجاب اور اس کے اعلیٰ احکام نے اپنی چھٹیوں میں اعتراف کیا ہے کہ اہل حدیث
برٹش گورنمنٹ کے بدخواہ نہیں ہیں بلکہ خیر خواہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو اشاعۃ السنۃ
ج ۱۰، شمارہ نمبر ۱، ص ۱۰) ان تین اقتباسات سے روز روشن کی طرح
واضح ہے کہ غیر مقلد وہابیوں کے ایک مشہور و معروف مولوی محمد حسین بٹالوی

نے انگریز کو درخواست دی اور وہ منظور ہوئی اور نام اہل حدیث الاٹ ہوا اگر پہلے ان کو وہابی کہا جاتا تھا اور سرکاری کاغذات میں بھی وہابی لکھا تھا اس کو ممنوع قرار دلایا گیا انگریز سے اور یہ کہ اہل حدیث انگریز حکومت کے وفادار تھے اسی کے صلہ میں وہابی کا استعمال ترک کرایا گیا۔ قارئین کرام آپ ان ان حوالہ جات سے خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انگریز کا ایجنٹ، نمک خوار وفادار کون تھا۔ اہل حدیث یا بریلوی، مولوی محمد حسین بٹالوی پیشوائے اہل حدیث یا فاضل بریلوی۔ پھر یہ اقتباسات کسی دشمنِ اہل حدیث کے نہیں کسی مخالفِ اہل حدیث کے نہیں، کسی حاسد کے نہیں، پیشوائے اہل حدیث کے ہیں۔ جن کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ کسی بریلوی یا دیوبندی کے رسالے کے نہیں جن کو دشمن کی کارروائی تصور کیا جاسکے۔ سچ ہے "اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"۔

نوٹ:۔ شرم کی بات ہے کہ میلاد کے لئے دروازے بناتا تو بدعت قرار دیا جائے اور انگریز کی خوشنودگی حاصل کرنے کے لئے دروازہ بنایا گیا پھر اس پر دعائیہ کلمات بھی لکھے گئے جو پہلے نقل کر دیئے گئے ہیں۔

قارئین کرام غور کریں بے ضمیر ایک طرف تو یہ لکھتا ہے کہ انگریز کے خلاف جہاد اگر کوئی گروہ کر رہا تھا تو وہ صرف وہابیوں کا گروہ تھا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی مان گیا کہ وہابیوں کے علاوہ احراری، جمعیتہ العلماء ہند، تحریکِ خلافت، مسلم لیگ اور گاندھی کی کانگرس بھی شامل تھی، پہلے مصر کرتا ہے پھر اسی مصر کی خود ہی تکذیب کرتا ہے گویا اپنی تکذیب آپ کر رہا ہے۔ سچ ہے دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔

خلاصہ نمبر ۲ کا جواب:۔ یہ بھی سفید جھوٹ ہے، بکواس ہے، بہتانِ عظیم ہے، اس پر کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

البتہ اس کے برعکس خود غیر مقلدوں کا انگریز کا مستند خیر خواہ ہونا ابھی گذشتہ صفحات میں ہم اشاعتہ السنتہ کے حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے مزید متعدد حوالہ جات ہم پیش کر سکتے ہیں۔

خلاصہ نمبر ۳ کا جواب:۔ یہ ہے کہ فاضلِ بریلوی علیہ الرحمتہ نے وہابیوں کے خلاف جو کچھ لکھا اور کہا ہے وہ اس وجہ سے نہیں لکھا یا کہا کہ وہ انگریز کے خلاف ہیں، انگریز کے دشمن ہیں بلکہ آپ نے جو تکفیر کی، جو تفسیق کی، جو تضلیل کی وہ صرف اور صرف اس وجہ سے کی کہ ان کی کتابوں میں گستاخانہ کلمات الفاظ و عبارات کی بھرمار تھی۔ کہیں خداوند کریم کی شان میں گستاخی کی گئی تو کہیں انبیاء کرام کی شان میں گستاخی اور توہین کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ پھر جو عبارات گستاخی کے مفہوم میں صریح تھیں ان کی وجہ سے تکفیر کی اور جو عبارات، کلمات والفاظ گستاخی و توہین کے مفہوم میں صریح نہ تھے ان کی وجہ سے تضلیل و تفسیق فرمائی۔ مگر چونکہ زمانہ انگریز کا تھا اس لئے اس کارروائی کو مخالفین نے انگریز کی حمایت کی صورت میں مشہور کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت انگریز کے سخت دشمن تھے جس پر ہم قبل ازیں کچھ حوالہ جات بھی پیش کر چکے ہیں اور آئندہ بھی پیش کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور یہ کہ ہنٹر نے یہ اعتراف کیا ہے کہ ہمارے اقتدار کو خطرہ صرف وہابیوں سے ہے اور کسی سے نہیں اور وہابی ہی ہمارے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی گذشتہ صفحات میں اشاعتہ السنتہ کے اقتباسات ثلاثہ میں ہم نے نقل کیا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب انگریز کو ہر دل عزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ، پیارے رحم دل، اور فیاض اور کلماتِ دعائیہ منقولہ بالا، اور یہ فرقہ (اہل حدیث) گورنمنٹ کا دلی خیر خواہ، اپنی خیر خواہ

رعایا کے جیلے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کیا یہ کلمات، جیلے ہنٹر کی کتاب کے اقتباس کو جھٹلانے کے لیے کافی نہیں؟ یقیناً کافی ہیں۔ کیونکہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے، سچ ہے

کہ اشاعۃ السنۃ نے گروہ اہل حدیث کی وفاداری گورنمنٹ پر ثابت کر دی ہے .... الخ یہ الفاظ پائے جانے کے بعد بھی انگریز کا وفادار نمک خوار ایجنٹ خالص ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں ہے ہرگز نہیں۔ کیا ہنٹر کے اعتراف کے مقابلے میں مولوی محمد حسین بٹالوی کا اعتراف وزنی نہیں ہے، یقیناً وزنی ہے۔

دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے ✦ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

باقی نذیر حسین کی گرفتاری کا واقعہ مشہور ہے یا نہیں۔ وہ صرف وہابی تحریک میں بیان کیا گیا ہے کسی مخالف سے حوالہ دو اور یا پھر کسی غیر جانبدار کا حوالہ پیش کرو۔ گھر کی شہادت قابل قبول نہیں ہے اور نمبر ۲ کا جواب بھی ان تینوں کے جوابات میں آچکا ہے الگ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ یہ بتانا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت کو انگریز سے بے حد نفرت تھی اور وہ انگریز کے پکے دشمن تھے دلیل کے لیے ملاحظہ ہو۔

"اکرام امام احمد رضا" صفحہ ۹۱، ایک موقعہ پر فوجی گوروں کو دیکھ کر فرمایا۔ کم بخت بالکل بندر ہیں۔ ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا عدالت بطور علم رائج ہے۔ لفظی وضعی مقصود نہیں ہوتے، لہٰذا تکفیر ناممکن، البتہ عادل کہنا ضرور کلمۂ کفر ہے، مگر محض بر وجہِ خوشامد ہوتا ہے، لہٰذا تجدید اسلام و نکاح کافی، ہاں خلاف ما انزل کو اعتقاداً عدل جانے، تو قطعاً وہی کفر ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ صفحہ ۱۱۶، ج ۶، اس عبارت میں انگریز کو عادل کہنے کو کفر قرار دیا ہے۔ ایک صورت میں کفر ظنی اجتہادی دوسری صورت میں کفر قطعی فرمایا ہے۔ کیا جو شخص انگریز کو عادل کہنے کو صاف

کفر قرار دے وہ انگریز کا حامی ہو سکتا ہے، وہ وفادار قرار دیا جا سکتا ہے۔

آپ انگریز کی کچہری میں حاضر نہ ہوتے تھے۔" جہانِ رضا" صفحہ ۱۱۸ میں ہے کہ اہل بداون نے ایک مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے آپ کے خلاف اپنے شہر میں استغاثہ دائر کیا۔ کچہری سے سمن جاری ہوئے۔ مگر امام احمد رضا کسی صورت بھی کچہری نہ گئے۔ اعلیٰ حضرت انگریز سے اپنی نفرت و عداوت کا اظہار کرتے ہوئے کارڈ اور لفافہ کو الٹا کر پتہ لکھتے تھے تاکہ ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کا سر نیچے ہو جائے ملاحظہ جہانِ رضا صفحہ ۱۱۸۔

مزید ملاحظہ ہو:۔

جناب شوکت صدیقی، مدیر ہفت روزہ "الفتح" لکھتے ہیں کہ تاریخ بتاتی ہے کہ بریلوی تحریک کی ابتدا مسلمانوں میں وہابیوں کے بڑھتے ہوئے اثر کے رد عمل میں ہوئی تھی۔ اس تحریک کے بانی مولانا احمد رضا خاں بریلوی تھے۔ مگر سید احمد شہید اور مولانا احمد رضا خان بریلوی کے وطن مالوف میں یہ فرق ہے کہ سید صاحب رائے بریلی کے اور خان صاحب بانس بریلی سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خان جون ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں ان کا وصال ہوا۔ وہ نسباً پٹھان، مسلکاً سنی، مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے۔ ان کے بارے میں وہابیوں کا یہ الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے، نہایت گمراہ کن اور شر انگیز ہے۔ وہ انگریزوں اور ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفافے پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ:۔

"میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا ہے۔ انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا۔ آپ کو ایک مقدمہ کے سلسلے میں عدالت میں طلب بھی کیا گیا۔ مگر توہینِ عدالت کے باوجود حاضری نہ دی اور یہ کہہ کر نہ دی، کہ میں

انگریز کی حکومت ہی کو جب تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل و انصاف اور عدالت
کو کیسے تسلیم کروں گا؟
کہتے ہیں کہ انہیں گرفتار کرکے عدالت میں حاضر کرنے کے احکامات جاری کئے
گئے، بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گذر کر فوج تک پہنچا مگر ان کے جاں نثار
ہزاروں کی تعداد میں سروں پر کفن باندھ کر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہو گئے
آخر عدالت کو اپنا حکم واپس لینا پڑا۔ ہفت روزہ "الفتح" ۱۴ تا ۲۱ مئی ۱۹۷۶ء
اور صفحہ ۱۷۔

رسالہ "الحبیب" کے مدیر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ انگریز کمشنر نے ۲۵ مربع
زمین کی آپ کو پیشکش کی مگر اس مردِ قلندر نے فرمایا، انگریز اپنی تمام حکومت
بھی مجھے دے دے تو بھی میرا ایمان نہیں خرید سکتا ہے۔ ماہنامہ الحبیب اکتوبر
۱۹۷۰ء۔ قارئین کرام اعلیٰ حضرت کی انگریز سے نفرت و عداوت کے ثبوت
میں ہم نے جو حوالہ جات نقل کئے ہیں ان میں "الفتح" کے مدیر جناب شوکت
صدیقی، بریلوی مکتبۂ فکر سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ وہ دیوبندی یا وہابی مکتبۂ فکر
سے متعلق ہیں۔ کیونکہ وہ سید احمد کو منقولہ عبارت میں شہید لکھتے ہیں۔ اگر
بریلوی ہوتے تو کبھی شہید نہ لکھتے یا پھر کم از کم ان کو غیر جانبدار ماننا ہوگا اس
لئے ان کا حوالہ بہر حال قابل حجت ہے جس سے اعلیٰ حضرت کی انگریز دشمنی نفرت
روزِ روشن کی طرح ثابت ہو رہی ہے پھر بھی یہ رٹ لگانا، کہ وہ انگریز کے
ایجنٹ یا حامی تھے، پرلے درجہ کی بدبختی ہے۔
خلاصہ نمبر ۵ کا جواب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ایک شرعی مسئلہ کا حکم
بیان کرنے کی غرض سے رسالہ "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" لکھا تھا
انگریز کی حمایت یا انگریز کو فائدہ دینا مقصود نہیں تھا اور پھر کمال یہ ہے کہ

ہندوستان کو صرف اعلیٰ حضرت نے ہی دارالاسلام قرار نہیں دیا، دیوبندیوں اور
وہابیوں کے اکابر علماء و مفتیان بھی ہندوستان کو دارالاسلام قرار دے چکے
ہیں۔ ملاحظہ ہو ثبوت :۔
۱۔ محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں کہ جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی
فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو، وہ شہر یا ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔
پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو، اقوام غیر نے اس پر تغلب سے
تسلط پا لیا ہو۔ (جیسا کہ ملک ہندوستان ہے) تو جب تک اس میں ادائے
شعائر اسلام کی آزادی رہے، بحکم حالت قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے۔ ملاحظہ
ہو الاقتصاد فی مسائل الجہاد وکٹوریہ پریس صفحہ ۱۹ اور صفحہ ۲۵ پر لکھتے ہیں
کہ اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان
باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے، دارالاسلام ہے، اس پر کسی
بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا، مہدی سودان ہو یا خود حضرت سلطان
(ترکی) بادشاہ، شاہِ ایران ہو یا خواہ امیر خراسان، مذہبی لڑائی و چڑھائی
کرنا جائز نہیں ہے۔
۲۔ اسمٰعیل دہلوی کی تقریر کا اقتباس ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ :۔
"ان پر (انگریز کے خلاف) جہاد کسی طرح واجب نہیں ...... بلکہ
اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں
اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔ حوالہ کے لحاظ سے ملاحظہ فرمائیں
"حیاتِ طیبہ" مطبع فاروقی، دہلی صفحہ ۲۹۴ مؤلفہ مرزا حسرت دہلوی
۳۔ مولوی فضل حسین بہاری کا بیان ہے کہ ہندوستان کو ہمیشہ میاں صاحب
دارالامان فرماتے تھے، دارالحرب کبھی نہ کہا۔

۴۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں کہ علماء اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہندوستان میں جب سے حکام والا مقام فرنگ فرمانروا ہیں اس وقت سے یہ ملک دار الحرب ہے یا دار الاسلام حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا پڑا ہے، ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دار الاسلام ہے اور جب یہ دار الاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی؟ بلکہ عزم جہاد اپنی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے اور جن کے نزدیک یہ دار الحرب ہے جیسے بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن وامان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں۔ جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملکِ اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔ غرض یہ کہ دار الحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔ ملاحظہ ترجمانِ وہابیہ صفحہ ۱۵

قارئین کرام یہاں ہم نے صرف اہل حدیثوں کے اکابر کے چار حوالہ جات پیش کئے ہیں، کہ وہ ہندوستان کو دار الاسلام مانتے تھے اکابرِ دیوبند تھانوی صاحب اور دیگر حضرات کے حوالہ جات بھی ہندوستان کے دار الاسلام ہونے اور دار الحرب نہ ہونے پر موجود ہیں۔ اختصار کی وجہ سے ہم یہاں نقل نہیں کر رہے۔

اکابرِ اہل حدیث کے نزدیک جہاد انگریز کے خلاف حرام تھا!

۱۔ قارئین کرام غیر مقلدوں وہابیوں کے پیشوا شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب لکھتے ہیں کہ علاوہ بریں ہم لوگ مواحد ہیں، سرکار سے

عہد کیا ہوا ہے، پھر کیوں کہ عہد کے خلاف کر سکتے ہیں۔ عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ نذیریہ صفحہ ۱۴، ج ۴۔

۲۔ ایک سوال کے جواب میں میاں صاحب لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں شوکت و قوت اور قدرت سلاح وآلات مفقود ہے اور ایمان و پیمان یہاں موجود ہے۔ پس جب کہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت کا ہوگا۔

اعلیٰ حضرت نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ جہاد واجب نہیں مگر غیر مقلدوں کے پیشوا کہتے ہیں گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔

۳۔ نواب صدیق حسن خان پیشوائے غیر مقلدین وہابیہ لکھتے ہیں اور جب ہندوستان دار الاسلام ہے تو یہاں جہاد کا کیا مطلب؟ بلکہ گناہوں میں سے ایک گناہ اور کبائر میں سے ایک کبیرہ ہے۔ ملاحظہ ہو ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۵، مؤلفہ نواب صدیق حسن خان صاحب۔

۴۔ ساری دنیا میں کوئی معتقد اس امر کا نہیں کہ جہاد وقتال خاص سرکار انگلشیہ سے جائز ہے، دوسرے سے نہیں، ہرگز نہیں، اس لئے کہ شرطیں اس عمل کی تمام ہا مفقود ہیں اور رجوع ہونا ان شرطوں کا اور ضابطوں کا نہایت دشوار ہے۔ (ترجمانِ وہابیہ صفحہ ۳۱)

۵۔ جتنے لوگوں نے غدر میں شر وفساد کیا اور حکامِ انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب مقلدین مذہب حنفی تھے نہ متبعانِ حدیث نبوی۔ اس عبارت میں نواب صاحب نے اقرار کیا ہے کہ اہل حدیثوں نے انگریز کے خلاف غدر نہیں کیا، جنہوں نے کیا وہ حنفی تھے۔

۶۔ اسی طرح زمانۂ غدر میں جو لوگ سرکار انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی

وہ جہاد نہ تھا فساد تھا۔ ملاحظہ ہو حوالہ کے لئے ترجمانِ وہابیہ صفحہ ۳ صفحہ ۲۵، صفحہ ۵۴۔

۷۔ کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ تر خیر خواہ اور طالب امن وامان و آسائش رعایا کا اور قدر شناس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ سے نہیں ہے جو آپ کو اہل سنت وحدیث کہتا ہے اور کسی مذہب خاص کا مقلد نہیں ہے حوالہ ملاحظہ ہو ترجمانِ وہابیہ صفحہ ۵۵۔

۸۔ سید احمد نے اپنے جہاد کے چہرے سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا ہے کہ :۔
"سرکارِ انگریز تو منکر اسلام ہے۔ مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم اور تعدّی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے ہیں اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوئی۔ بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے۔ پھر ہم سرکار انگریز پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصول مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون گرا دیں۔ ملاحظہ ہو حیات سید احمد شہید صفحہ ۱۷۱ مؤلفہ مولانا جعفری تھانیسری"۔

قارئین کرام ان مندرجہ بالا حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں :۔

۱۔ اہل حدیث انگریز سرکار کے معاہد تھے۔ سرکارِ انگریز سے عہد کیا ہوا تھا اور عہد شکنی مذموم اور بری چیز ہے۔ اس لئے انگریز کے خلاف جہاد کرنا مذموم اور بری چیز ہے۔

۲۔ انگریز کے خلاف جہاد کرنا سبب ہلاکت اور گناہ ہے۔

۳۔ ہندوستان دار الاسلام ہے اس لئے انگریز کے خلاف جہاد کا کوئی مطلب

ہی نہیں بلکہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اہل حدیث اکابر کے نزدیک۔

۴۔ ساری دنیا میں انگریز کے خلاف جہاد کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

۵۔ انگریز کے خلاف جہاد حنفیوں نے کیا ہے اہل حدیثوں نے نہیں کیا، نہ عذر نہ جہاد

۶۔ انگریز کے خلاف جو لوگ لڑے وہ جہاد نہ تھا فساد تھا۔

۷۔ اہل حدیثوں سے بڑھ کر اور کوئی فرقہ انگریز حکومت کا خیر خواہ نہیں تھا سب سے بڑھ کر یہی اہلحدیث انگریز کے خیر خواہ تھے۔

۸۔ انگریز نے مسلمانوں پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی کہ جو ظلم ہم پر ظلم و زیادتی کرتا ہے تو انگریزوں کی حکومت اس کو سزا دینے کو تیار ہوتی ہے۔ یعنی اہلحدیثوں کی طرف داری کرتی ہے۔

۹۔ انگریز کے خلاف لڑنا بلا وجہ طرفین کا خون بہانا ہے یعنی جو انگریز کسی مسلمان کے ہاتھ سے مرے گا تو یہ بھی بلا وجہ ہوگا۔ اور جو اہل حدیث مرے گا تو یہ بھی بلا وجہ مریگا پھر جہاد اور شہادت کا کیا معنی؟

"قارئین کرام ان ۹ عدد نتائج پر خود غور کر لیں۔ کیا سابقہ مذکورہ حوالہ جات سے یہ ثابت ہوتے ہیں یا نہیں اور ان سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دنیا میں اہل حدیث کے سوا سب سے بڑا وفادار، نمک خوار اور سب سے بڑا ایجنٹ اور کوئی نہیں۔ گویا۔ یہ فرقہ ہی اصل وفادار تھا، اصل نمک خوار تھا اور واقعی اصلی ایجنٹ تھا۔ انگریز سرکار کا۔

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

نوٹ :۔ قارئین کرام قبل ازیں ہم نے بحوالہ نقل کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو انگریز کے کمشنر کی طرف سے ۲۵ مربعے زمین کی پیش کش ہوئی۔ مگر آپ نے اس کو رد کرتے ہوئے فرمایا انگریز اپنی ساری حکومت بھی مجھے دیدے تو وہ میرا ایمان نہیں

خرید سکتا۔ مگر غیر مقلدوں کے بہت بڑے وکیل و عالم و پیشوا کی زبانی سنیئے کہ وہ کہتے
ہیں کہ اراضی جو خدا تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے، چار مربعے ملے۔ ملاحظہ ہو
حوالہ اشاعۃ السنۃ، ج ۱۹، شمارہ نمبر ۹، ص ۲۷۷۔ کہاں وہ اعلیٰ حضرت کا ایمان
جس کو ۳۵ مربعے دے کر بھی انگریز نہ خرید سکا اور کہاں یہ وہابی گروہ کا ایمان جو
چار مربعے زمین پر بک گیا۔ مگر یہ فرق ضرور تھا۔ وہ ایک عاشق رسول تھے۔ دوسرا
اس دولت سے محروم تھے مگر ان کے جعلی ایمان کی قدر و قیمت کیا ہو سکتی تھی؟

قارئین کرام ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی
نہیں بلکہ غیر مقلد وہابیوں کے اکابر و پیشواؤں کے بیانات کی روشنی میں
اہل حدیث وہابی ہی انگریز کے ایجنٹ اور حامی تھے۔ اور اعلیٰ حضرت بحمدہ تعالیٰ
ان کے کٹر دشمن اور سخت و شدید مخالف تھے اور ان سے سخت نفرت کرتے تھے
اگر اس موضوع پر مزید تفصیلی بحث کا مطالعہ کرنا ہو تو علامہ عبد الحکیم شرف قادری
صاحب کی کتاب "اندھیرے سے اجالے تک" اور "شیشے کے گھر" کا مطالعہ کریں
ہم نے اختصار کے پیش نظر چند حوالہ جات پر اکتفا کیا ہے۔

ہمارا چیلنج ہے کہ غیر مقلد وہابی بے ضمیرے کے حامی گوجرانوالہ کی کسی بھی عدالت
میں آکر اعلیٰ حضرت کا انگریز کا ایجنٹ ہونا ثابت کریں اور پچاس ہزار روپے
انعام حاصل کریں۔ یا پھر اتنے ہی انعام کا چیلنج ہم کو دے کر دیکھیں۔ پھر ہم عدالت
میں ان کے اکابر کا انگریز کا ایجنٹ و حامی و وفادار، نمک خوار ہونا ثابت کریں گے
ان کی کتابوں سے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور یہ کہنا کہ فاضل بریلوی کے حامی حضرات ان کے مخالف ہو گئے اور وہ ان سے
منحرف ہو گئے تھے اس وجہ سے کہ وہ بھی یہی سمجھے کہ آپ انگریز کی حمایت کرتے
ہیں تو یہ کوئی وزنی دلیل نہیں ہے بلکہ سرے سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے کہ

بعض ارادت مندوں اور عقیدت مندوں کا بعض دفعہ غلط فہمی کا شکار ہو کر متنفر ہو
جانا بدظن ہو جانا امر واقعہ ہے مگر اس کو الزام کی صداقت کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ کیا
بعض اہل اسلام کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں اسلام سے پھر جانا،
منحرف ہو جانا اور مرتد ہو جانا ثابت نہیں ہے۔ یقیناً ثابت ہے پھر کیا ان کے
ارتداد کو انحراف کو متنفر کو دلیل بنا کر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام اور بانی اسلام میں
کوئی کمزوری تھی؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اسلام اور بانی اسلام کے متعلق جو کچھ مرتدین، منحرفین، متنفرین نے کہا ہے
اور جس کو وجۂ ارتداد، وجۂ انحراف، وجۂ متنفر بنایا ہے وہ صحیح و درست ہے؟
ہرگز نہیں، قطعاً غلط، باطل و مردود ہے۔ اگر ان کے ارتداد و انحراف و تنفر کو
ادعاء مذکور کی دلیل بنانا غلط ہے۔ تو یقیناً اعلیٰ حضرت سے متنفر، انحراف اور بدظن
ہونے والوں کا خیال بھی باطل، مردود اور سوء ظنی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ جس کو اس الزام
کی دلیل بنانا قطعاً غلط اور محض جھوٹ ہے۔

ایک اعتراض

بے ضمیر نے صفحہ ۴۵ پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ انہوں نے وصایا شریف میں اپنے
ماننے والوں کو یہ وصیت کی ہے کہ میرے دین اور میرے مذہب کو مضبوطی سے پکڑے
رکھو جو میری کتابوں سے ظاہر ہے اور اس پر ڈٹ جاؤ کیونکہ یہ تمام فرائض میں اہم
فریضہ ہے۔ بھیڑیئے تمہیں ہر طرف سے گھیر کر گمراہ کریں گے اور فتنے میں ڈالیں گے۔
اور جہنمی بنائیں گے ان سے بچو خصوصاً دیوبندیوں سے۔

الجواب: قارئین کرام اپنے ہم مسلک ہم جماعت، لوگوں کی خیر خواہی،
ہمدردی کا تقاضا یہی ہے کہ ان کا قائد ان کا پیشوا ان کو صراط مستقیم پر چلنے کی

تلقین و تاکید کرے، اور دشمن سے الگ رہنے کا حکم دے تاکہ اس کے بعد قوم گمراہ نہ
ہو جائے اسی کے پیش نظر اعلیٰ حضرت نے یہ وصیت فرمائی ہے۔ اس میں کوئی اعتراض
کی بات نہ تھی مگر دشمن بات کا تبنگڑ بنانے میں لذت محسوس کرتا ہے چاہے ایمان
کا بیڑا غرق ہی کیوں نہ ہو جائے۔ یہ اشارہ کرنا کہ ان کا دین و مذہب کوئی الگ و جُدا
دین و مذہب تھا جس کی تلقین کی ہے کہ وہ میری کتابوں سے ظاہر ہے تو جواباً عرض
ہے کہ میرا دین یا میرا مذہب کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ میں نے کوئی نیا دین یا مذہب گھڑ کر
تمہیں دیا ہے اس پر چلنا، بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ میں جس دین و مذہب پر کاربند
ہوں وہی دین اسلام اور وہی مذہب حق ہے، جس کا حق ہونا میری کتابوں سے ظاہر
ہے۔ یہی وہ دین ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی طرف سے لائے
ہیں اور یہی مذہب حق ہے جس پر تمام بزرگانِ دین چلتے آئے ہیں۔ باقی میرا دین
اور میرا مذہب کہنا ایسا ہی ہے جیسے صحاح ستہ کی صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ
قبر میں نکیرین صاحبِ قبر سے دریافت کرتے ہیں مَا دِیْنُكَ تیرا دین کون سا ہے
وہ جواب میں کہتا ہے دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ اب یہاں نکیرین یہ نہیں کہتے مَا دِیْنُ رَبِّكَ
تیرے رب کا دین کیا ہے یا مَا دِیْنُ رَسُوْلِكَ نہیں کہتے بلکہ مَا دِیْنُكَ کہتے ہیں۔
تیرا دین کون سا ہے جواب میں وہ صاحبِ قبر یہ نہیں کہتا دِیْنُ رَبِّیَ الْاِسْلَامُ
یا دِیْنُ نَبِیِّیَ الْاِسْلَامُ یعنی میرے رب کا دین اسلام ہے یا میرے نبی کا دین اسلام ہے۔
بلکہ وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ اگر یہاں نکیرین اور صاحبِ قبر کے سوال وجواب
میں یہ تعبیر قابلِ اعتراض نہیں تو پھر اعلیٰ حضرت کے کلام اور وصیت میں میرا دین اور
میرا مذہب کہنا کیونکر قابلِ اعتراض ہے۔ الغرض کہ اعتراض بھی مبنی بر جہالت اور مظہر
خباثت ہے۔ ۱۰ گمراہ فرقوں کو بھیڑیئے قرار دینا بھی قابلِ اعتراض نہیں ہے اس
لئے کہ گمراہ لوگوں کو قرآنِ کریم نے کالانعام بل ہم اضل قرار دیا ہے یعنی یہ چوپایوں

سے بھی بدتر اور گمراہ تر ہیں اور حدیث مشکوٰۃ میں ہے اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ
الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاْخُذُ الشَّاذَّۃَ وَالْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ ۔۔ الخ
شیطان کی مثال انسان کے بھیڑیئے کی ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے جو
پکڑ لیتا ہے اپنے ہم جنسوں سے نفرت کرنے والے کو، اور دور بھاگنے والوں
کو۔ مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۔

ایک اور اعتراض

فاضلِ بریلوی نے آخری وصیت یہ کی ہے کہ اگر ممکن ہو تو ہر ہفتہ میں دو یا تین
بار ختم دلائیں اور درج ذیل اشیاء ختم میں شامل کی جائیں:۔

۱۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔
۲۔ مرغ کی بریانی۔ ۳۔ مرغ پلاؤ ۴۔ بکری کا شامی کباب۔
۵۔ پراٹھے اور بالائی ۶۔ فیرنی ۷۔ اُڑد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم
۷۔ گوشت بھری کچوریاں ۹۔ سیب کا پانی ۱۰۔ انار کا پانی۔
۱۱۔ سوڈے کی بوتل ۱۲۔ دودھ کا برف اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے،
یوں کر دیا کرو جیسے مناسب جانو ۔۔۔۔۔۔ الخ صفحہ ۴۵

الجواب:۔ قارئین محترم بے ضمیرے کا مقصد یہ ہے کہ وہ پیٹو تھے۔ ہر
وقت کھانے کا شوق تھا۔ وفات کے وقت بھی یہی کچھ یاد رہا، کہ ختم دلانے کی تلقین
کی ہے بلکہ تاکید کی ہے۔ حالاں کہ اعلیٰ حضرت نے ظاہر ہے کہ یہ چیزیں خود تو وصال
کے بعد نہیں کھانی تھیں، ان کو تو ثواب کی ہی امید تھی ان پاکیزہ چیزوں اور نعمتوں
کو تو غرباء و مساکین نے کھانا تھا جیسا کہ وصایا شریف کی پوری عبارت سے ظاہر ہے
بلکہ صراحۃً مساکین کا ذکر کیا ہے کہ ان کو کھلانا اور سنت کے مطابق بیٹھا کر کھلانا۔

آپ نے اپنی اولاد و اہل خانہ کو مساکین پر خرچ کرنے اور ختم دلانے کے بعد مساکین کو کھلانے کی تلقین و تاکید فرمائی ہے۔ غربا و مساکین سے ہمدردی فرمائی ہے چونکہ خود زندگی میں خدا کی ایسی نعمت بھی کھاتے تھے اس لیے وہی نعمتیں خدا کے نام پر وصال کے بعد بھی دینے کی اور مساکین کو کھلانے کی تلقین فرمائی ہے۔ اپنی پسندیدہ اشیاء خورد و نوش کا ذکر فرما کر لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کو بوقتِ وصال بھی فراموش نہیں کیا بلکہ اس وقت بھی یاد رکھا ہے یہ تو آپ کے محبِ فقراء و مساکین ہونے کی علامت ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کی ایک صورت ہے جو خدا کی پسندیدہ چیز ہے مگر کیا کیا جائے۔ تعصب اور عداوت اور کینہ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ حق اور سچ کو دیکھنے نہیں دیتا۔

اِعتراض:۔ بریلوی مکتبۂ فکر کے اعلیٰ حضرت کی وفات ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء، ۶۸ برس کی عمر میں ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب بریلوی کے جنازہ میں قابلِ ذکر حاضری نہیں ہوئی قرائن و شواہد سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ عوام نے ان کے جنازہ کو خاص اہمیت نہیں دی کیونکہ عوام ان کی شدت پسندی، تکفیری فتووں اور انگریز کی مخالفت نہ کرنے کی جد و جہد سے ان سے متنفر ہو چکے تھے اور اس تنفر کا انحراف ان کے اپنے مصنف ڈاکٹر مسعود "دوام العیش" کے مقدمہ میں کیا ہے۔
(ملاحظہ ہو دوام العیش صفحہ ۱۸)

الجواب:۔ جہاں تک بعض لوگوں کے متنفر ہونے کا تعلق ہے تو اس کا جواب گذشتہ صفحات میں دیا جا چکا ہے۔ باقی رہا یہ کہ جنازہ میں کثرتِ ہجوم تھا یا نہ تھا تو اوّل تو خود ظہیر بے ضمیر صاحب اقرار کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہم کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ بلا دلیل کوئی حکم لگانا ہم مناسب نہیں سمجھتے بلکہ ہم یقینی بات

کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ ہم نے التزام کر رکھا ہے کہ کوئی غیر ثابت شدہ بات نہیں لکھیں گے۔ البریلویۃ صفحہ ۴۵ اس عبارت سے ثابت ہو گیا ہے کہ بے ضمیر کے پاس اپنے قول مذکور پر کوئی دلیل نہیں ہے جس بات پر ان کے پاس دلیل نہیں تھی اسکو چھیڑنے کی آخر کیا ضرورت تھی۔

ثانیاً یہ کہ منقول نہ ہونے کو قرینہ اور شاہد بنانا بھی جہالت کی علامت ہے عدم نقل، عدم وجود کی دلیل نہیں ہے نہ اسکو قرینہ اور شاہد بنا سکتے ہیں جیسا کہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔

ثالثاً جنازہ میں حاضرین کی قلت کو عدم مقبولیت عند اللہ کی دلیل بھی نہیں بنایا جا سکتا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رات و رات حضرت علی نے دفنا دیا تھا کہاں بڑا ہجوم تھا۔ جنازہ میں پھر بعض شہداء کرام کو سرے سے جنازہ نصیب ہی نہیں ہوتا۔ کیا اسکو ان کی عند اللہ عدم مقبولیت کی دلیل بنایا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔



مبالغات کا جواب

قارئین کرام ظہیر بے ضمیر نے البریلویۃ کے صفحہ ۴۶ سے صفحہ ۵۵ تک مبالغات کے عنوان میں چند اقوال ارادت مندوں کے نقل کرنے کے بعد انہی صفحات میں بریلوی مسلک کے زعماء و اکابر کے تراجم و مختصر حالات زندگی بیان کیے ہیں۔ بعض حضرات کی خوابیں بھی اسی سلسلہ میں نقل کر کے اعتراض کیا ہے کہ یہ مبالغے حقیقتاً غلط ہیں۔ ان کی حقیقت کوئی نہیں ہے۔ امام احمد رضا خان کو حضور کا معجزہ بھی کہا گیا ہے۔ امام احمد رضا خان کو دیکھ کر صحابہ کو دیکھنے کا شوق کم ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔ تو قارئین کرام

ہر بات اور ہر سوال کا جواب مع زوائد اختصار کے ساتھ عرض کرتے ہیں۔ خود فیصلہ کر
پھر ان کے اپنے مبالغات کا ایک نمونہ بھی پیش کیا جائے گا۔

۱۔ جب جناب احمد رضا کا جنازہ اٹھایا گیا تو کچھ لوگوں نے دیکھا کہ اسے فرشتوں
نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے (بحوالہ انوار رضا صفحہ ۲۲۷ اور زردجوں کی
دنیا مقدمہ صفحہ ۲۲)

الجواب۔ اس میں کیا قباحت ہے۔ کیا ایسا ناممکن اور محال ہے؟ کیا
یہ محال عقلی ہے؟ یا محال شرعی ہے؟ کم از کم اس استحالہ پر کوئی دلیل تو دی ہوتی
اگر محال عادی کہیں تو ظاہر ہے کہ محال عادی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ عقلاً و شرعاً
بھی محال ہو اور جب تک عقلاً و شرعاً محال ثابت نہ کیا جائے اعتراض بے جا اور
فضول ہے۔ آخر احادیث صحاح ستہ میں موجود ہے کہ اہل ایمان کے جنازہ میں
ملائکہ کرام کی حاضری ہوتی ہے۔ اگر عشاقِ رسول کے جنازہ کو وہ اٹھالیں تو کون سا
محال ہے۔ یہ اعتراض بلا دلیل ہے، اس لئے قابلِ التفات نہیں ہے۔

اعتراض:۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت
میں بیٹھے تھے۔ بریلوی صاحب کی انتظار میں کیونکہ جب ان کی خاموشی اور اصحاب
کی خاموشی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ہم بریلوی کی انتظار کر رہے ہیں تا کہ وہ آئے
(البریلویۃ صفحہ ۴۶)

الجواب:۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے۔ کسی عرب بزرگ
نے یہ خواب دیکھا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد جس کے بعد ان عرب صاحب کو اعلیٰ
حضرت کی زیارت کا شوق پیدا ہوا وہ ہندوستان آئے تو معلوم ہوا کہ ان کا وصال
ہو گیا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا۔ ان کی تاریخ وصال ۲۵ صفر ہے۔ خواب بھی ۲۵ صفر
ہی کو دیکھا تھا۔ ایسا خواب دیکھنا شرعاً بھی ناممکن نہیں اور عقلاً بھی محال نہیں،

اس میں توہین کا کوئی پہلو بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ آپ کی شفقت و رحمت ہے کہ آپ
جس کو پسند فرماتے ہیں اس کو اسی طرح بھی نواز دیتے تو شفقت و رحمت کی بات
ہے اپنے غلاموں کو خواب میں یا بیداری میں نوازتے ہیں۔ ایسے خواب کے استحالہ
عقلی یا شرعی پر کوئی دلیل پیش کئے بغیر اعتراض کرنا اعتراض برائے اعتراض تو ہو سکتا
ہے مگر مبنی بر صداقت نہیں ہو سکتا۔

اعتراض:۔ وصایا شریف میں حسنین رضا کا بیان ہے کہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے قربان، مدینہ طیبہ سے سرکاری عطا، آب زم زم شریف اور مدینہ کا عطر عین غسل
شریف کے وقت پہنچا۔ وصال محبوب کے لئے وہ آپ کی خوشبوؤں سے بسے ہوئے
سدھارے (وصایا شریف صفحہ ۱۹، بریلویۃ صفحہ ۴۷)

الجواب:۔ یہ بھی آپ کی شفقت اور رحمت کا نتیجہ ہے۔ ایسا کرم کرنے میں
آخر قباحت کیا ہے۔ اپنے غلاموں کو آقا کا نوازنا بعید از عقل نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو سکنے
پر نہ تو کوئی عقلی دلیل پیش کی ہے اور نہ ہی شرعی دلیل لائے ہیں۔ محض مبالغہ قرار دے کر
رد کر دینا کافی نہیں ہے۔ دلائل کے میدان میں دلائل لانا ضروری ہے۔ دلائل کے بغیر اس
میدان میں آنا جہالت و حماقت ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر پر حاضری دینے والے کو قبر انور سے قد غفر لہٗ
کی بشارت سنا سکتے ہیں (جیسا کہ تفسیر ابن کثیر صفحہ ۵۲۰ ج ۱ میں اور ایسے ہی بعض دیگر
معتبر کتابوں میں مذکور ہے)، ملاحظہ ہو ابن کثیر کی عبارت:۔

عن العتبی قال:۔ کنت جالساً عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجاء
اعرابی فقال السلام علیک یا رسول اللہ سمعت اللہ یقول ولو انہم اذ ظلموا
الآیۃ، وقد جئتک مستغفراً لذنبی مستشفعاً بک الی ربی۔ ثم انشاء
یقول یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہٗ۔ طاب من طیبھن القاع والاکم

لنفسی الفدا بقبر انت ساکنہ ۔ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم۔ ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی النوم فقال یا عتبی الحق الاعرابی فبشرہ ان اللہ قد غفر لہ۔

امام عتبی کا بیان ہے کہ میں قبرِ رسول کے پاس بیٹھا تھا اچانک ایک اعرابی آیا اور حضور کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں نے سُنا ہے کہ خدا فرماتا ہے اگر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے آپ کے پاس آئیں اور خدا سے بخشش مانگیں اور رسول بھی اس کی سفارش کرے تو خدا کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔ یا رسول اللہ میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے آیا ہوں۔ آپ کو اپنے رب کے پاس شفیع بناتا ہوں۔ پھر یہ شعر کہے:۔

اے وہ ذات جس کو مدینے ہی میں دفن کر دیا گیا ہے اور مدینہ اور گرد و نواح اسکی خوشبو سے مہک اٹھے ہیں۔ میری جان فدا ہو اس قبر پر جس میں آپ جلوہ گر ہیں، جس میں عفاف اور جود و کرم ہے پھر دیہاتی واپس ہوا۔ میری آنکھوں پر نیند غالب ہو گئی تو میں نے حضور کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے عتبی اس دیہاتی کو جا کر خوشخبری سُنا دے کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ تو اپنے کسی غلام کے ذریعے کسی جان نثار کے لئے زم زم و عطر مدینہ کیونکہ ناممکن ہے جو اس کے استغاثہ کا مدعی ہے وہ اس پر دلیل پیش کرے۔ کیونکہ بلا دلیل کوئی دعویٰ قابلِ قبول نہیں ہے۔

صحابہ کرام کی گُستاخی کا الزام اور جواب

ایک بریلوی نے کہا کہ:۔

"میں نے بعض مشائخ کو کہتے سُنا ہے کہ امام احمد رضا کو دیکھ کر صحابہ کرام

کی زیارت کا شوق کم ہو گیا"

(ملاحظہ ہو البریلویۃ صفحہ ۴۷ بحوالہ وصایا شریف صفحہ ۲۴ ترتیب حسنین رضا)

الجواب:۔ قارئین کرام یہاں کسی بریلوی عقیدت مند نے یہ نہیں کہا کہ ان کو دیکھنے سے صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا بلکہ یہ کہا ہے کہ شوق کم ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ تسلی اور ایک حد تک اطمینان حاصل ہو گیا اس میں کوئی گستاخی کا پہلو موجود نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ بعض اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے یا بعض روایات میں ہے کہ عالمِ دین کو دیکھنا بھی عبادت ہے جیسا کہ بعض روایات بعض کتبِ حدیث میں ملتی ہیں اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۴ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر۔ یہاں تشبیہ سے مراد مساوات نہیں اسی طرح وہاں بھی صحابی سے مساوات مراد نہیں بلکہ صرف تشبیہ ہے کہ ان کو دیکھنے سے بھی ایک گونہ تسلی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس کو خواہ مخواہ توہین صحابہ پر مبنی سمجھنا پرلے درجہ کی جہالت اور مذہبی تعصب کا نتیجہ ہے۔

اعتراض اور یہ کہ کسی بریلوی نے کہا کہ گزشتہ دو صدیوں میں ایسا جامع عالم نظر نہیں آیا (البریلویۃ بحوالہ وصایا شریف صفحہ ۲۴)

اور یہ کہ آپ کی علمی جلالت اور علمی کمال کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ وہ اپنے علم اور اصابت رائے میں منفرد تھے۔ اور یہ کہ انہوں نے دین کی تعلیمات کو از سرِ نو زندہ کیا۔ البریلویۃ صفحہ ۴۱ بحوالہ شرح الحقوق۔

الجواب: قارئین کرام جس نے یہ کہا ہے کہ گزشتہ دو صدیوں میں ایسا جامع عالم نظر نہیں آیا۔ یہ بے ضمیرے کی نگاہ میں تو مبالغہ ہو سکتا ہے مگر اس قول کے قائل کے نزدیک ممکن ہے کہ یہ مبالغہ پر مبنی نہ ہو کیونکہ بہر حال یہ ممکن ہے۔ کہ ان کی معلومات

کے مطابق ایسا ہی ہو جیسا کہ انہوں نے سمجھا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت فی الواقعہ قائل مذکور کے نزدیک بے مثال ہی تھی۔ گذشتہ دو صدیوں میں اور یہ کہ آپ کی علمی جلالت اور علمی کمال کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یا آپ علم اور اصابت رائے میں منفرد تھے تو یہ بھی بجا ہے کیونکہ قائل کی مراد یہ ہے کہ آپ اپنے زمانے میں بے نظیر اور اپنے زمانے کے علماء میں منفرد تھے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ساری دنیا میں آپ بے نظیر اور منفرد تھے "تاکہ اولین و متقدمین پر ترجیح لازم آئے اور یہ کہا کہ آپ نے دین کی تعلیمات کو از سر نو زندہ کیا ہے تو یہ بھی مبالغہ نہیں۔ امر واقعہ ہے کیونکہ دین کی تعلیمات .... الخ یہ عبارت قضیہ مہملہ ہے محصورہ نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دین کی بعض تعلیمات کو زندہ کیا ہے اور وہ اعتقادی تعلیمات ہیں کیونکہ آپ کا تجدیدی کارنامہ یہی ہے کہ آپ نے عوام الناس کے بگڑے ہوئے عقائد کی اصلاح فرمائی ہے اور وہابیوں و نجدیوں کی توحید شیطانی کو بے نقاب کر کے توحید رحمانی کا تصور اجاگر فرمایا ہے اور یہ حق خالص ہے جس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔

اعتراض:۔ "فتاویٰ رضویہ میں ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن سے علماء کے کان بھی آشنا نہیں"

("بہارِ شریعت" جلد صفحہ ۳، ج۲ البریلویہ صفحہ ۴۷)

الجواب: یہ بھی کوئی مبالغہ نہیں بلکہ امر واقعہ ہے کیونکہ علماء سے اولاً مراد تمام علماء نہیں بلکہ بعض علماء ہیں کیونکہ یہ عبارت بھی قضیہ مہملہ ہے کلیہ نہیں ہے اگر تمام علماء بھی مراد ہوں تو آپ کے زمانے کے اور آپ کے بعد کے زمانے کے علماء مراد ہیں۔ اور یہ حقیقت واقعیہ ہے ہرگز مبالغہ نہیں ہے۔

اعتراض:۔ ایک اور بریلوی نے کہا کہ اگر امام ابوحنیفہ فتاویٰ رضویہ کو دیکھ لیتے تو ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو جاتی اور اس کے مؤلف کو اپنے اصحاب میں شامل

کر لیتے۔ اور ایک اور بریلوی نے کہا کہ وہ تو اپنے زمانے کے ابوحنیفہ تھے، ایک اور نے کہا وہ ابوحنیفہ کی فطانت کے مالک تھے اجتہاد میں امام خصاف کی ضیاء اور رازی کی عقل اور قاضی خان کے حافظہ کے مالک تھے۔

الجواب:۔ اس اعتراض میں پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ واقعی اگر امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ "فتاویٰ رضویہ" کو دیکھ لیتے تو ضرور خوش ہوتے، اور اس کے مؤلف کو اپنے اصحاب میں شامل فرماتے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے یہ حسن ظن ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" سے اور اس کے مؤلف سے، اس کو مبالغہ قرار دینا جہالت ہے۔ باقی تینوں باتوں کا جواب یہ ہے کہ ابوحنیفہ تھے، نہیں کہا۔ اپنے زمانے کے ابوحنیفہ تھے۔ دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے غور کی ضرورت ہے دوسرا یہ کہ ایک تشبیہ ہے اور تشبیہ میں مشبہ کا مشبہ بہ کے مساوی ہونا ضروری نہیں ہے جیسے زید شیر ہے میں یہ ضروری نہیں کہ زید کی شیر کی طرح چار ٹانگیں اور دم بھی ہو صرف شجاعت کی صفت میں تشبیہ مقصود ہے۔ اسی طرح یہاں استدلال کی قوۃ اور مسائل کے استخراج میں آپ کو حضرت امام سے تشبیہ دی گئی ہے وہ بھی من کل الوجوہ نہیں بلکہ من وجہ ہے۔ اسی طرح فطانت و ضیاء، عقل میں تشبیہ دی گئی ہے نہ یہ کہ من کل الوجوہ ابوحنیفہ ہیں۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

اعتراض:۔ بریلویوں نے اپنے اعلیٰ حضرت کو صدیق کا عکس قول حق میں عمر کا مظہر، باطل کی تفریق میں ذوالنورین کی صورت جود و رحم میں اور ضرب باطل میں علی کی تلوار قرار دیا ہے۔

الجواب: یہ بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے مگر اندھے کو کیا پتہ۔ قول حق میں عکس صدیق ہونا ایک چیز ہے اور ہر بات میں عکس صدیق ہونا دوسری بات ہے اور ہر لحاظ سے عکس صدیق ہونا امر آخر ہے۔ تینوں باتوں

میں بہت بڑا فرق ہے۔ پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ صدیقی نہیں کہا عکسِ صدیقی کہا ہے۔ یعنی صدیقی کا پرتو ہے اسی طرح عین فاروق نہیں بلکہ مظہرِ فاروق فرمایا ہے۔ عین فاروق اور مظہرِ فاروق ہونے میں بھی فرق واضح ہے۔ بعینہٖ ذوالنورین نہیں فرمایا بلکہ ذوالنورین کی وصف جود و کرم و رحم کی ایک صورت ہے جو ہرگز قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ اسی طرح باطل کی ضرب میں علیؓ کی تلوار کہا ہے۔ عین علی یا مثلِ علی یا نظیرِ علی نہیں کہا تاکہ اعتراض کے قابل ہو۔

کمال ہے جو لوگ اپنے بعض اکابر مثلاً سید احمد صاحب کے لئے کمالاتِ نبوۃ معنیٔ نبوۃ مان رہے ہیں وہ اعلیٰحضرت کے ماننے والوں کو مبالغہ آمیزی کا الزام دے رہے ہیں۔

ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب "صراطِ مستقیم" فارسی صفہ ۱۲۸ میں لکھتے ہیں کہ "جو شخص ذات کا مراقبہ اس لحاظ سے کرے کہ وہ کمالاتِ نبوۃ کا منشاء ہے، اسے نبوت کے ایک معنی پر فائز کر دینگے۔ جس کا ادنیٰ درجہ اچھی خوابیں ہیں، اسی طرح دوسرے درجے میں معنیٔ رسالت کا اس پر فیضان ہوگا اور اسے تفہیم، تنظیم اور غافلوں، جاہلوں اور معاندوں سے مناظرہ کا الہام کیا جائے گا۔ تیسرے درجہ میں نافرمانوں، سرکشوں کو ہلاک کرنے اور اطاعت کرنے والے مخلصین کو انعام و اکرام کی ہمت قویہ بخشتے ہیں۔" دیکھا آپ نے کیا لکھ دیا ہے۔ مراقبہ کے پہلے درجہ میں نبوت کا معنیٰ، دوسرے درجہ میں رسالت کا معنیٰ، اور تیسرے درجہ میں نافرمانوں سرکشوں کو ہلاک کرنے اور مخلصین کو انعام و اکرام سے نوازنے کی قوۃ قویہ بخشتے ہیں۔ یعنی آخر میں خدائی دے دی جاتی ہے۔ ایک طرف تو یہ طاقت یہ کمال یہ تصرف مان رہا ہے اور دوسری طرف تقویۃ الایمان صفہ ۱۶۳ میں لکھا ہے کہ یعنی اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے

عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجیے۔

دوسرا حوالہ:۔ "صراطِ مستقیم" کے خاتمہ میں لکھتا ہے کہ "جاننا چاہیئے کہ حضرت (سید احمد بریلوی) ابتداء فطرت سے طریق نبوت کے اجمالی کمالات پر پیدا کیئے گئے تھے"۔ ملاحظہ ہو صراطِ مستقیم صفہ ۱۶۴

تیسرا حوالہ: "حصولِ بیعت (بر دست شاہ عبدالعزیز صاحب) اور حضرت شاہ صاحب کی توجہات کی برکت سے بڑے وقیع معاملات ظاہر ہوئے۔ ان عجیب واقعات کے سبب سے وہ کمالاتِ طریق نبوت جو ابتداء فطرت میں اجمالاً مندرج تھے۔ تفصیل اور شرح کو پہنچ گئے"۔ (صراطِ مستقیم صفہ ۱۶۴ فارسی)

چوتھا حوالہ:۔ ایک خواب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ایک دن ولایت مآب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھا۔ جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے حضرت سید احمد کو اپنے دستِ مبارک سے غسل دیا اور ان کے بدن کو خوب اچھی طرح دھویا، جیسے باپ اپنے بیٹوں کو غسل دیتے ہیں۔ اور جناب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت قیمتی لباس اپنے دستِ مبارک سے انہیں پہنایا"۔ ملاحظہ ہو (صراطِ مستقیم صفہ ۱۶۴ فارسی)

یہاں دہلوی صاحب کو یہ بات بھول گئی کہ میں اس خواب کے ضمن میں حضرت علی کے لیئے وصال کے بعد تصرف کی قدرت ثابت کر رہا ہوں اور یہ بھی بھول گئے کہ اس واقعہ میں خاتونِ جنت کی توہین کا پہلو بھی نکل سکتا ہے۔ کیونکہ وہ سید صاحب کے لئے نبوت کے کمالات کا راستہ کھولنے کی فکر میں لکھے تھے۔

پانچواں حوالہ:۔ "اس واقعہ کے سبب کمالاتِ نبوت کے طریق کامل طور پر جلوہ گر ہو گئے۔ اور ازلی انتخاب کہ ازل الازال میں پوشیدہ تھا، نقشہ ظہور پر

پہنچا۔ اور اجمالی عنایت اور یزدانی تربیت کے واسطے کے بغیر ان کے حال کی کفیل ہو گئی۔ معاملات اور واقعات تواتر اور تسلسل سے پیش آئے یہاں تک کہ ایکدن اللہ تعالیٰ نے سید صاحب کا ہاتھ اپنی قدرتِ خاص کے ہاتھ میں پکڑا اور امورِ قدرت میں سے بلند عجیب چیز حضرت کے چہرے کے سامنے کی اور فرمایا تمہیں یہ کچھ دیا ہے۔ اور بہت سی ضروری چیزیں بھی دوں گا۔" صراطِ مستقیم صفحہ ۱۶۴ فارسی)

چھٹا حوالہ: "القصہ ایسے ایسے صدہا واقعات اور معاملات پیش آئے یہاں تک کہ کمالاتِ طریق نبوۃ اپنی انتہائی بلندی کو پہنچ گئے اور الہام و کشفِ علوم حکمت تک پہنچ گئے۔ یہ ہے کمالاتِ راہِ نبوت کے حاصل کرنے کا طریقہ۔

ان عبارات و حوالہ جات و اقتباسات میں اپنے پیر و مرشد کے لئے منصبِ نبوت پر فائز ہونے کو کون مان رہا ہے۔ اہل سنّت یا غیر مقلد وہابی۔ کشیدہ عبارات و جملے و الفاظ و کلمات نبوت کا معنی اور رسالت کے معنی کا حصول بھی مانا اور سرکشوں کو ہلاک کرنے کی طاقت فرمانبرداروں کے لئے انعام و اکرام بخشنے کی قوۃ، سیّد صاحب کا ابتدا فطرت میں نبوت کے طریقہ کے اجمالی کمالات پر پیدا ہونا اور پھر ان اجمالی کمالات کا مرتبۂ تفصیل و شرح کو پہنچ جانا بھی مان رہے ہیں اور یہ بھی مان رہے ہیں کہ حضرت علی کرم نے سیّد صاحب کو اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور جناب خاتونِ جنت نے اپنے ہاتھ سے لباس پہنایا اور پھر یہ کہ کمالاتِ نبوۃ کامل طور پر جلوہ گر ہو گئے اور یہ کہ ایکدن اللہ تعالیٰ نے سیّد صاحب کا ہاتھ اپنی قدرت خاص کے ہاتھ میں پکڑا۔ پھر فرمایا یہ کچھ تم کو دے دیئے ہیں اور بھی بہت کچھ دوں گا یہاں تو ہمکلامی کا شرف بھی مان لیا اور ایک طرف یہ کہ جس کا نام محمدؐ یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک اور مختار نہیں نہ ذاتاً نہ عطاً۔ اور یہاں اپنے پیر و مرشد کے لئے بہت کچھ عطا ہونا مان رہے ہیں۔ کیوں کر بے ضمیرے کے حامیو!

عاشقوں، دیوانوں، مبالغات آپ کو کبھی نظر نہیں آئے۔ کیا یہ مبالغات ان مبالغات کے مقابلہ میں زیادہ وزنی نہیں وہاں تو صرف اپنے وقت کا ابو حنیفہ کہا گیا۔ اور رازی اور قاضی خان کی فطانت، ضیاء، عقل، حافظہ کی بات تھی اور یہاں کمالات نبوۃ و رسالت اور خدا سے ہم کلامی اور خدا کے ہاتھ میں ہاتھ کا آنا تسلیم کیا جا رہا ہے اور بھی بہت سے کمالات کے حصول کا وعدہ خدا کی طرف سے ہو رہا ہے۔

قارئین کرام خود غور کریں کہ بریلویوں کے مبالغے زیادہ تر وزنی ہیں یا وہابیوں نجدیوں کے، مبالغوں کی یہ لسٹ زیادہ بھاری اور وزنی ہے۔ وہ زیادہ خطرناک ہیں یا یہ زیادہ خطرناک ہیں۔ یہاں نبوت و رسالت اور خدائی پر فائز مانا جا رہا ہے ۔ ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

ایک اور اعتراض

قارئین کرام بے ضمیر صاحب صفحہ ۴۸ پر لکھتے ہیں کہ ایک بریلوی نے کہا، کہ بریلوی صاحب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ایک اور نے کہا کہ وہ زمین میں اللہ کی حجت تھے۔ یہاں دس مبالغات پورے ہو گئے ہیں ...... الخ

الجواب: قارئینِ محترم جہالت کا علاج ممکن ہے مگر تعصب اور ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ معجزہ اس خارقِ عادت شئے کو کہا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبی کے دعوئ نبوت کے لئے بعد از تحدی (یعنی دلیل و معجزہ کے

مطالبہ) کے نبی کے ہاتھوں پر کرتا ہے۔ اسی معنی میں خود نبی کی ذات بھی معجزہ نہیں چہ جائیکہ کوئی اُمتی معجزہ قرار پائے اس لئے معجزہ کا حقیقی معنی تو مراد ہو ہی نہیں سکتا البتہ اس کا مجازی معنی مراد لیا جا سکتا ہے یعنی دلیل اور یہی یہاں مراد ہے بلاشبہ۔ اگر کائنات ارضی وسماوی کی ہر چیز خدا کی قدرت اور ہستی کی دلیل ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ (الآیۃ)

اور ایسی ہی بعض دیگر آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہے تو اعلیٰ حضرت کا وجود قدرتِ خداوندی کی بھی دلیل بنتا ہے، بایں طور مذکور۔ بنابریں آپ کی ذات صداقتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل اور حجت ہیں اور اللہ کی حجت کو نبی کی ذات پر منحصر کر دینا مذکورہ بالا آیت کریمہ اور ایسی دیگر آیات کے منافی اور خلاف ہے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی کی ذات حجتِ اکمل اور حجتِ اعظم ہے مگر نفسِ حجت کا انحصار ذاتِ نبی میں ہرگز درست نہیں ہے، بلکہ جہالت ہے۔ اس اعتراض کی تفصیل ثاقب نے ترجمہ میں لکھی تھی، جس کا جواب عرض کر دیا ہے۔ تفصیلاً۔

ایک اور اعتراض

بے ضمیر صاحب صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ ہم گذشتہ صفحات میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ بریلوی حضرات اپنے مجدد اعلیٰ حضرت کو غلطیوں سے مبرا اور معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں اور یہ عصمت تو انبیاء کرام کا خاصہ ہے اور انبیاء کرام کے علاوہ کسی اور کو معصوم سمجھنا ختم نبوۃ کا انکار ہے یا انکار کے مترادف ہے۔

الجواب:۔ قارئین کرام یہ عبارت بھی منطقی طور پر قضیہ مہملہ ہے اور

موجب جزئیہ بنتی ہے۔ قاعدے کے لحاظ سے کیونکہ غلطیوں سے پاک و مبرا ماننا ایک امر ہے اور تمام غلطیوں سے مبرا ماننا امر آخر ہے پھر خطاؤں سے معصوم ماننا اور ہے اور گناہوں سے مبرا ماننا اور چیز ہے۔ انبیاء کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں مگر خطاء، لغزش، سہو و نسیان و زلت کا امکان ہی نہیں بعض کا بعض سے وقوع بھی ہوا ہے جو قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ باقی رہا یہ کہ بریلوی حضرات اعلیٰ حضرت کو انبیاء کرام کی طرح معصوم مانتے ہیں یا معصوم سمجھتے ہیں۔ تو یہ جھوٹ اور صاف بکواس ہے۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی اعلیٰ حضرت کے خلیفہ نبوت کے متعلق عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

”نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک (فرشتہ) کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتے کے سوا کوئی معصوم نہیں، اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بددینی ہے۔ عصمتِ انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہو لیا، جس کے سبب ان سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے، بخلاف آئمہ و اکابر اولیاء کے اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے اور ان سے گناہ ہوگا نہیں اگرچہ ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔ (ملاحظہ ہو بہار شریعت صفحہ ۱، ج ۱)۔

اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ اہل سنت حنفی بریلوی کے نزدیک عصمتِ انبیاء و ملائکہ کا خاصہ ہے، عصمت کسی اور کو حاصل نہیں ہے تو پھر اعلیٰ حضرت کے لئے عصمت کا کون کہہ سکتا ہے۔ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ یہ دشمن کا پروپیگنڈا سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اعلیٰ حضرت نہ تو گناہ سے انبیاء کی طرح معصوم تھے نہ خطاء و لغزش سے نہ سہو و نسیان و زلت سے ہی معصوم تھے۔ البتہ معصوم کی بجائے محفوظ تھے۔ گناہوں سے اور عصمت بمعنی المعروف خطاء، زلت و سہو و نسیان سے

توانبیا بھی معصوم نہ تھے۔ تو اور کون ہے جو ان سے معصوم ہو لغوی اصطلاحی معروف کے ساتھ۔

ایک اور اعتراض

ظہیر بے ضمیر صاحب صفحہ ۴۶ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ بعض بریلوی کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے بچپن میں راستے میں کچھ طوائف کو دیکھا تو کرتے کا دامن اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیا حجابا منہم۔ ان سے شرماکر، اور جب کرتہ اٹھایا تو ننگے ہو گئے تو وہ طوائف ان پر ہنسنے لگی اور کہا کہ چہرہ تو تو نے ڈھانپ لیا مگر شرم گاہ کو ننگا کر دیا تو آپ نے جواب دیا کہ جب آنکھ بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو شرم گاہ بہکتی ہے۔ جو لوگ ان کو مافوق البشر ماننا چاہتے ہیں ان سے سوال کرنا چاہیئے کہ ان کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ طوائف ہیں۔ نیز جس بچے کو اپنی شرم گاہ ڈھانپنے کا پتہ نہیں اس نے نظر و قلب اور ان کی تاثیرات علی الستر کو کیونکر جان لیا۔ الخ صفحہ ۴۹

الجواب: قارئین کرام اللہ کی مخلوق ساری ایک جیسی نہیں بلکہ فطرۃ بھی متفاوت ہوتی ہے۔ بعض حضرات میں فطری طور پر ایسی صلاحیتیں ودیعت کر دی جاتی ہیں جو دوسروں میں نہیں ہوتیں پھر بعض کمالات وہبی و بخشش بھی ہوتے ہیں جو بچپن میں ہی عطا ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا سے اور وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا وغیرہ دلائل سے ثابت ہے۔ اعلیٰ حضرت کی ایسی صلاحیتوں پر بچپن میں فائز ہونے کے عدم امکان پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ اس کے عدم امکان کو ثابت کرنے کے لئے بے ضمیر صاحب کو دلیل پیش کرنا ضروری تھی جو وہ نہیں کر سکے، اس لئے یہ اعتراض مبنی پر جہالت ہے۔

اعتراض: بریلوی کہتے ہیں کہ امام احمد رضا کے علمی دبدبے سے یورپ کے سائنسدان اور ایشیا کے فلاسفر لرزتے تھے۔ البریلویت صفحہ ۴۹ (بحوالہ روحوں کی دنیا صفحہ ۲۶)

الجواب: اس دعوی پر ہم صرف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی کتاب جو حرکت و سکون زمین و آسمان کے موضوع پر چھپی ہوئی موجود ہے۔ اس کو اور اس کے علاوہ متعدد کتابیں جن کی تعداد تقریباً ایک سو بلکہ ایک سو پچاس کتابیں و رسائل تحریر فرمائے ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں:-

1. نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان۔
2. فوز مبین در حرکت زمین۔
3. قانونِ رعیت الہیۃ۔
4. طلوع و غروب کواکب قمر۔
5. رویت ہلال۔ اسکی تفصیل پڑھنا ہو تو ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، ایم، اے ایل-ایل-بی-پی-ایچ-ڈی ڈپٹی کمشنر عکوال کی کتاب قرآن سائنس اور احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مطالعہ بہت مفید رہے گا اور یہ ثبوت بھی مل جائیگا کہ اعلیٰ حضرت کس قدر سائنس میں ماہر تھے۔ ان کی اس موضوع پر متعدد کتابوں و رسائل کا وجود ہی دعوی مذکور کی دلیل ہے۔ یہ مبالغہ پر مبنی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

اعتراض: ایک بریلوی مبالغہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو خداداد قوت حافظہ سے ساری چودہ سو برس کی کتابیں حفظ تھیں۔ ان کے بلند مقام کو بیان کرنے کے لئے اہل لغت لفظ پانے سے عاجز رہے ہیں۔ البریلویہ صفحہ ۴۹، بحوالہ (روحوں کی دنیا صفحہ ۲۴۵ و انوار رضا صفحہ ۲۶۵)

نیز، جب اعلیٰ حضرت حج کو گئے تو مسجد خیف میں مغفرت کی بشارت دی گئی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت صـ ۱۲۲، انوارِ رضا صـ ۲۳۵)

الجواب: اعتراض کرنا تو آسان ہے مگر اپنے اعتراض کو قائم رکھنے اور پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور دلیل یہاں کوئی پیش نہیں کی گئی۔ چودہ سو سال کی تمام کتابوں کا حفظ ہو جانا قوتِ خداداد سے ناممکن نہیں ہے قوتِ خداداد کی صراحت موجود ہے اگر اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا۔ پر ایمان ہے تو یہ ماننا ہوگا کہ خدا کی عطا کردہ قوت سے کسی شخص کے لئے یہ ممکن ہے کہ اس کو چودہ سو سال کی تمام کتابیں حفظ ہو جائیں جو اس کے استحالہ شرعی یا عقلی کا قائل ہے دلیل کا پیش کرنا اس کی ذمہ داری ہے اور یہاں بے ضمیر صاحب نہ کوئی عقلی دلیل پیش کر سکے ہیں اور نہ ہی کوئی شرعی دلیل لا سکے ہیں مذکورہ استحالہ پر۔ لہذا یہ اعتراض بھی محض تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ نیز یہ مبالغہ قرآن کی کون سی آیت یا کون سی حدیث کے خلاف ہے کیا یہ مبالغہ کفر ہے؟ اگر کفر ہے تو اس کا کفر ہونا کس دلیل سے ثابت ہے۔ مسجد خیف میں مغفرت کی بشارت کا ملنا کسی مسلمان کو کیا یہ محال شرعی ہے یا محالِ عقلی ہے جو بھی ہے اس پر دلیل کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ محال عادی ہو سکتا ہے۔ مگر کیا ہر محال عادی کا محالِ عقلی یا شرعی ہونا ضروری ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا جب تک اس کا استحالہ عقلی یا شرعی ثابت نہ کریں، اعتراض مردود اور باطل ہے۔

اسنادِ حقیقی ذاتی اور عطائی اور اسنادِ مجازی کا بیان

قارئین کرام ظہیر بے ضمیر صاحب نے البریلویۃ کے صـ ۴۹ پر لکھا ہے کہ بریلوی حضرات خان صاحب کو مجدد، سردار، امام، مرشد، مالک و شافع اور ان کے گھر کو دار الشفاء۔ یہ کہ انہوں نے اندھوں کو بینائی دی، گونگوں کو سننے کی قوت دی ہے

اور یہ کہ وہ نورِ الٰہی کی مشکوٰۃ اور حسنِ مصطفیٰ کا آئینہ اور خدا کے شیروں میں سے شیر تھے .... الخ اور یہ کہ وہ قاضی الحاجات اور کاشف کروب، مشکلکشا اور ساقیٔ کوثر، قبر و حشر و نشر کے ساقی اور غوث اور قطب الاولیاء اور خلیفہ مصطفیٰ بحرِ ہدیٰ کے خضر اور معطی اور رزاق تھے وغیرہ وغیرہ" اور غوث بے شک اقطاب عالم بیت اللّٰہ کا طواف کرتے ہیں مگر کعبہ تیرے دروازے کا طواف کرتا ہے .... الخ

قارئین کرام مندرجہ بالا عربی الفاظ کا ترجمہ کی بجائے البریلویۃ کے مترجم ثاقب نے اپنے ترجمہ کے صـ ۹۵ پر بریلوی شاعر ایوب علی رضوی کے قصیدہ کے چند اشعار نقل کئے ہیں تاکہ بریلوی عقیدہ بقول ان کے زیادہ واضح ہو جائے، اور وہ اشعار یہ ہیں :۔

اندھوں کو بینا کر دیا بہروں کو سنوا کر دیا
دینِ نبی زندہ کیا یا سیدی احمد رضا

امراضِ روحانی و نفسانی امت کے لیئے — در ہے ترا دار الشفاء یا سیدی احمد رضا
یا سیدی یا مرشدی یا مالکی یا شافعی — اے دستگیر رہنما یا سیدی احمد رضا

جب جان کنی کا وقت ہو اور رہزنی شیطاں کرے
حملہ سے اسکے لے بچا یا سیدی احمد رضا

احمد کا سایہ غوث پر اور تجھ پہ سایہ غوث کا — اور ہم پہ ہے سایہ ترا یا سیدی احمد رضا
احمد پہ ہو رب کی رضا، احمد کی تجھ پر رضا
اور ہم پہ ہو تیری رضا، یا سیدی احمد رضا

ایک اور شاعر ہرزہ سرا ہے۔ کہ

خلق کے حاجت روا احمد رضا — ہے میرا مشکل کشا احمد رضا

کون دیتا ہے مجھ کو کس نے دیا — جو دیا تم نے دیا احمد رضا
دونوں عالم میں ہے تیرا آسرا — ہاں مدد فرما شہا احمد رضا
حشر میں جب ہو قیامت کی تپش — اپنے دامن میں چھپا احمد رضا
جب زباں سوکھ جائیں پیاس سے — جامِ کوثر کا پلا، احمد رضا
قبر و حشر و نشر میں تو ساتھ دے — ہو میرا مشکل کشا، احمد رضا
تو ہے داتا اور میں منگتا تیرا — میں تیرا ہوں اور تو مرا احمد رضا

(لقوۃ الروح ازایوب رضوی صہ ۴۷، ۴۸)

الجواب تحقیقی جواب

قارئین کرام عربی الفاظ ہیں مجدد، سردار، امام اور مرشد کا اطلاق آپ کی ذات پر قابل اعتراض نہیں ہے۔ ہر گروہ، ہر فرقہ، ہر جماعت اپنے بعض اکابر کو ان مناصب کے اہل سمجھتی ہے اور یہ زیادہ بحث کے قابل نہیں، کیونکہ اختصار مقصود ہے البتہ مالک و شافع کے الفاظ کی وضاحت ضروری ہے مالک کہنا کوئی جرم نہیں۔ کیونکہ مالک سے مملک مجازی مراد ہے، مجازاً مالک کہا جاتا ہے۔ ہزاروں انسانوں کو ہزاروں اشیاء کا مالک کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں فلاں فلاں گاؤں کا مالک ہے، فلاں اتنے مربعوں کا مالک ہے وغیرہ وغیرہ، تو جس طرح یہاں شرک نہیں ہوتا، اسی طرح اعلیٰ حضرت کو کسی کے مالک کہنے سے کوئی شرک نہیں ہوتا۔ کیونکہ ملک مجازی مراد ہے۔ اسی طرح شافع کہنا بھی کوئی قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ احادیث میں ہے کہ فرشتے بھی شفاعت کریں گے۔ ملاحظہ ہو حدیث مومن فیقول اللہ، شَفَعَتِ الْمَلٰئِکَةُ وَ شَفَعَ النَّبِیُّوْنَ وَ شَفَعَ

الْمُؤْمِنُوْنَ وَ مَا بَقِیَ اِلَّا اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ (قیامت کے دن) اللہ فرمائیگا ملائکہ بھی شفاعت کر چکے، نبی بھی کر چکے، اہل ایمان (کامل) بھی کر چکے، سوائے ارحم الراحمین کے باقی نہیں رہا۔ اس حدیث میں ایمان کامل والوں کا شفاعت کرنا ثابت ہے۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۰، ج ۲۔ عن عثمان بن عفان، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یشفع یوم القیٰمۃ ثلاثۃ انبیاء ثم العلماء ثم الشھداء، رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۵، ج ۲۔ حضور نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے انبیاء پھر علماء پھر شہداء۔

یوں ہی دیگر کلمات والفاظ و جملے نثر کے یا نظم کے اندر جو اسناد پر مشتمل ہیں ان سب میں یعنی مشکل کشا، حاجت روا، معطی و رزاق وغیرہ مذکورہ کلمات میں اسنادِ حقیقی نہیں ہے بلکہ اسنادِ مجازی ہے۔ جیسا کہ انبت الربیع البقل میں انبات کی اسناد ربیع کی طرف مجازی ہے تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، مطول میں مفصل بحث موجود ہے کہ اگر یہ جملہ کافر و غیر مسلم کی زبان سے نکلے تو یہ اسناد حقیقی ہو گی۔ کیونکہ اس کا کفر و غیر مسلم ہونا اسناد حقیقی ہونے کا قرینہ ہے اور اگر یہی جملہ و کلام کسی مسلمان کی زبان سے نکلے تو یہ اسناد حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہو گی کیونکہ اس کا اسلام قرینہ ہے۔ مجاز کا اسی طرح ان کلمات نثر و نظم میں جو اسناد ہے وہ مجازی ہے حقیقی نہیں ہے۔ لہٰذا نہ یہ شرک ہے نہ بدعت، نہ حرام نہ مکروہ نہ ممنوع از خود اس کو اسنادِ مجازی کی بجائے اسنادِ حقیقی قرار دے کر شرک یا حرام وغیرہ قرار دینا سینہ زوری اور ہٹ دھرمی ہے۔ کوئی سُنی بریلوی ان کلمات میں ہرگز ہرگز اسناد کو حقیقی قرار نہیں دیتا۔ یہ اسنادِ مجازی خود قرآن کریم میں موجود ہے اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَھَبَ لَكِ غُلٰمًا زَکِیًّا۔ میں جبریل امین علیہ السلام کا اَھَبَ واحد متکلم کا صیغہ استعمال کر کے ہبہ کرنے اور بخشش

کرنے کی نسبت و اسناد اپنی طرف کرنا مجاز کی دلیل ہے اور اسی طرح آنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ میں اتیان کی اسناد اپنی طرف کرنا بھی مجاز پر مبنی ہے۔ احادیث سے بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر اختصار مقصود ہے۔ اسی طرح ان کلماتِ نثر و نظم میں جو اسناد ہے، وہ مجاز پر مبنی ہے۔ لہٰذا نہ شرک ہے نہ حرام نہ مکروہ وغیرہ ان کو شرک و حرام قرار دینا وہابیوں، نجدیوں کی جہالت و حماقت ہے۔

اُصولی بحث

قارئین کرام علماء اصولِ فقہ نے پانچ مقام ایسے بیان کئے ہیں جہاں حقیقت متروک ہوتی ہے یعنی حقیقی معنی کلام کا مراد نہیں لیا جاتا بلکہ وہاں مجازی معنی مراد ہوتا ہے۔ ایک مقام یہ ہے کہ محلِ کلام حقیقی معنی کو قبول نہیں کرتا تو اس جگہ مجازی معنی مراد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ جو کلمات نثر و نظم منقول ہوئے ہیں ان کا محل حضور علیہ السلام یا غوثِ اعظم یا اعلیٰ حضرت یا کوئی بھی ولی ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرات اسنادِ حقیقی کے متحمل نہیں ہو سکتے یعنی یہ حقیقی مشکل کشا، حقیقی حاجت روا، حقیقی دافع البلاء، حقیقی معین مددگار نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہاں اسنادِ مجازی اور معنی مجازی ہی مراد لیا جائیگا اور مراد یہ ہوگی کہ یہ حضرات ان چیزوں کے وسائل ہیں، ان کے وسیلہ سے مشکل حل ہوتی ہے، ان کے وسیلہ سے حاجت پوری ہوتی ہے، بلا ٹلتی ہے، مدد بھی ان کے وسیلہ سے ملتی ہے۔ حقیقی طور پر تو وہ سب کچھ کرتا ہے مگر ان کی دعا سے، ان کے وسیلہ سے ایسا ہوتا ہے۔ اس لئے بظاہر ان کی طرف نسبت و اسناد کر دی جاتی ہے جیسے حضرت مریم کو بیٹا دیا تو خدا نے

مگر چونکہ ملنے کا وسیلہ حضرت جبریل تھے اس لئے انہوں نے اسناد و نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا فرمایا ہے جس طرح یہ شرک نہیں ہے اسی طرح وہ بھی شرک نہیں ہے جیسے وہ حرام نہیں اسی طرح یہ بھی حرام نہیں ہے

دوسرا انتقام یہ ہے کہ متکلم کی نیت میں حقیقی اسناد مراد نہیں ہے تو اس لحاظ سے بھی کلمات نثر و نظم مذکور میں اسنادِ حقیقی کو مراد و قرار دینا نا انصافی ہے اپنی مراد کی تعیین کا حق صرف متکلم کو ہے، ہم تم کون ہوتے ہیں کہ از خود کسی کے کلام کی مراد کی تعیین کریں اور ظاہر ہے کہ ان تمام کلمات و جملوں میں جو اشعار اور عربی عبارات بیان ہیں کہنے والے متکلم ایوب رضوی کی مراد اسنادِ حقیقی اور معنی حقیقی ہرگز نہیں ہے بلکہ ان کی مراد اسنادِ مجازی اور معنی مجازی ہے اور اسکی دلیل ان کا کلمہ گو مسلمان ہونا ہے۔ باقی تین مقامات کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اختصار پیش نظر ہے بہرحال یہ بحث اصولِ الشاشی میں حقیقت مجاز کی بحث میں مفصل موجود ہے۔

الزامی جواب :- اگر یہ نجدی، وہابی یا دیوبندی ہماری اس تحقیق کا انکار کرتے ہیں تو پھر ہم ان کے سامنے الزامی جواب عرض کرتے ہیں کہ جناب تمہارے اپنے اکابر بھی ایسے جملے اور اشعار اور بعض روایات پیش کر چکے ہیں جن میں غیر اللہ کی طرف واضح الفاظ میں نسبت اور اسناد موجود ہے مثلاً :-

۱۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی اپنی کتاب نزل الابرار صفحہ ۳۳۵ میں ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوا فان للہ عز وجل فی الارض حاضرا یحبسہ والسنی واخرجہ البزار

البو یعلی والطبرانی قال فی مجمع الزوائد فیہ معروف بن حسان وھو ضعیف ۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

ترجمہ :- عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب ویرانے میں تم سے کسی کی سواری گم ہو جائے تو اُسے رکیوں ، پکارنا چاہیئے ۔ اے اللہ کے بندو ! روکو اسے اللہ کے بندو روکو بے شک اللہ کے لئے زمین میں روکنے والا ہے جو اس کو روکتا ہے اسی روایت کو حسن نے روایت کیا ہے اور اسکی تخریج امام بزار اور امام ابو یعلی اور طبرانی نے کی ۔ اور مجمع الزوائد میں فرمایا کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی معروف بن حسان ہے جو ضعیف ہے ۔

اس حدیث مرفوع قولی سے ثابت ہوتا ہے کہ عباد اللہ کو مشکل اور مصیبت کے وقت اور ضرورت کے موقعہ پر پکارنا بالکل جائز اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے اس میں فعل کی اسناد عباد اللہ کی طرف کی گئی ہے کیا یہ شرک ہے ؟ کیا یہ حرام ہے ؟ ہر گز نہیں ۔ کیونکہ یہاں مراد اسناد مجازی ہے ۔ اور اس کو پیشوائے غیر مقلدین و نام نہاد اہل حدیث کے گروہ نے جائز قرار دیا ہے بلکہ اپنا مشاہدہ بھی نواب صاحب نے بلکہ اپنا تجربہ اسی صفحہ ۳۳۵ میں بیان کیا ہے کہ میں نے بھی ایک موقعہ پر گھوڑے کے گم ہو جانے کے بعد ایسا کیا تھا یعنی عباد اللہ کو پکارا تھا حاجت برآری کے لئے ، امداد کے لئے اور میری حاجت پوری ہو گئی تھی ۔ ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے ایک چوٹی کے عالم نے غیر اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر عباد اللہ کو پکارنا جائز قرار دیا ہے ۔ اگر یہ شرک اور کفر ہے تو پھر نواب صاحب کو بھی مشرک و کافر ماننا پڑے گا ۔

"لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا "

اعتراض :- یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ اس کا ایک راوی معروف بن حسان ضعیف ہے جیسا کہ اوپر عبارت منقولہ سے ثابت ہے ۔

الجواب : اولاً یہ اعتراض غلط ہے اس لئے کہ صرف یہ کہا گیا کہ معروف بن حسان ضعیف ہے اور ضعف کا سبب یا وجہ نہیں بتائی گئی ۔ اور محدثین کرام کے نزدیک ایسی جرح مبہم ہے ۔ جو قابل قبول اور معتبر نہیں ۔ ایسی جرح سے راوی کا ضعف ثابت نہیں ہو سکتا جیسا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں صراحتہً مذکور ہے خصوصاً شرح نخبۃ الفکر میں ہے ۔ عبارت ملاحظہ ہو ۔ والجرح مقدم علی التعدیل و اطلق ذٰلک جماعۃ و لکن محلہ ان صدر مبینا من عارف اسبابہ ۔ یعنی جرح تعدیل پر مقدم اس وقت ہے جب یہ جرح مفسر ہو جارح وہ ہے جو اسباب جرح کو جانتا ہو صفہ" ۔

ثانیاً اگر بالفرض ضعف تسلیم کر لیا جائے تو بھی مخالف کا مدعا پورا نہیں ہو گا کیونکہ حدیث ضعیف سے حکم استحباب ثابت ہوتا ہے تو حکم اباحت تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گا ۔ چنانچہ خود نواب صدیق حسن خان بھوپالی اپنی کتاب دلیل الطالب صفہ ۸۸۹ میں لکھتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں حجت ہے اور غیر مقلدین وہابیہ کے شیخ الکل سید نذیر حسین (المتوفی ۱۳۲۰ھ) لکھتے ہیں کہ ضعیف حدیث جو موضوع نہ ہو اس سے استحباب اور جواز ثابت ہو سکتا ہے (فتاوی نذیریہ صفہ ۲۶۵ ، ج ۱ ۔ اور امام نووی شارح مسلم لکھتے ہیں کہ قال العلماء من المحدثین والفقہاء و غیرھم یجوز و یستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً ۔ یعنی علماء محدثین اور فقہاء وغیرہم یہ فرماتے ہیں کہ فضائل اور ترغیب و ترہیب میں

ضعیف حدیث کے ساتھ عمل کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو (ملاحظہ ہو کتاب الاذکار مطبوعہ مصر صفحہ)

ان تین حوالہ جات سے ثابت و واضح ہو گیا کہ حدیث ضعیف جو موضوع نہ ہو اس پر عمل کرنا جائز ہے اور اس سے جواز یعنی اباحت تو درکنار جواز بمعنی استحباب بھی ثابت ہوتا ہے۔

کلہ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

۲- ثالثاً یہ کہ یہی روایت عتبہ بن عزوان سے بھی مروی ہے وہ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ قال اذا اضل احدکم شیئاً او اراد احدکم عوناً وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عباداً لا یراھم الذی اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال فی مجمع رجالہ وثقوا علی ضعف فی بعضھم ...... الخ

یعنی حضور نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے کوئی مدد مانگنا چاہے ویرانے میں تو یوں کہے کہ :-

"اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ کیونکہ اللہ کے بندے ایسے ہیں جو کسی کو نظر نہیں آتے۔ اس روایت کو طبرانی نے کبیر میں تخریج کیا ہے اور مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ باوجود بعض میں ضعف کے پائے جانے سے۔

رابعاً۔ ایک روایت اسی کتاب کے اسی صفحہ پر جناب ابن عباس سے بھی

۳- مروی ہے کہ واخرج البزار من حدیث ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان للہ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ یکتبون ما سقط من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم شئی بارض فلاۃ فلیناد اعینونی یا عباد اللہ۔ قال فی مجمع الزوائد رجالہ ثقات۔

قال شارح العدۃ وفی الحدیث دلیل علی جواز الاستعانۃ بمن لا یراھم الانسان من عباد اللہ سبحانہ من الملائکۃ وصالحی الجن ولیس فی ذلک باس ...... الخ

امام بزار نے ابن عباس کی حدیث کی تخریج فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ کے لئے فرشتے ہیں زمین میں۔ کراماً کاتبین کے علاوہ جو درختوں کے گرنے والے پتوں کو لکھتے ہیں۔ پھر جب تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف ہو تو ویرانے میں تو وہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں اس روایت کے راوی ثقہ ہیں شارح عدہ نے کہا کہ اس حدیث میں ایسی مخلوق سے مدد مانگنے کے جواز پر دلیل ہے جو انسان کو نظر نہ آتی ہو جیسے ملائکہ اور نیک جنات اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اب یہ روایت متعدد سندوں سے مروی ہے۔ کہیں ابن مسعود سے کہیں عتبہ بن عزوان سے اور کہیں ابن عباس سے اور تعدد سند روایت کے قوی وحسن ہونے کی دلیل ہے۔ تعدد سند سے حدیث قوی بن جاتی ہے اور حسن لغیرہ ہو جاتی ہے، جو صرف فضائل میں ہی نہیں بلکہ احکام میں بھی قابل قبول ہوتی ہے۔ بنا بریں باوجود بعض راویوں کے ضعف کے یہ قابل استدلال وقابل احتجاج ہے۔ شیخ محقق علی الاطلاق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مقدمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ :-

والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبۃ الحسن لغیرہ ایضاً مجمع علیہ وما اشتھر ان الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال لا فی غیرھا المراد مفرداتہ لا مجموعھا لانہ داخل فی الحسن لا فی الضعیف صرح بہ الائمۃ صفحہ

یعنی وہ حدیث ضعیف جو تعدد طرق سے حسن کے درجہ پر فائز ہو چکی ہو۔ وہ بھی مجمع علیہ ہے یعنی اس پر اتفاق ہے کہ احکام میں مقبول ہے اور یہ جو مشہور ہے

کہ حدیث ضعیف صرف فضائل اعمال میں معتبر ہے تو اس سے مراد تنہا حدیث ضعیف ہے یعنی جس کی صرف ایک ضعیف سند ہو، مجموعۂ احادیث ضعیفہ مراد نہیں۔ کیونکہ چند ضعیف احادیث کا مجموعہ تو حسن لغیرہ میں داخل ہے حدیث ضعیف میں داخل نہیں ہے جیسا کہ متعدد آئمہ حدیث نے تصریح فرمائی ہے۔

جب اس حدیث کی سند میں متعدد ہیں تو اب یہ محض ضعیف نہیں بلکہ حسن لغیرہ ہو گئی ہے جو احکام میں بھی قابلِ استدلال ہے۔

نوٹ:- نواب صدیق حسن خان نزل الابرار کے صفحہ مذکور میں ان روایات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ بعض بدعتی لوگ اس حدیث سے غیر اللہ سے استعانت کے جواز پر استدلال کرتے ہیں مگر یہ کس قدر جاہل ہیں استدلال کی کیفیت اور محل نزاع سے تو اس کا جواب عرض خدمت ہے کہ نواب صاحب کا یہ اعتراض ان کے مخبوط الحواس ہونے کی دلیل ہے کہتے ہیں کہ اس حدیث سے غیر اللہ سے استعانت کا جواز معتبر نہیں ہوتا۔ کیوں جناب ملائکہ کرام اور نیک جنات یا رجال الغیب غیر اللہ نہیں ہیں۔ آخر کیوں اگر غیر اللہ ہیں اور یقیناً غیر اللہ ہیں تو پھر ان سے مدد جائز ہو اور انبیاء و اولیاء سے شرک و حرام ہو۔ آخر کیوں؟ یہ فرق علامتِ خبط ہے۔ ایک طرف تو عین اللہ نہیں غیر اللہ مانتے ہیں۔ ملائکہ و جنات و رجال الغیب کو اور دوسری طرف ان کو پکارنا، ان سے مدد مانگنا جائز قرار دیتے ہیں آخر غیر اللہ ہونے میں ان کے اور انبیاء و اولیاء کے درمیان کیا فرق ہے۔ وجہ فرق بیّن ہونی چاہیئے۔

یا عباد اللہ اعینونی کی روایت کو "حصن حصین" میں بھی بیان کیا گیا ہے اور دیوبندیوں کے قطب الاقطاب رشید احمد گنگوہی نے اپنے "فتاویٰ رشیدیہ" صفحہ ۱۳۳ مبوّب جدید میں بھی نقل کیا ہے اور تاویل کی ہے کہ عباد اللہ سے مراد رجال الغیب ہیں، جس کا جواب ابھی ہم دے چکے ہیں۔

۴- یہی نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی نے کہا ہے کہ:-

ع شیخ سنّت مدد ہے — قاضیٔ شوکاں سے مدد ہے

یعنی اے سنّت کے شیخ مدد کرو اور اے قاضیٔ شوکاں سے مدد کرو۔ یہاں مدد کرنے میں مدد کی اسناد شیخ سنت اور قاضیٔ شوکاں کی طرف ہے اگر اس کو اسنادِ حقیقی مانا جائے تو کفر و شرک ہوگا اور اگر ان کو کفر و شرک سے بچانا ہے تو پھر اسناد کو مجازی ماننا ہوگا۔ علمائے دیوبند کے ایک پیشوا مولوی حسین علی واں بھچراں اپنی املائی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

چنانچہ در ہندی گویند شالا مدد ہووے پیر جیلانی اور "بلغتہ الحیران" صفحہ ۲۵ (بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۲۰۴ از سرفراز گکھڑوی صاحب)

۵- بانیٔ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ:-

ع مدد کر اے کرم احمدی کے تیرے سوا — (قصائد قاسمی صفحہ ۸)

ع نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامیٔ کار

یہاں بھی مدد کرنے کی اسناد خدا کی طرف نہیں بلکہ کرم احمدی کی طرف ہے، جو حضور کی وصف ہے اور یقیناً غیر اللہ ہے۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت جناب تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ:-

ترجمہ:- یا شفیع العباد خذ بیدی	انت فی الاضطرار معتمدی
ترجمہ:- دستگیری کیجئے میرے نبی	کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی
لیس لی ملجأ سواک اغث	مسّنی الضر سیدی سندی
ترجمہ:- جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ	فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہو گئی
غشّنی الدھر یا ابن عبد اللہ	کن مغیثاً فانت لی مددی
ترجمہ:- ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف	اے میرے مولیٰ خبر لیجئے میری

ملاحظہ ہو نشر الطیب صفحہ ۱۹۲ از تھانوی صاحب۔

ایسے متعدد اشعار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے اور دیگر علماء دیوبند کے اپنے پیروں کے متعلق اور خصوصاً حضور کے متعلق ان کی مسلمہ کتابوں میں موجود ہیں جن سے مدد کرنے، مشکل کشائی، حاجت روائی وغیرہ کی اسناد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ کیا یہ اسناد حقیقی ہے۔ اگر حقیقی ہے تو پھر ان سب کو کافر و مشرک قرار دینا پڑے گا، اور اگر ان کو کفر و شرک سے بچانا ہے تو پھر اسناد کو مجاز پر محمول کرنا ہو گا۔

۶۔ مولوی حسین علی صاحب پیشوا علماء دیوبندی اپنی کتاب "فیوضاتِ حسینی المعروف تحفہ ابراہیمیہ میں اور مولوی صوفی عبد الحمید صاحب سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ اسکے ترجمہ میں صفحہ ۶۸ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"تہجد کی نماز کے بعد مشائخ کرام سے اس طرح توسل کرے کہ فاتحہ اور اخلاص تین بار پڑھ کر کہے الٰہی جو میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب حضور کی روح کو اور تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین و صحابہ و تابعین، اولیاء صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ احمدیہ کی ارواح کو عطا فرما۔ اس کے بعد کہے الٰہی بحرمت خواجہ مشکل کشا و پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان ۔۔۔۔ الخ

فوائد عثمانی صفحہ ۱۷، صفحہ ۱۸ پر دو دفعہ مولانا محمد عثمان صاحب کو مشکلکشا اور دستگیر لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں اسنادِ حقیقی مراد لی جائے تو ان سب کا کافر و مشرک ہونا لازم آتا ہے اور اگر ان کو لزوم کفر سے بچانا ہے تو پھر اسناد کو مجاز پر محمول کرنا ہوگا۔

۷۔ و فی حدیث یا عباد اللہ اعینونی۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ وقال المعبود فی لعض تو البعینہا۔

قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے ابن قیم مددے قاضی شوکاں مددے

ملاحظہ ہو ہدیۃ المہدی صفحہ ۶۶،

یہاں بھی اہل حدیثوں کا پیشوا اعانت و مدد کرنے کی نسبت عباد اللہ کی طرف مان رہا ہے پھر ابن قیم اور قاضی شوکاں کی طرف مدد کی اسناد کرتا ہے۔ اگر یہ اسناد حقیقی ہے تو پھر نواب صدیق خاں کو ملا وحید الزماں کو کافر و مشرک ماننا پڑے گا اور اگر ان کو کفر و شرک سے بچانا ہے تو یہاں اسناد کو مجازی ہی ماننا ہوگا۔ اگر ان تمام مذکورہ روایات و عبارات و اشعار میں اسناد مجازی مراد لی جاتی ہے، تو پھر بریلوی حضرات و شعراء کے کلام و اشعار میں اسناد کو مجازی کیوں نہیں مانا جاتا۔ کیوں ہٹ دھرمی سے کام لے کر ان کو شرکیہ و کفریہ گردانا جاتا ہے اور کیوں اہل حق کو خواہ مخواہ مشرک قرار دیا جاتا ہے۔ کیا یہ ظلم عظیم نہیں ؟ یقیناً ہے۔

الغرض اے وہابیو، نجدیو، دیوبندیو! اگر آپ نے بزرگوں کو کفر و شرک سے بچانا ہے تو پھر اہل حق، اہلسنت، حنفی بریلوی کو مسلمان ماننا پڑے گا۔ ورنہ اپنے اکابر کے ایمان و اسلام سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

؎ دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

حقیقتِ ذاتیہ و عطائیہ کی بحث

قارئین کرام اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ بریلویوں کے اشعار اور نظموں، اور کلمات میں اسنادِ حقیقی ہے مجازی نہیں تو بھی حنفی بریلوی کو مشرک نہیں گردانا جا سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اسناد جس طرح دو قسم کی ہے۔ اسنادِ حقیقی اور اسنادِ مجازی، اسی طرح اسنادِ حقیقی کی بھی دو اقسام ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اسنادِ حقیقی

ذاتی اور حقیقی عطائی، ایک حقیقت ذاتیہ ہے، دوسری حقیقت عطائیہ ہے۔ علم خدا کی بھی صفت ہے اور بندے کی بھی صفت ہے قدرت خدا کی بھی صفت ہے اور بندے کی بھی صفت ہے، سمع و بصر، دیکھنا سننا، پکڑنا۔ خدا کی بھی صفات ہیں اور بندے کی بھی صفتیں ہیں۔ ظاہر ہے خدا کا علم ذاتی ہے، خدا کی قدرت ذاتی ہے، خدا کی سمع و بصر ذاتی ہے مگر بندے کی یہ صفات ذاتی نہیں بلکہ عطائیہ ہیں خدا کی عطا کردہ ہیں۔ اگر ان امور میں حقیقت و اسناد کو ذاتی و عطائی میں تقسیم کئے بغیر چارہ نہیں تو یہی تقسیم اگر ان اشعار و کلمات مذکورہ متنازعہ میں کردی جائے اور کہا جائے کہ ان مقامات میں اسنادِ حقیقی عطائی ہے۔ حقیقی ذاتی نہیں ہے۔ تو کون سی خرابی، کونسی قباحت لازم آتی ہے، کون سا کفر و شرک لازم آتا ہے اگر ان چند امور میں یہ کفر و شرک لازم نہیں آتا تو وہاں کیونکر لازم آتا ہے۔ فما هو جوابکم فهو جوابنا۔

ایک اور اعتراض

بیت اللہ غوث پاک کا طواف کرتا ہے جو غلط ہے صفہ۵۔ تو جواباً گزارش ہے کہ اس بات میں اعلیٰ حضرت متفرد نہیں اور بھی بہت سے حضرات نے بیان کیا ہے کہ بعض دفعہ بیت اللہ بعض اولیاء کا طواف کرتا دیکھا گیا ہے یا ان کے سر پر کھڑا پایا گیا ہے۔ اس میں کعبہ کی توہین کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ نہ توہین مقصود ہے، بلکہ اولیاء کرام اور غوثِ اعظم کی عظمت کا اظہار مقصود ہے۔ اور یہ کرامت کے طور پر ممکن ہی نہیں بلکہ واقع ہے۔ صاحب درمختار، درمختار میں فرماتے ہیں کہ:۔

بل سئل عما يحكى ان الكعبة كانت تزور واحدا من الاولياء هل يجوز القول به، فقال خرق العادة على سبيل الكرامة لاهل

الولاية جائز عند اهل السنة ...... الخ

یعنی جب علامہ تفتازانی سے یہ سوال کیا گیا کہ یہ جو منقول ہے کہ کعبہ شریف ایک ولی کی زیارت کیا کرتا تھا، کیا یہ بات جائز ہے؟ تو جواباً انہوں نے فرمایا کہ خلافِ عادت کرامت کے طور پر اہل ولایت کے لئے ایسا جائز ہے اہل سنت کے نزدیک، علامہ شامی فرماتے ہیں والانصاف ما ذكره الامام النسفي حين سئل عن ما يحكى ان الكعبة كانت تزور واحدا من الاولياء الخ

اور امام تفتازانی فرماتے ہیں کہ انما التعجب من بعض فقهاء اهل السنة حيث حكم بالكفر على معتقد ما روى عن ابراهيم بن ادهم۔ الخ

یعنی تعجب ہے بعض فقہاء کہ اسکو کفر کہنے پر حالانکہ یہ ابراہیم بن ادھم سے مروی ہے۔ شامی صفحہ ۵۵۱، ج ۱۔

ایک اور اعتراض

فاضل بریلوی نے اپنے بارے میں خود مبالغہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں مملکت بیان کا بادشاہ ہوں اور لوگوں کو میری بات ماننے سے چارہ نہیں ہے۔ البریلویہ صفہ۵

الجواب: یہ مبالغہ نہیں بلکہ تحدیث نعمت ہے اور تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا ہے کہ:

ملک سخن کی شاہی، تم کو رضاؔ مسلّم!
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اور تحدیث نعمت نہ مبالغہ ہے نہ جرم ہے بلکہ تحدیث نعمت کرنا مامور بہ ہے صفہ۵

ایک اور اعتراض

فاضل بریلوی نے کہا کہ میرا سینہ علوم کا صندوق ہے۔ جب بھی مجھ سے کوئی

چیز پوچھی جائیگی میں اس کا جواب فوراً دوں گا۔ اس کا تعلق کسی بھی علم سے ہو۔ یہ بھی مبالغہ ہے۔

الجواب: یہ بھی مبالغہ یا غرور نہیں بلکہ تحدیث نعمت ہے اور قرآن کریم کا حکم ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ تم اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ اعلیٰ حضرت نے اگر فرمایا ہے تو بربنائے غرور یا مبالغہ نہیں فرمایا بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا ہے جو کار ثواب ہے، جرم نہیں ہے۔

ایک اور اعتراض

فاضل بریلوی نے معاملہ کا عکس کرتے ہوئے ایسا مبالغہ کیا کہ خود کو آدمیت و انسانیت سے نکال کر اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا تجھے کون پوچھتا ہے تیری کس کو پرواہ ہے تیرے جیسے ہزاروں کتے موجود ہیں، پھر اپنے بارے میں کہا میں غوث اعظم کا کتا ہوں، میرے گلے میں ان کا ڈورا ہے۔ ایک بار فاضل بریلوی کے پیر نے اچھی نسل کے دو کتے مانگے تو فاضل بریلوی اپنے دو بیٹوں کو لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور میں یہ دو اصلی گھری نسل کے کتے لایا ہوں قبول فرمائیے۔ مجھ سے ...... الخ

الجواب: قارئین کرام کتے کے متعلق مشہور ہے کہ یہ جانور اپنے مالک کا بہت زیادہ وفادار ہوتا ہے پھر اصحاب کہف کے کتے کا واقعہ تو خود قرآن میں موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی وفاداری اور محبت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہی اس کا ذکر کیا گیا ہے، مقصد یہ ہے کہ اس وفاداری میں اپنے آپ کو غوث پاک کا کتا کہا گیا اپنے بیٹوں کی وفاداری کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ مقصد تو ہرگز نہیں کہ ہم نعیذ کتے ہیں۔ مگر مخالف ظالم نے بات کا تبنگڑ بنالیا ہے۔

زعماء اہلسنت حنفی بریلوی کا تذکرہ!

قارئین کرام ظہیر بے ضمیر نے صفحہ ۵۱ تک اپنے خبث باطنی کا خوب مظاہرہ کیا ہے اور ہم نے اس کے خبث باطنی پر مبنی اقوالِ خبیثہ کے نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب دیئے ہیں نہ ان کو کتا کہا اور نہ کتوں کا باپ کہا جیسا کہ اس نے صفحہ ۵۱ میں اعلیٰ حضرت کو بھی کتا کہا اور کتوں کا باپ بھی کہا۔ الاناء یترشح بما فیہ، برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔ اگر اندر خباثت ہوگی تو باہر بھی خباثت ہی آئے گی۔ کوئی پاک اور طیب چیز باہر کیونکر آئے گی۔ اس کے بعد بے ضمیر نے اہلسنت حنفی بریلوی کے اکابرین اور زعماء کا تذکرہ صفحہ ۵۱ سے صفحہ ۵۵ تک کیا ہے۔ جن میں حضرت مولنا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا امجد علی اعظمی، مولنا سید دیدار علی شاہ صاحب، مولنا حشمت علی خان صاحب، مولنا مفتی احمد یار صاحب نعیمی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نام بنام تذکرہ کیا ہے اور مختصر سوانح کا ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان حضرات نے بریلویتہ کی اشاعت و ترویج اور تقویتہ میں نمایاں کام کیا ہے اور بریلویتہ کے بانی کا ہاتھ بٹایا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان سے قبل بریلویتہ موجود نہ تھی یہ نیا اختراع اور نیا فرقہ ہے۔

الجواب: قارئین کرام ہم قبل ازیں اسی کتاب میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ بریلویتہ ہمارے نزدیک کوئی مذہب نہیں ہے۔ ہمارا مذہب صرف اور صرف حنفی ہے، ہم امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کے مقلد ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے مقلد ہرگز نہیں ہیں وہ ہمارے محسن اور قائد اور امام ضرور ہیں مگر ہر محسن ہر قائد ہر امام کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اصطلاحی معنی میں تقلید کے لائق بھی ہو۔ بے شمار فقہاء کرام ہیں جن کو ہم امام مانتے ہیں، امام کہتے ہیں، امام لکھتے ہیں۔ مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر

امام عبداللہ بن مبارک، امام سفیان ثوری وغیرہم علیہم الرحمتہ والرضوان، مگر ان میں سے ہم کسی کے مقلد نہیں ہیں۔ بریلوی ہونا ایک نسبت ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی طرف یا بریلی شہر کی طرف اور اس نسبت پر ہمیں فخر ہے (الحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذالک)

بریلوی کہلانے کی ایک اہم وجہ

جس طرح حیوان ایک جنس ہے اور انسان کی بھی یہ جنس ہے اور یہ انسان حیوانیت میں دوسرے حیوانوں کے ساتھ شریک ہے۔ اب ضرورت ہے کسی ایسی چیز کی جو انسان کو حیوانیت میں دیگر حیوانوں سے ممتاز اور جدا کرے۔ اس کے لیے مناطقہ نے ناطق کو مقرر کیا ہے اور اسکو وہ فصل ممیز کہتے ہیں کہ یہ ناطق اس کو دیگر حیوانوں سے جدا کر دیتا ہے اسی طرح جب اسلام میں نئے نئے فرقے پیدا ہونے لگے تو ایک فرقہ معتزلہ کا وجود میں آیا جس نے اپنا نام اھل العدل والتوحید رکھا اور اس نام کو اپنا مابہ الامتیاز بنایا تو اہل حق کو ضرورت پڑی دیگر گمراہ فرقوں سے امتیاز کی تاکہ اہل حق کا اختلاط اہل باطل سے عوام الناس کے لئے دھوکہ کا سبب نہ بن سکے۔ بنابریں اہل حق نے معتزلہ کے مقابلہ میں (جو اپنے آپ کو اہل العدل والتوحید کہلاتے تھے) اپنا نام اہل سنت وجماعت رکھا تاکہ امتیاز ہو سکے۔ جیسا کہ شرح عقائد میں اسکی تفصیل موجود ہے۔ اور زمانہ کے اب حالات بدل گئے اور اہلسنت کہلانے والوں میں بھی انتشار وافتراق پیدا ہوا اور بعض اہل سنت کہلانے والوں نے معتزلہ کا راستہ بعض مسائل میں اور بعض میں خوارج کا راستہ اپنا لیا اور باوجود اس کے اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت ہی کہلانے پر مصر رہے تو اب پھر اہل حق کا اہل باطل سے اختلاط کا خطرہ پیدا ہوا تو ضرورت پڑی کہ اب پھر ایک فصل ممیز لگا کر اہل حق اہل سنت کو امتیاز دیا جائے اور اہل باطل سے جدا کیا جائے "تاکہ عوام الناس

کسی دھوکہ میں نہ پڑجائیں، چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے بہترین فصل ممیز" بریلوی ہے اب جیسے سُنی حنفی، بریلوی کہا جاتا ہے تو اہل حق اصلی سُنی اصلی حنفی اہل باطل، نقلی سُنی، نقلی حنفی سے ممتاز اور جدا ہو جاتے ہیں اور دھوکہ میں نہیں پڑتے اور اپنے آپ کو وہابیوں، نجدیوں، چکڑالویوں، دیوبندیوں وغیرہ سے بچا لیتے ہیں۔ اس لئے یہ بریلوی مذہب نہیں بلکہ فصل ممیز کے قائمقام ہے اور مابہ الامتیاز ہے اہل حق کے لیے اہل باطل سے تمام نقشبندی، تمام قادری، تمام چشتی، تمام سہروردی ان کے وہی عقائد ہیں جو اعلیٰ حضرت بریلوی کے ہیں۔ ان کو اپنے بریلوی ہونے کا شعور ہو یا نہ ہو وہ بریلویۃ سے باخبر ہوں یا بے خبر۔ بہرحال وہ بریلوی ہیں جب ان سے اہل حق بریلوی کے عقائد ونظریات کے متعلق دریافت کریں گے، تو وہ بے ساختہ کہدیں گے کہ یہ تو ہمارے عقائد ہیں۔ یہی تو ہمارے نظریات ہیں۔ ہماری اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ بریلویت کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ نسبت اور فصل ممیز ہے اور ہمیں اس پر ناز ہے۔

بریلویت نیا فرقہ نہیں ہے

"قارئین کرام خود بے ضمیر صاحب نے البریلویۃ کے صفحہ میں یہ تسلیم کرلیا ہے کہ بریلوی کوئی جدید فرقہ نہیں بلکہ ان سے پہلے خیر آبادی، بدایونی، رام پوری ان تمام سلاسل کا بھی وہی عقیدہ ہے جو علماء بریلوی کا ہے۔ مزید صفحہ پر یہی اقرار کرتے ہیں کہ یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے، لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔ اس عبارت میں بریلویوں کے عقائد کا قدیم ہونا مان لیا ہے۔ خود اکابر اہل حدیث بھی اقرار کرتے ہیں کہ یہ لوگ قدیم طریقوں کے پابند تھے۔

چنانچہ مشہور مؤرخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبعی اہل حدیث کی طرف تھا، لکھتے ہیں

کہ تغیر افراق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل سنت کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایون کے علماء تھے (ملاحظہ ہو حیاتِ شبلی صفحہ ۴۶)، اور نام نہاد اہل حدیثوں کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔" ملاحظہ ہو شمع توحید مطبوعہ سرگودھا صفحہ ۴۰)

ان تینوں عدد حوالوں سے، جن میں خود ظہیر بے ضمیر کا اپنا قول بھی شامل ہے، اظہر من الشمس ہو گیا ہے کہ بریلوی نیا فرقہ یا نئی جماعت نہیں بلکہ یہ جماعت ہے فرقہ بھی نہیں اور وہابیت، دیوبندیت، نیچریت، چکڑالویت، مودودیت وغیرہا سے بہت عرصہ پہلے موجود ہے بلکہ قدیم سے موجود ہے اور ان کے افکار و نظریات و عقائد بہت پرانے اور قدیم سے چلے آرہے ہیں۔ ایک طرف تو ظہیر صاحب بریلوی افکار و عقائد کو قدیم سے مان رہے ہیں۔ دوسری طرف بریلویوں کو انگریز کی ایجاد قرار دینا چاہتے ہیں۔ کیا یہ واضح تضاد نہیں ہے اور کیا یہ اپنی تکذیب آپ کے ضمن میں نہیں آتا، یقیناً ایسا ہی ہے۔

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اور بے ضمیر صاحب کا یہ کہنا کہ بریلوی زعماء مولٰنا نعیم الدین، مولٰنا امجد علی، مولٰنا دیدار علی شاہ، مولٰنا مفتی احمد یار خاں ہیں تو یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ بریلوی زعماء کا انحصار صرف ان حضرات میں کرنا غلط ہے۔ جب ظہیر صاحب مانتے ہیں۔ البریلویۃ کے صفحہ ۷ پر کہ یہ جماعت اپنے افکار و عقائد کے لحاظ سے قدیم سے ہے تو پھر ان کو یہ بھی ماننا ہوگا کہ قدیم زمانے کے علماء بھی انہی بریلوی افکار و عقائد کے حامل تھے اور وہ کون تھے، وہ محدثین کرام فقہاء اسلام اور مفسرین عظام تابعین و تبع تابعین

بلکہ خود صحابہ کرام بھی انہی افکار و عقائد کے حامل تھے۔ آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ عقائد کے باب کے جواب میں اس کا ٹھوس ثبوت پیش کیا جائیگا۔ انتظار فرمائیں۔ بہرحال یہاں ہم چند شخصیات کے نام گنانا چاہتے ہیں:۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت مولٰنا فضل حق خیر آبادی، حضرت مولٰنا فضل رسول صاحب بدایونی، ملک العلماء بحر العلوم فرنگی علی، حضرت مولٰنا ارشاد حسین صاحب رام پوری، محدث اعظم پاکستان مولٰنا سردار احمد صاحب فیصل آبادی امام اہل سنت بیہقی وقت غزالی زماں، رازی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، یہ سب حضرات بھی افکار و عقائد کے لحاظ سے بریلوی تھے، اعلیٰ حضرت سے متفق تھے۔ افکار و عقائد میں (الحمد للہ علی ذالک)

نوٹ: قارئین کرام بے ضمیر صاحب کی جہالت کا اندازہ لگائیں کہ البریلویۃ کے صفحہ ۴۸ پر لکھتا ہے۔ ان البریلوی رأی فی طفولیتہ مومسات فی الطریق، فرفع قمیصہ و وضعہ علی العیون حجابا منہم۔ یعنی بریلوی صاحب نے بچپن میں راستہ میں طوائف کو دیکھ لیا تو قمیض کا دامن اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لی ان سے شرماتے ہوئے۔۔۔۔۔۔ الخ

اس عبارت میں مومسات مؤنث ہے اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر بھی مؤنث لانی ضروری ہے مگر بے ضمیر صاحب بجائے منہن کے منہم لکھتے ہیں اس پر بھی عربی دان اور عالم ہی نہیں علامہ کہلانے کا شوق تھا۔

مزید کہ صفحہ ۶۴ پر قرآن کریم کی آیت میں صرف معنوی تحریف نہیں کی بلکہ تحریف لفظی بھی کر ڈالی ہے۔ اَوَلَوْ کَانُوْا آبَاؤُھُمْ (الآیۃ) اس آیت میں تھا، تو یوں کہ اَوَلَوْ کَانَ آبَاؤُھُمْ (الآیۃ) کان واحد کا صیغہ ہے۔ کیونکہ نحوی قاعدہ یہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو ہمیشہ واحد لانا ضروری ہے مگر یہ صاحب یہاں یہ سمجھے کہ چونکہ آباؤھم جمع ہے لہذا فعل بھی جمع لانا چاہیئے کیا یہی علامہ ہے نام نہاد

اہلِ حدیثوں کا، شاباش واہ رے واہ، ایسے ہی علامہ ہوتے ہیں، کیا خوب ہے۔

ہجرت سے انکار کی وجہ

قارئین کرام بے ضمیر نے گزشتہ صفحات میں یہ اشارے بھی دیئے ہیں، کہ بریلوی علماء نے تحریک ترکِ موالات کے زمانے میں ہندوستان سے ہجرت کرنے کی سختی سے مخالفت کی تھی جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انگریز کے خلاف نہ تھے۔

الجواب:- قارئین کرام یہ بات کہ انگریز کے خلاف کون تھا، اور کون اس کا حامی تھا۔ گزشتہ صفحات میں خود وہابیوں کے اکابر علماء کی تصریحات سے واضح کر دیا گیا ہے کہ وہ خود ہی انگریز کے حامی، نمک خوار، وفادار اور انعام یافتہ ایجنٹ تھے، اور اعلیٰ حضرت شدید نفرت کرتے تھے۔ انگریز سے اور اس کے ساتھیوں کے سخت مخالف تھے .... اب رہا یہ کہ آپ نے اور آپ کے رفقاء نے ہجرت کی مخالفت کیوں کی تھی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے مطابق ہندوستان دارالاسلام تھا اور دارالاسلام سے ہجرت کر جانا، مساجد کی ویرانی، اور ان کی بے حرمتی کا سبب بنتا تھا۔ اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں کہ رہا دارالاسلام، اس سے ہجرت عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں، بچوں اور

ضعیفوں کی تباہی ہو گی۔ ملاحظہ ہو فتاوٰی رضویہ صفحہ ۲، ج ۶۔

پھر فرماتے ہیں کہ دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے:-

اوّل، اس کی موت تاکہ جھگڑا ہی ختم ہو۔ دوم یہ نہ ہو تو پھر اسکی جلاوطنی تاکہ اپنے پاس نہ رہے۔ سوم یہ نہ ہو سکے تو آخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔ مخالف (ہندو) نے یہ تینوں درجے ان پر طے کر دیئے .... الخ

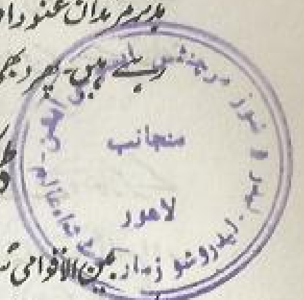
ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی نے ہجرت سے انکار کر کے یا منع کر کے ہندوؤں کو ہی نقصان دینا چاہا تھا اور مسلمانوں کو مصائب و آلام اور نقصانات سے بچانا چاہتا تھا۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کا مؤقف درست تھا اور ہجرت کرنے اور کرانے والوں کا مؤقف غلط تھا۔

ترکِ موالات کی مخالفت کا الزام

قارئین کرام ظہیر صاحب نے البریلویہ صفحہ ۴۲ میں اعلیٰ حضرت پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ ان کے نزدیک کافر و غاصب انگریز سے ترکِ موالات حرام ہے۔ مگر یہ سراسر جھوٹ اور بہتانِ عظیم ہے جس کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت کا مؤقف یہ تھا کہ موالات ہر کافر سے حرام ہے، خواہ وہ انگریز ہو یا ہندو، آپ کو برصغیر کے ان لیڈرانِ کرام سے اختلاف تھا کہ وہ انگریزوں سے معاملات و موالات سب کو حرام قرار دیتے ہیں مگر ہندوؤں سے اور ان کے لیڈران گاندھی، نہرو وغیرہ سے موالات ہی نہیں بلکہ اتحاد کو بھی جائز فرماتے ہیں۔ امام احمد رضا خان بریلوی تو یہ فرماتے ہیں کہ:-

"موالات ہر کافر سے حرام ہیں، اور یہ واضح ہو چکا ہے کہ رب عزوجل نے عام کفار کی نسبت یہ احکام فرمائے تو بزورِ زبان ان میں سے کسی کافر کی استثناء ماننا عزوجل پر افتراء بعید اور قرآن کریم کی تحریف شدید ہے۔" فتاوٰی رضویہ صفحہ ۱۲، ج ۱۲ (مبارک پور)

مزید صراحت سے فرماتے ہیں، "قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی ہے، مجوس ہوں خواہ یہود ونصاریٰ ہوں، خواہ ہندو اور سب سے بدتر مرتدان عنود اور یہ مدعیان ترک موالات مشرکین مرتدین سے یکجہتی موالات برت رہے ہیں۔ پھر بھی، ترکِ موالات کا دعویٰ ہے" (ملاحظہ ہو رفتاویٰ رضویہ صفحہ



ڈاکٹر اشتیاق حسین کی شہادت

بین الاقوامی سکالر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب لکھتے ہیں جو ماہرِ تعلیم بھی ہیں کہ انہوں (اعلیٰ حضرت) نے اپنے پیروکاروں پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ برصغیر میں ان کا کوئی ہمعصر ماہر الٰہیات اپنے پیروکاروں پر مرتب نہیں کر سکا۔ تحریکِ خلافت کے آغاز میں عدمِ تعاون کے فتوے پر دستخط لینے کے لئے علی برادران ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے جواب دیا۔ مولانا آپ کی اور میری سیاست میں فرق ہے آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اور میں مخالف۔ جب مولانا نے دیکھا کہ علی برادران رنجیدہ ہوگئے ہیں، تو آپ نے فرمایا:۔

"مولانا میں (مسلمانوں کی) سیاسی آزادی کا مخالف نہیں ہوں میں تو ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔ ملاحظہ ہو (معارفِ رضا، مؤلفہ سید محمد ریاست علی قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء، صفحہ ۲۳۷)

اعجاز الحق قدوسی کی شہادت

اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں "مولانا احمد رضا خان کو اگرچہ انگریزوں سے شدید نفرت تھی لیکن ان کی دور رس نگاہیں مستقبل میں اس تحریک کے انجام کو دیکھ رہی تھیں، وہ جانتے تھے کہ اس برصغیر میں مسلمانوں کی اقلیت ہے اور وقتی طور پر یہ ایک فریب

ہے جو اکثریت (ہندو) اقلیت پر اثر انداز ہوگی اور عجب نہیں کہ یہ تحریک اکثریت میں ادغام کی صورت اختیار کرے، (ملاحظہ ہو۔ اقبال اور علماء پاک و ہند، صفحہ ۲۰۸، (اقبال اکادمی)

محمد جعفر شاہ پھلواری کی شہادت

یہ شخص ترک موالات کا سخت حامی تھا اور ایسا حامی تھا کہ انگریزی چھوڑ کر عربی پڑھنا شروع کر دی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"ترک موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی، مجھے فاضل بریلوی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ترکِ موالاتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکارِ برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترک موالات کی مخالفت پر مامور ہیں...... تحریک ترک موالات کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا اس لئے ایسی افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا، مذہبی تعصب اور تنگ دلی کا رنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا چلا گیا ...... الخ"

ملاحظہ ہو جہانِ رضا (از مجلس رضا) لاہور صفحہ ۱۲۵ مؤلفہ محمد مرید احمد چشتی"

قارئین کرام ان شہادتوں، حوالوں، عبارتوں سے ہجرت نہ کرنے، تحریک خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، سب کے متعلق حقیقت واضح ہو چکی ہے مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے ہم طوالت سے بچنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ آپ کو خود فیصلہ کرنا ہے کون سچا ہے کون جھوٹا۔؟ (والله الحمد علیٰ کل حال)۔

باب دوم بجواب باب دوم

قارئین کرام ظہیر بے ضمیر نے صفحہ ۵۵ سے باب ثانی میں البریلویۃ و معتقداتھا یعنی بریلویت اور اس کے معتقدات کے عنوان میں لکھا ہے کہ ان البریلویۃ لہا عقائد خاصۃ و معتقدات مخصوصۃ بہا تمیّزھا عن الفرق الموجودۃ الخ

اس عربی عبارت میں بے ضمیر صاحب کی جہالت کی میں نشان دہی کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بہا تمیّزھا صیغہ باب تفعیل کے مضارع کا واحد مؤنث غائب کا ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے بہا جار مجرور بھی لایا ہے، ھا ضمیر کا مرجع ہے معتقدات اور تمیّز کے ساتھ بھی ھا ضمیر مؤنث کی لایا ہے جس کا معنی بنتا ہے کہ ان معتقدات کے ذریعہ بریلویۃ کو تمیّز دیتا ہے۔ اب یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون تمیز دیتا ہے یہاں صیغہ تمیّز کی بجائے اصولاً تتمیّز ہونا چاہیئے تھا بغیر ھا کے جس کا مطلب یہ بنتا کہ ان معتقدات کی وجہ سے بریلویۃ دیگر فرقوں سے ممتاز ہوتی ہے۔ مگر جاہل تو جاہل ہی ہوتا ہے وہ نحوی یا صرفی قواعد کو کیا جانے۔ مولوی عبدالرحمٰن مدنی کے بیان کے مطابق وہ عربی جانتا ہی نہ تھا وہ تو مدنی صاحب کے تلامذہ سے لکھوا کر اپنے نام پر شائع کرا دیتا تھا اور شہرت حاصل کرنے کے لئے مسجد میں آنے والے چھوٹے بچوں کا سہارا لیتا تھا اور بچوں کو پیسے دے کر کہتا تھا کہ گلیوں بازاروں میں مجھے علامہ مشہور کرو۔ نعرے لگواؤ، علامہ صاحب، علامہ صاحب، ملاحظہ ہو۔ حافظ عبدالرحمٰن مدنی فاضل مدینہ یونیورسٹی کا ایک مضمون جس کا عنوان ہے "احسان الٰہی ظہیر کے لئے چیلنج مباہلہ" بحوالہ ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور شمارہ ۳، اگست ۱۹۸۴ء۔

اعتراض:۔ قارئین کرام صفحہ ۵۵ میں لکھتا ہے کہ ثُمَّ تشبہ عقائدھا بالمعتقدات یہاں بھی معتقدات پر الزام لام غلط ہے

یہ مضاف ہے اور مضاف کو معرف باللام بالزام جائز نہیں ہے۔ السنبلغۃ و عقائدھا یعنی بریلویوں کے عقائد شیعہ عقائد سے مشابہت رکھتے ہیں اور در حقیقت بریلویۃ تشیع کے زیادہ قریب ہے بہ نسبت تسنّن کے، اور معلوم نہیں ان میں سے کون متاثر ہے ایک دوسرے سے۔

الجواب: قارئین کرام بے ضمیر صاحب کا یہ قول کالبول جھوٹ اور خرافات سے زیادہ کچھ نہیں۔ اگر بے ضمیر کی مراد یہ ہے کہ بریلویوں کے تمام عقائد شیعہ کے عقائد کے مشابہ ہیں تو یہ سراسر جھوٹ ہے جس کا ثبوت وہابی قیامت تک بھی نہیں دے سکتے۔ اگر مراد بعض عقائد میں مشابہت ہے تو پھر بعض میں مشابہت خود نام نہاد اہل حدیثوں کی بھی اہل تشیع سے ثابت ہے۔ مثلاً وہ بھی خدا کو ایک مانتے ہیں اور یہ بھی ایک مانتے ہیں، وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا رسول مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں۔ وہ دین اسلام کو برحق مانتے ہیں، یہ بھی مانتے ہیں، وہ بھی قیامت کو مانتے ہیں یہ بھی مانتے ہیں۔ وہ بھی ملائکہ کو مانتے ہیں یہ بھی مانتے ہیں وہ بھی جنت و دوزخ کو مانتے ہیں یہ بھی مانتے ہیں۔ وہ بھی حشر و نشر کے قائل ہیں یہ بھی قائل ہیں۔ اتنے مسائل میں اشتراک کے بعد بھی آپ جزوی مشابہت اہل التشیع کا انکار کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

اعتراض:۔ صفحہ ۵۵، ۵۶ میں ظہیر بے ضمیر کہتا ہے کہ بریلویوں کے عقائد دورِ جاہلیت میں قبل از اسلام بھی موجود تھے۔ اور کچھ کو انہوں نے بت پرستوں اور یہود و نصاریٰ سے لیا ہے اور ان کے عقائد خدا اور رسول کی طرف سے مردود ہیں جیسا کہ ان کا عقیدہ ہے کہ غیر اللہ سے مدد لینی جائز ہے اور یہ کہ رسولوں کو بشر نہیں مانتے ان کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہ رسولوں کا امور غائب کو جاننا ضروری ہے اور یہ کہ رسول اللہ کی صفات اور قدرت اور تصرف وغیرہ میں

خدا کے شریک ہیں .... الخ

الجواب: اس جاہل عنید کی خباثت ملاحظہ ہو۔ کہتا ہے کہ ان کے عقائد اسلام سے قبل جاہلیت میں بھی موجود تھے۔ کیوں جناب کیا کوئی زمانۂ جاہلیت میں نبی کو نور مجسم مانتا تھا، کیا کوئی اس وقت نبی کی بشریت کا انکاری تھا، کیا اس وقت کوئی نبی یا رسول کے لیے غیب کا علم مانتا تھا، کیا کوئی اسلام سے قبل نبی یا رسول کے لئے تصرف کی قدرت مانتا تھا؟ وہ تو نبوت و رسالت کو نہ مانتے تھے تو نبوت و رسالت کے کمالات کو کیونکر مان لیتا تھا؟ کس قدر جہالت کا مظاہرہ کیا ہے ظہیر صاحب نے؟

باقی رہا یہ کہ ہم غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز قرار دیتے ہیں تو اس کی تفصیلی بحث سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے جہاں ہم نے وہابیوں کے پیشواؤں کی کتابوں نزل الابرار اور ہدیۃ المہدی سے بحوالہ الصفحات نقل کیا ہے کہ حضور نے فرمایا ویرانے میں کچھ گم ہو جائے تو یوں پکارو یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اور نواب صاحب نے مانا ہے کہ عباد اللہ سے مراد ملائکہ اور جنات ہیں ظاہر ہے وہ بھی غیر اللہ ہی ہیں، عین اللہ نہیں ہیں۔

بشریت کا انکار اور جواب

اور ظہیر کا یہ کہنا کہ بریلوی رسولوں کو بشر نہیں مانتے، یہ سفید جھوٹ اور بکواس ہے ہم تو کہتے ہیں کہ نبیوں، رسولوں کی بشریت قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس کا انکار کفر خالص ہے ہمارے بزرگوں کی کتابوں میں پوری وضاحت اور صراحت سے لکھا گیا ہے کہ نبی اور رسول، بشر اور انسان ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت، مولانا مرادآبادی، مولانا امجد علی اور دیگر اکابر کی کتابوں میں تفصیلاً مذکور ہے بہارِ شریعت، احکام شریعت، فتاویٰ رضویہ، نور العرفان کے صفحات میں

اس کا ثبوت موجود ہے۔ ہمارا چیلنج ہے وہابیوں کو کہ وہ ہمارے اکابر میں سے کسی ایک کا ایک قول معتبر کتاب سے دکھا دیں جس میں یہ لکھا ہو کہ بریلوی مسلک میں نبی یا رسول بشر نہیں ہوتے۔ تو بذریعہ عدالت دس ہزار روپے انعام حاصل کرنے کے مجاز ہونگے۔ ثبوت بھی عدالت ہی میں پیش کرنا ہوگا اور عدالت بھی گوجرانوالہ کی ہوگی کیا ہمت اور حوصلہ کریں گے کیا ہم اُمید رکھیں کہ ہمارا چیلنج قبول کرنے والا کوئی پیدا ہوگا؟

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اور یہ کہنا ہے ظہیر کا کہ بریلوی رسولوں کے لئے علم غیب ضروری قرار دیتے ہیں تو جناب یہ وضاحت کیوں نہیں کی کہ بریلوی رسولوں کے لئے کون سا علم غیب ضروری قرار دیتے ہیں۔ کلی محیط تفصیلی یا مطلق بعض یہ وضاحت نہ کر کے عوام الناس کو فریب دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس کی پوری وضاحت علم غیب کی بحث میں ان شاء اللہ تعالیٰ کی جائے گی۔ انتظار کریں۔

بہتانِ عظیم کا جواب

یہ کہنا ہے ظہیر کا کہ بریلویوں کے نزدیک رسول، اللہ کی صفات، قدرت تصرف وغیرہ میں خدا کے شریک ہیں تو یہ بہتانِ عظیم ہے اور افترا ہے، سفید جھوٹ ہے اگر ہمت ہے تو ہمارے اکابر کی کتابوں میں سے کسی ایک معتبر کتاب سے صرف ایک حوالہ دکھائیں جس میں یہ ہو کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ کی صفات، قدرت، علم، تصرف وغیرہ میں اللہ کے شریک ہیں، ایسی ایک عبارت دکھا دیں تو گوجرانوالہ کی کسی بھی عدالت میں ثبوت فراہم کر کے دس ہزار روپے کا انعام حاصل کر سکتے ہیں کیا چیلنج منظور ہے؟ اگر منظور ہے تو جلدی کرو عدالت کے

ذریعہ ہمیں طلب کرو ورنہ اجازت دو تاکہ ہم لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کر تم پر دم ہی کردیں۔

الغرض یہ بے ضمیرے کا جھوٹ ہے۔ آئندہ صفحات میں نور و بشر کی بحث کے جواب میں ہم اس پر انشاء اللہ اپنے اکابر کی کتابوں کے حوالہ جات سے ثابت کریں گے کہ ہمارے اکابر میں سے اور ہم میں سے کسی نے بشریت کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی کسی نبی و ولی کو خدا کی صفات میں خدا کا شریک قرار دیا ہے۔ ایسا عقیدہ ہمارے نزدیک کفر خالص اور شرک جلی ہے۔

بے ضمیرے کا ایک اور جھوٹ

صفحہ ۵۶ پر لکھتا ہے کہ دوسری بات یہ ہے کہ ہم بریلویوں کے جو عقائد اس کتاب میں نقل کریں گے تو وہ یا تو خود احمد رضا خاں کی کتابوں سے یا پھر ان کے اکابر کی کتابوں سے نقل کریں گے۔ عام قسم کے بریلوی علماء سے نقل نہیں کریں گے تاکہ ہمارے موقف میں کمزوری نہ پیدا ہو۔

الجواب:۔ یہ جھوٹ کا بادشاہ معلوم ہوتا ہے، ایسے جھوٹ بولتا ہے کہ اس کے جھوٹ سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہوگا۔ شیطان بھی کہتا ہوگا کہ یہ شخص تو شیطنت اور ابلیس میں مجھے بھی مات کر گیا ہے، مجھ سے بھی بہت آگے نکل گیا ہے۔ اس جھوٹ کی دلیل یہ ہے کہ اس کے ثبوت میں ظہیر بے ضمیر صاحب ہمارے اکابر کی کسی کتاب سے ایک عبارت بھی ایسی پیش نہیں کر سکے جس میں یہ ہو کہ حضور علیہ السلام یا کوئی بھی نبی بشر اور انسان نہیں تھے یا نہیں ہوتے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی وہابی دیوبندی کبھی بھی ایسی عبارت اکابر اہل سنت حنفی بریلوی کی کسی کتاب سے پیش نہیں کر سکتے۔ نیز یہ کہ رسول یا نبی یا ولی خدا کی صفات میں خدا کے شریک ہیں

ایسی عبارت نہ پیش کر سکے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں، پھر بھی دعوٰی ہے کہ ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے احمد رضا خان اور ان کے مسلک کے اکابر زعماء کی کتابوں سے نقل کیا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

استغاثہ اور استعانت
لغیر اللہ

"قارئین کرام ظہیر بے ضمیر نے صفحہ ۵۶ سے صفحہ ۶۰ تک اعلیٰحضرت عظیم البرکت اور بعض دیگر اکابر اہل سنت حنفی بریلوی کے چند اقوال مذکورہ بالا عنوان میں نقل کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ استغاثہ اور استعانت غیر اللہ کے ساتھ جائز ہے خواہ مستغاث اور مستعان زندہ یا دنیا سے وصال کر چکا ہو۔ خواہ نبی ہو یا رسول یا ولی یا صالح ہو، اس میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ حضرات قاضی الحاجات، دافع البلیات شافی الامراض اور مشکل کشا ہیں۔ غوث اعظم بھی مشکل کشا ہیں۔ ایسے ہی معتقد اقوال یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ۔ اور یا سید احمد بن علوان، یا علی بلکہ اہل قبور سے بھی طلب استعانت و طلب حاجت کرسکتا ہے جیسا کہ فاضل بریلوی نے کہا کہ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور، ایسے اقوال کو نقل کرنے کے بعد ظہیر بے ضمیر صاحب نے صفحہ ۶۱ سے صفحہ ۶۵ تک قرآن کریم کی چودہ عدد آیات اور ایک حدیث پیش کی ہیں۔ استغاثہ اور استعانت کے کفر و شرک اور حرام و ممنوع ہونے پر جن کا مدعا سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ جملہ آیات قرآنیہ بتوں اور بت پرستوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں، سوائے چند ایک کے جن کا کوئی واسطہ اس موضوع سے نہیں ہے۔

قارئین محترم! ہمیں چونکہ اختصار مقصود و منظور ہے اس لئے ان آیات کو ہم نقل کرنے کی بجائے صرف ان کی سورتوں اور آیت نمبر کا حوالہ دے کر جواب عرض کریں گے:۔

(۱) سورۂ فاتحہ (۲) سورۂ یٰسٓ آیۃ نمبر ۲۲ (۳) سورۂ فاطر آیت نمبر ۱۳ (۴) سورۂ فاطر آیتہ نمبر ۱۴ (۵) سورۂ اعراف آیتہ نمبر ۱۹۷ (۶) سورۂ الرعد آیتہ نمبر ۱۴ (۷) سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۳۱ (۸) سورۂ الزمر آیت نمبر ۳۸ (۹) سورۂ نمل آیت نمبر ۶۲ (۱۰) سورۂ اعراف آیتہ نمبر ۱۹۴ (۱۱) سورۂ الرعد آیتہ نمبر ۱۶ (۱۲) سورۂ النساء آیتہ نمبر ۱۵۷ (۱۳) سورۂ الاحقاف آیتہ نمبر ۵ (۱۴) سورۂ بقرہ آیتہ نمبر ۷۸ (۱۵) و آیتہ نمبر ۱۸۶ (۱۶) سورۂ المفاخمہ

قارئین محترم ان آیات و دلائل کا جواب پیش کرنے سے پہلے ایک وضاحت ضروری ہے تاکہ قارئین غلط بحث کا شکار نہ ہو جائیں۔ بنابریں ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں اور اب بھی عرض کرتے ہیں کہ ہم اہل سنت حنفی بریلوی کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء (خواہ بقید حیات ہوں یا وصال فرما چکے ہوں) سے استغاثہ و استعانت بطور توسل یعنی خدا کی مدد و عون الٰہی کا مظہر سمجھ کر اور وسیلہ مان کر مدد لینا اور مدد کے لئے پکارنا، مدد مانگنا بالکل جائز و درست ہے۔ اس کو کفر و شرک و حرام قرار دینا باطل و مردود ہے۔ کیونکہ ان کو نہ تو حقیقی مستعان و مستغاث سمجھا جاتا ہے نہ حقیقی مددگار و مشکل کشا و حاجت روا اور دافع البلاء ہی مانا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک حقیقی مستعان و مستغاث صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات بابرکات ہے لاغیر۔ اس عقیدہ کے ساتھ جب ہم کسی نبی، رسول یا ولی کو مدد کے لئے یا کسی اور حاجت کے لئے پکارتے ہیں تو اس مقام پر غیر

کی طرف جو اسناد ہوتی ہے وہ حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہوتی ہے اس لئے اس کو شرک یا کفر یا حرام قرار دینا بالکل غلط ہے۔ لہٰذا عنوان مذکور میں بے ضمیر صاحب نے ہمارے اکابر اور علماء کے جو اقوال نقل کئے ہیں وہ اسناد مجازی پر مبنی ہیں، حقیقی پر مبنی نہیں اور اسنادِ مجازی کا قرینہ حالیہ موجود ہے یعنی ہمارا الحمد للہ تعالیٰ مسلمان، کلمہ گو اور اہلِ ایمان کے گھروں میں پیدا ہونا قرینہ حالیہ ہے جس کو رد نہیں کیا جا سکتا اور یہاں ان اقوال میں اسناد کے حقیقی ہونے پر زور دینا یہ تاویل بما لا یرضی بہ القائل کے ضمن میں آتی ہے۔ اور اگر اسناد کو حقیقی ہی مانا جائے تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اسنادِ حقیقی کی دو اقسام ہیں:۔

ا۔ حقیقی ذاتی اور حقیقی عطائی۔ حقیقی ذاتی صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے مختص ہے جبکہ حقیقت عطائیہ ذات باری کے لئے محال اور مخلوق کے لئے ثابت ہے جیسا کہ قرآن کریم میں علم کی نسبت و اسناد بندہ کی طرف موجود ہے مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا اور بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ وغیرہا میں ہے اسی طرح اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا میں اھب واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ ھبہ کرنے کی اسناد حضرت جبرائیل کی طرف ہے۔ یہ اسناد حقیقت عطائیہ پر مبنی ہے اور اسی طرح اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ (الایۃ) میں اتیان (لانے) کی اسناد حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کی طرف ہے۔ یہ بھی حقیقت عطائیہ ہے۔ شرک یا کفر یا حرام تب ہو جب اسناد کو حقیقتہ ذاتیہ پر محمول کیا جائے اور ایسا ہرگز کبھی نہیں ہوا۔ لہٰذا ان منقولہ اقوال کو پیش کر کے ان کو کفریہ و شرکیہ ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا اور ان کو کفر و شرک ثابت کرنے کے لئے پیش کرنا پرلے درجے کی جہالت اور انتہائی درجہ کی ہٹ دھرمی ہے۔



آیات مذکورہ بالا کا جواب

قارئین کرام یہ شقاوتِ قلبی ہے کہ ظہیر صاحب نے ان آیات سے ناکام استدلال کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ ان آیات سے مدعا مذکور پر استدلال بچند وجوہ باطل و مردود ہے۔ اولاً اس لئے کہ ان آیات مبارکہ کا نزول بتوں کے حق میں ہے یہ آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور ہمارے نزدیک بتوں کو ماننا ہی کفر و شرک ہے چہ جائیکہ ان کو معبود یا مشکل کشا، حاجت روا، دافع البلاء وغیرہ مانا جائے یہ تو قطعاً شرک جلی کفر خالص ہے۔ بت نہ معبود ہو سکتے ہیں نہ مذکورہ صفات کے حامل ہو سکتے ہیں عطائی طور پر بھی وہ ایسی صفات کے حامل قرار نہیں پا سکتے۔ ان میں یہ صلاحیت و استعداد ہی نہیں ہے۔ اس قابل ہی نہیں ہیں مگر انبیاء و اولیاء کو ان پر قیاس کرنا بھی پرلے درجہ کی بدبختی ہے اور بد نصیبی ہے۔ بتوں کو وسیلہ ماننا بھی کفر ہے ان میں وسیلہ بننے کی صلاحیت بھی مفقود ہے ان کو مجازاً بھی مشکل کشا، حاجت روا، دافع البلاء ماننا اور کہنا غلط، کفر ہے اور مشرکین تو ان کو عبادت کے لائق یعنی معبود مانتے جانتے تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

ثانیاً ان آیاتِ قرآنیہ کو (جو بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں) انبیاء و اولیاء علیہم السلام پر منطبق کرنا خود بدبختی اور بدترین خلائق ہونے کی دلیل ہے۔ بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۱۰۲۴ میں باب الخوارج میں جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول موجود ہے کہ اُولٰئِكَ هُمْ شِرَارُ خَلْقِ اللّٰهِ اِنْطَلَقُوْا اِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ وَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ وہ لوگ خدا کی مخلوق میں بدترین ہیں جو ایسی آیات کی طرف چلے گئے جو کفار کے حق میں یعنی بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئیں مگر انہوں نے ان کو اہل ایمان پر چسپاں کر دیا۔ یعنی جو آیات کفار و مشرکین اور

بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی تھیں، جو لوگ ان کو اہل ایمان پر چسپاں کرتے ہیں وہ خدا کی ساری مخلوق میں بدتر ہیں۔

قارئین کرام یہ بات حضرت عبداللہ بن عمر فرما رہے ہیں جو جلیل القدر صحابی رسول ہیں اور بخاری کی روایت ہے جس کی صحت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اب آپ خود غور کر لیں کہ وہ کون لوگ ہیں، کونسی جماعت و فرقہ ہے جو بتوں اور بت پرستوں اور مشرکین و کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو اہل ایمان پر چسپاں اور فٹ کرنے کی ناکام کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ وہ کون ہیں جو مشرکین کے پانچ عدد بڑے بتوں یعوق، یغوث، نسر وغیرہ کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو پنجتن پاک کی ذواتِ قدسیہ پر خصوصاً اور دیگر اولیاء پر عموماً فٹ کر کے لوگوں کو بہکاتے اور گمراہ و بے دین بناتے ہیں۔ سوائے وہابیوں، نجدیوں، دیوبندیوں کے کون ہے بلکہ مودودیت وغیرہ کا یہی شیوہ ہے۔ جناب عبداللہ بن عمر کے اس قول کا مصداق یقیناً یہی لوگ ہیں خارجی بھی اس کا مصداق ہیں اور یہ بھی اس کا مصداق ہیں۔ انبیاء و اولیاء کو بتوں پر قیاس کرنے والے اس حدیث کے مطابق بدترین خلائق ہیں ان کو اپنے اس رویہ سے فوراً توبہ کر کے غلامانِ انبیاء و اولیاء میں شامل ہو جانا چاہیئے ورنہ سوچ لیں ان کا حشر قیامت کے دن کن کے ساتھ ہو گا۔

اعتراض:۔ یہ کہنا درست نہیں کہ یہ آیات بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اس لئے بتوں کے علاوہ انبیاء و اولیاء پر فٹ نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص السبب مشہور قاعدہ ہے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے خصوص سبب اور شانِ نزول کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو نور الانوار و دیگر کتب اصولِ فقہ

الجواب:۔ اولاً اس قاعدہ مذکورہ سے استدلال کر کے بتوں کی آیات کو بربنائے عموم الفاظ انبیاء و اولیاء پر فٹ کرنا پرلے درجہ کی جہالت کے علاوہ پرلے

درجہ کی شقاوت بھی ہے کیوں کہ اس قاعدہ کو سمجھنے میں بھی نجدی نے ٹھوکر کھائی
جو ان کا مقدر اور مقسوم رہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ قاعدہ وہاں پر چسپاں ہوگا جہاں
کسی قسم کا بت تراش کر پوجا جائے جو بت مشرکین عرب نے نہ بنایا ہو نہ پوجا ہو۔
کسی نئی دھات کا، کسی ایسی نئی چیز کا بنایا گیا جس کا بت مشرکین عرب نے بنایا نہ تھا یا
وہ چیز موجود نہ تھی اور اب وجود میں آئی اور اس کا بت بنا کر پوجا جانے لگا، تو
بت کسی قسم کا ہو کسی بھی چیز کا ہو کسی بھی زمانے میں ہو، اس کے پوجنے والوں پر یہ
آیات فٹ و چسپاں ہوں گی۔ یہ مطلب ہوگا العبرۃ العموم الالفاظ لا لخصوص
السبب کا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ صرف ان بتوں اور بت پرستوں پر یہ آیات فٹ
آتی اور چسپاں ہوتی ہیں جو نزول آیات کے موقعہ پر عرب کی سرزمین پر موجود تھے
اور جو بت بعد میں تراشے گئے، معبود بنائے گئے، ان پر یہ آیات فٹ
اور چسپاں نہیں ہوں گی۔ یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اعتبارِ عموم الفاظ کا ہے اور عموم الفاظ
بعد میں بنائے اور تراشے جانے والے بتوں کو بھی شامل ہے۔ لیکن ان آیات کو انبیاء
و اولیاء پر فٹ اور چسپاں کرنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ انبیاء و اولیاء کی جنس اور ہے
اور بتوں کی جنس اور ہے۔ دونوں میں جنس کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے۔

ثالثاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس قاعدہ کے مقابلہ میں زیادہ اہم
اور زیادہ وزنی ہے اگر کوئی سمجھتا ہے کہ یہ قاعدہ اور یہ قول باہم متصادم اور متضاد
ہیں تو پھر قولِ صحابیٔ رسول کو بہرحال اصول فقہ کے قاعدہ پر ترجیح دینا ضروری ہے
کیونکہ ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم
اھتدیتم .... الخ میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں
ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے اور صراطِ مستقیم کی وضاحت کرتے
ہوئے آپ نے فرمایا ما انا علیہ و اصحابی یعنی صراطِ مستقیم میرا اور میرے

صحابہ کا راستہ ہے تو صحابیٔ رسول یہ فرماتے ہیں کہ کفار کی (بتوں) کی آیات کو اہل ایمان
(اہل سنت حنفی بریلوی) پر چسپاں کرنے والے بدترین خلائق ہیں۔ لہٰذا ان وہابیوں
نجدیوں کو توبہ کر کے بدترین خلائق کے زمرے میں شامل ہونے سے بچنا چاہیئے، خدا
ان کو ہدایت دے۔

اعتراض :۔ ان آیات میں غیر اللہ کو پکارنے سے بھی منع کیا گیا ہے بلکہ پکارنے
کو شرک قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا انبیاء و اولیاء کو پکارنا بھی شرک ہے۔

الجواب :۔ بے شک بعض آیات میں غیر اللہ کو پکارنا شرک قرار دیا گیا
ہے مگر مطلقاً پکارنے کو شرک نہیں فرمایا گیا بلکہ خدا سمجھ کر یا خدا کا شریک سمجھ کر یا خدا کا
بیٹا سمجھ کر اور خدا کی طرح ذاتی، استقلالی، علم و قدرت و تصرف کا مالک سمجھ کر پکارنا
شرک قرار دیا گیا ہے ایسے پکارنے کے شرک ہونے میں کیا شک ہے۔ مگر الحمد للہ تعالیٰ
اہل سنت حنفی بریلوی کسی نبی یا ولی کو نہ خدا کا شریک سمجھتے ہیں نہ خدا سمجھتے، نہ خدا
کا بیٹا، نہ خدا کی طرح ذاتی و استقلالی صفات کے مالک سمجھتے ہیں یہ اگر پکارتے
ہیں تو صرف اسنادِ مجازی کے لحاظ سے اور بطور توسل پکارتے ہیں، یعنی وسیلہ سمجھ کر
پکارتے تھے اور حقیقی مددگار، فریادرس، مشکل کشا، سمجھ کر نہیں پکارتے، ذاتی و
استقلالی مددگار، فریادرس، مشکل کشا، حاجت روا، دافع البلاء صرف خدا کی ذات
کو سمجھتے ہیں۔ مجازی یا عطائی طور پر بھی جو قدرت و کمال ان کے انبیاء و اولیاء کے لئے
مانتے وہ بھی مشیت خداوندی کے تحت، بلکہ مشیت جزئیہ خداوندی کے ماتحت مانتے ہیں
ایک لمحہ کے لئے بھی ان حضرات کو خدا سے بے نیاز نہیں مانتے بلکہ محتاج ہونے کے لئے
ہمارے اکابر کے نزدیک صرف عطائی صفات کا عقیدہ کافی نہیں بلکہ ہر لمحہ و ہر ساعت
ان کو مشیت جزئیہ خداوندی کے تحت ماننا ضروری ہے۔ ایک لمحہ کے لئے اگر خدا کی
مشیت سے بے نیاز مانا تو کفر و شرک خالص خدا کی مشیت سے بے نیاز مانا تو کفر و

شرک خالص ہوگا۔

صفحہ ۵۱ پر لکھا ہے کہ اگر مطلقاً

پکارنے کو شرک قرار دیا جائے تو پھر حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی مشرک قرار دینا پڑے گا العیاذ باللہ تعالیٰ

نوح علیہ السلام فرماتے ہیں اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَھَارًا۔ القرآن میں نے دن رات قوم کو پکارا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ذبح شدہ پرندوں کو پکارا ہے۔ ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا پھر تو ان کو پکار وہ دوڑتے ہوئے آئینگے تیرے پاس۔

پھر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشرک ہونا بھی لازم آئیگا کیونکہ آپ نے فرمایا یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اے کافرو۔ پھر صحابہ کرام کا بھی مشرک ہونا لازم آئیگا کیونکہ حدیث مسلم جلد صفحہ ۴۲۷ ج ۲ میں ہے ینادون یا مُحَمَّد یا رسول اللہ (رد و بار) صحابہ پکارتے تھے اے محمدؐ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پھر خود نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی نزل الابرار سے سابقہ صفحات میں یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی نقل کیا گیا ہے جس کو گنگوہی صاحب فتاوی رشیدیہ میں اور تھانوی صاحب نے نشر الطیب میں اور وحید الزماں نے ہدیۃ المہدی میں نقل کیا ہے۔ اس میں حضور خود فرماتے ہیں کہ تم یوں پکارو یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ ان سب حضرات کا مشرک ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے ان آیات میں پکارنے سے مراد مطلقاً پکارنا نہیں بلکہ ایسا پکارنا شرک ہے جو خدا یا خدا کا شریک اور خدا کی سی ذاتی و استقلالی صفات سے متصف مان کر پکارتا ہو دور سے ہو یا نزدیک سے، حاضر ہو یا غائب، زندہ ہو یا وفات یافتہ، فرشتہ ہو یا

جن یا انسان الغرض اگر اسکو حقیقی اور مستقل و بالذات مددگار اور مشکل کشا، حاجت روا، دافع البلاء وغیرہ سمجھ کر پکارتا ہے تو یہ شرک جلی اور کفر خالص ہے اور پکارتا ہے مگر خدا کی مخلوق و بندہ سمجھ کر اور عطائی کمالات کے ساتھ ساتھ ہر آن اسکو خدا کی مشیت جزئیہ کے ماتحت سمجھ کر تو اس میں کفر و شرک کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔ یہ عین ایمان اور خالص توحید رحمانی ہے اسکو بھی شرک و کفر قرار دینا توحید شیطانی کا جذبہ اور بکارستانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو امام اہلسنت غزالی زماں رازی دوراں بیہقی وقت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تسکین الخواطر صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے۔ یاد رکھئے اللہ تعالیٰ جو کسی مخلوق کو کوئی کمال عطاء فرماتا ہے تو اس کے متعلق صرف یہ اعتقاد مومن ہونے کے لئے کافی نہیں کہ یہ کمال اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اتنی بات تو مشرکین بھی اپنے معبودوں کے حق میں تسلیم کرتے تھے، بلکہ مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عطاء خداوندی کا عقیدہ رکھتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمال کسی مخلوق کو عطا فرمایا ہے وہ عطاء کے بعد حکم خداوندی، ارادہ اور مشیت ایزدی کے ماتحت ہے ہر آن خدا تعالیٰ کی مشیت اس کے ساتھ متعلق ہے اور اس بندے کا ایک آن کے لئے بھی خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور مستغنی ہونا قطعاً محال اور ممتنع بالذات ہے۔ مختصر یہ کہ مخلوق کا ہر کمال اور بندے کی ہر صفت کے متعلق مومن کا یہی اعتقاد ہے کہ یہ کمال اور یہ خوبی اللہ کی دی ہوئی ہے اور یہ بندہ اپنے کمال و خوبی میں علی الاطلاق مشیت جزئیہ کے ماتحت ہے اور کسی حال میں معبود حقیقی سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہے۔ الحاصل بندے کو کسی امر میں اللہ تعالیٰ کی مشیت جزئیہ کے ماتحت نہ سمجھنا یا اسکو کسی حال میں کسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ سے مستغنی اور بے نیاز قرار دینا شرک جلی اور کفر خالص ہے ...... الخ صفحہ ۱۵

آیاتِ منقولہ کا قدرے تفصیلی جواب

قارئین کرام قبل ازیں بندہ نے آیاتِ منقولہ کے اصولی جوابات پیش کئے ہیں مگر

ضروری معلوم ہوتا ہے یہاں ہر آیت کا علیحدہ مگر مختصر جواب بھی عرض کر دیں
تاکہ مخالف کے لئے انکار کی گنجائش نہ رہے۔ لہٰذا ذیل میں یہ جوابات عرض کئے
جاتے ہیں۔

پہلی آیت۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پیش کی گئی ہے جس کا جواب
یہ ہے کہ یہاں استعانت سے مراد حقیقی مدد ہے مجازی نہیں۔ دوسرا یہ کہ مستقل اور بالذات
مدد کی حصر ذات باری کی گئی ہے۔ مجازی یا عطائی کی نہیں کی گئی ہے اور اس بات کی دلیل
یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا یعنی دعا
کرے کہ اے اللہ میرے لئے کسی کو مددگار یا بادشاہ بنا۔ اگر غیر اللہ کو مددگار بنانا شرک ہوتا
تو یہ دعا نہ کی جاتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے کسی کو اپنا مددگار ماننا
بھی شرک نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کی عطا سے خدا کے بندے مددگار ہو سکتے ہیں
اب ظاہر ہے کہ اگر وہاں مدد سے مراد حقیقی اور استقلالی و ذاتی مدد مراد نہ لی جائے تو
پھر مذکورہ آیت اور ایسی دیگر آیات میں تعارض و تناقض ہو جائے گا۔ اس لئے
ضروری ہے کہ تطبیق یوں دی جائے کہ آیۃ فاتحہ کو حقیقی اور استقلالی و ذاتی پر محمول
کیا جائے اور دوسری آیتوں کو عطائی و مجازی پر عمل کیا جائے۔ اور بعض مفسرین کرام
نے فرمایا ہے کہ نخصک بالاستعانۃ فی العبادات یعنی ہم تجھ سے عبادتوں
پر مدد کی درخواست کرتے ہیں یعنی یہاں صرف عبادت کرنے کی توفیق دینا مراد ہے لا غیر
اور سورۂ سبا کی آیت میں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مراد بت ہیں۔ کیونکہ اس آیت
میں ہے لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ آیتہ سے یہاں
آیت میں جن کو مِنْ دُوْنِ سے تعبیر کیا ہے ان کی یہ صفت بتائی ہے کہ وہ زمین و آسمان میں
ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ صفت انبیاء و اولیاء کی نہیں ہو سکتی۔
کیونکہ وہ تو دنیا میں ضرور کسی نہ کسی چیز بلکہ بہت سی اشیاء کے مالک تھے یہ کیسے ہو

سکتا ہے کہ ایک عام انسان تو متعدد اشیاء کا مالک ہو اور انبیاء و اولیاء کسی چیز
کے مالک نہ ہوں۔ اس لئے یہ واضح قرینہ مقابلیہ ہے کہ مراد بت ہی ہیں جو واقعی کسی
چیز کے مالک نہیں ہوتے اور یہی جواب سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۳، ۱۴ کا ہے کیونکہ
ان میں بھی مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ قرینہ ہے امر مذکور کا اور سورۂ فاطر
کی آیت نمبر ۱۴ کا جواب یہ ہے کہ اس میں یدعون بمعنی تعبدون ہے یعنی
مطلق پکارنا مراد نہیں بلکہ عبادۃ مراد ہے جو ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم خدا کے سوا
کسی کو لائق عبادت نہیں مانتے اور اسی طرح سورۂ اعراف اور رعد کی آیتہ نمبر ۱۹۷ اور
آیتہ ۱۴ میں بھی دعا سے مراد عبادت ہے یا عبادت کے لائق جان کر پکارنا ہے اور سورۂ
شوریٰ کی آیتہ نمبر ۳۱ میں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مراد غیر اللہ نہیں بلکہ وہ غیر اللہ ہے
جس کو خدا کے مقابلہ میں دوست و مددگار سمجھا گیا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کے مقابلہ
میں کسی کو اپنا دوست اور مددگار قرار دینا شرک جلی و کفر خالص ہے۔ اسی طرح سورۂ
زمر کی آیت نمبر ۳۸ میں بھی مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مراد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں
کسی کو مددگار سمجھ کر پکارنا ہے جو شرک یقیناً شرک ہے۔ قرینہ اس کا آیت میں یہ
الفاظ ہیں اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ
هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهٖ۔ یعنی اگر خدا مجھے ضرر دینا چاہے تو کیا یہ مورتیاں
اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتی ہیں؟ یا اگر خدا مجھے اپنی رحمتیں دینا چاہے
تو کیا وہ مورتیاں خدا کی رحمت کو روک سکتی ہیں۔ یہاں یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ مراد خدا
کے مقابلہ میں کسی کو اپنا مشکل کشا، سمجھ کر پکارنا ہے۔ مزید یہ کہ یہاں هُنَّ ضمیر جمع
مؤنث کی ہے جس کا مرجع مورتیاں ہیں نہ کہ انبیاء و اولیاء، اگر انبیاء و اولیاء مراد ہوتے
تو هُنَّ ضمیر کی بجائے هُمْ ضمیر جمع مذکر کی لائی جاتی۔ ضمیر مؤنث کو لانا قوی قرینہ مقابلیہ
ہے کہ مراد یہاں مورتیاں ہے اور سورۂ نمل کی آیت نمبر ۶۲ میں بھی الٰہ اور خدا کا

جان کر پکارنے کا ذکر ہے کیونکہ قرینہ یہ ہے کہ اِلٰہًا مَعَ اللّٰہِ مذکور ہے یعنی ساتھ ہی وصف الوہیت کا ذکر ہے۔ اور سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۹۴ میں تدعون بمعنی تعبدون ہے یعنی دعاء سے مراد عبادت ہے محض پکارنا مراد نہیں ہے اور پھر یہاں عباد سے مراد مملوک ہیں یعنی ایسے بت جو مشرکین کے مملوکہ ہوتے تھے یعنی وہ بت بھی تمہاری طرح مملوک ہیں جو مملوک ہو وہ عبادت کے لائق کیونکر ہو سکتا ہے، اور سورۂ رعد کی آیت نمبر ۱۶ میں من دونہٖ سے مراد اللہ کے مقابلہ میں دوست بنانا ہے یعنی کیا تم نے خدا کے مقابلہ میں ایسے لوگوں کو دوست یا مددگار بنا لیا ہے جو اپنے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں یہاں بھی بت ہی مراد ہیں یا پھر خدا کے مقابلہ میں دوست بنانے کی مذمت ہے۔ اور سورۂ النساء کی آیت نمبر ۱۵۷ میں بھی مراد مورتیاں ہیں۔ کیونکہ صاف طور پر لفظ اِناثاً مذکور ہے جس کا معنی مؤنث ہے، پھر اس میں شیطاناً مَرِیدًا کا جملہ بھی قرینہ ہے کہ مراد انبیاء و اولیاء نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انبیاء و اولیاء کو شیطاناً مریداً قرار دینا کفر خالص ہے اور سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۵ میں بھی یدعون سے مراد یعبدون ہے یعنی مطلق پکارنا مراد نہیں بلکہ عبادت کے لائق سمجھ کر پکارنا مراد ہے جو یقیناً شرک خالص ہے۔

قارئین محترم ناچیز نے ایک ایک آیت کا الگ الگ جواب بھی عرض کر دیا ہے، غور فرمالیں پھر بندہ کے حق میں صرف دعاء خیر کر دیں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو مقبولیت عامہ نصیب فرمائے اور ساتھ ہی بندہ کی نجات کا ذریعہ بھی بنائے آمین یارب العالمین۔

حدیث کا جواب

قارئین کرام صفحہ ۶۴ پر ایک حدیث پیش کی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے ابن عباس سے فرمایا اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ، وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ جف القلم بما انت لاق ۔۔۔۔۔۔ الخ یعنی حضور نے فرمایا اے ابن عباس جب سوال کرنا چاہے تو خدا سے سوال کرو اور جب مدد مانگنا چاہے تو بھی خدا سے مدد مانگ قلم خشک ہو گئی ہے، اس چیز کے ساتھ جس سے تو ملنے والا ہے اگر تو ساری مخلوق کو اس بات کی دعوت دے کہ وہ تجھے نفع پہنچائے تو نہیں پہنچا سکتی مگر وہی جو اللہ نے تیرے لئے لکھدی ہے اور اگر ساری مخلوق تجھے ضرر دینا چاہے تو نہیں دے سکتی مگر وہی جو اللہ نے تجھ پر لکھدی ہے۔

الجواب:۔ اس حدیث کو اگر توکل پر محمول نہ کریں تو پھر یہ خود وہابیوں نجدیوں کے بھی خلاف کی جاتی ہے کیونکہ بالکل خدا کے غیر سے سوال منع کیا گیا ہے تو پھر نجدیوں نے امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ مغربی ممالک سے امداد کا سوال بھی کیا اور مدد بھی مانگی، تو اس طرح اسی حدیث کی خلاف ورزی قرار پائے گی، پھر ان وہابیوں نے انگریز کو درخواست دے کر اپنے لئے وہابی کا نام منسوخ اور اہل حدیث کا نام الاٹ کرانے کی درخواست کر کے بھی حدیث کی خلاف ورزی کی ہے، پھر یہ حدیث مطلق ہے لہٰذا نہ مافوق الاسباب استعانت غیر سے جائز ہو گی اور نہ ہی ماتحت الاسباب حالانکہ ان کے بزرگ خود کہہ چکے ہیں کہ:۔

"ابن قیم مددے قاضی شوکاں مددے" حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔ کیا یہ حدیث مذکور کے خلاف نہیں ہے؟ یقیناً ہے۔

ع "لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا ہے"

باقی رہا اعلیٰ حضرت کا فرمانا اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور (الامن والعلیٰ صفحہ ۴۶) تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے ضمیر صاحب نے یہاں اپنی فطری بد زبانی کا مظاہرہ کیا ہے، اولاً اس لئے کہ اذا تحیرتم فی الامور

...... الخ یہ صرف اعلیٰ حضرت کا قول نہیں بلکہ علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی علیہ الرحمۃ
کا ہے جس کو انہوں نے عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی اور
امام فخر الدین رازی نے نقل فرمایا ہے۔ بنا بریں امام خفاجی کے علاوہ امام غزالی اور امام
رازی کا بھی یہ قول ہے۔ صرف اعلیٰ حضرت کا قول ظاہر کرنا بددیانتی پر مبنی ہے۔ ثانیاً
یہ کہ اعلیٰ حضرت تو صرف ناقل ہیں اور اصولِ مناظرہ کے مطابق ناقل پر اعتراض غلط ہے
جن کی اصل عبارت ہے ان پر اعتراض کرنا چاہیئے۔

تھا اعتراض تو کرتا امام خفاجی پر !!
نہ امام غزالی پر اور نہ ہی امام رازی پر

یہ کہاں کا انصاف ہے، بات تو ایک ہی ہے جس کی وجہ سے اعلیٰ حضرت
کو شرک یا بدعتی قرار دیا جاتا ہے جبکہ امام غزالی، امام رازی، امام خفاجی کا ذکر تک نہیں
کرتا یہ کوئی انصاف نہیں ہے اگر ایسا کرنا شرک یا بدعت ہے تو صرف بریلویوں کو ہی
نہیں بلکہ ان جلیل القدر اماموں کو بھی مشرک و بدعتی قرار دینا ہوگا۔ اذ لیس فلیس۔
ثالثاً اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تفسیر بیضاوی شریف کے حوالے سے فالمدبرات
امراً کی دوسری تفسیر نقل کی تھی کہ او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ
الیٰ ان قال، فتنشط الی عالم الملکوت و تسبح فیہا فتسبق الی حظائر
القدس فتصیر لشرفہا وقوتہا من المدبرات یعنی فالمدبرات
امراً کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کی ارواح کا ذکر فرماتا ہے کہ جب وہ
ارواح اپنے مبارک بدنوں سے جدا ہوتی ہیں تو بقوۃ تمام عالم بالا کی طرف سبک
خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی ہیں تو پھر حظیرۂ قدسی تک تیزی
سے رسائی پاتی ہیں۔ پھر اپنی بزرگی اور قوت کے باعث جہان میں کاروبار عالم کے
تدبیر کرنے والوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔ یعنی یہ کہ اولیاء کرام کی ارواح بعد [illegible]

تصرف فرماتی ہیں اور جہاں میں کاموں کی تدبیر کرتی ہیں۔ اس تفسیر کی تائید میں
علامہ خفاجی نے امام غزالی اور امام رازی کا یہ قول اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا
من اصحاب القبور نقل فرمایا تھا مگر بے ضمیرے کا ضمیر اتنا مر چکا تھا کہ اس قول کو
صرف اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کر دیا نہ ائمہ مذکورین کا ذکر کیا نہ قاضی بیضاوی کی
تفسیر سے نقل کردہ عبارت کا جواب دیا۔ جواب تو کیا دیتا عبارت کا ذکر تک نہ کیا آخر
کیا وجہ ہو سکتی ہے اس تمام کارروائی کی۔ سوائے اس کے کہ یا تو جواب دینے کی ہمت
نہ تھی یا پھر یہ کہ ان کا ذکر کیا تو اعلیٰ حضرت کے مؤقف کی تائید ہو جائے گی اور ان کے
مؤقف کو تقویت ملے گی۔ اس طرح بریلویت کی مزید تائید ہو جائے گی۔
قارئین کرام آخر اس منقولہ عبارت میں اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی
پیشوائے اہل حدیث زمام نہاں کی نزل الابرار کی گذشتہ صفحات میں نقل کردہ روایت و
حدیث یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی میں کیا فرق ہے۔ معنوی طور پر
تو کوئی فرق نہیں ہے اصحاب قبور بھی غیر اللہ ہیں اور یہ عباد اللہ بھی غیر اللہ ہیں غیر اللہ
ہونے میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر اصحاب قبور کو پکارنا ان سے استعانت کرنا
شرک ہے تو ان عباد اللہ کو پکارنا اور ان سے اعانت کی درخواست کرنا بھی شرک ہی
ہوگا۔ اگر یہ شرک نہیں تو وہ بھی شرک نہیں ہے۔ شرک ہونے کے لئے صرف یہ
ضروری ہے کہ غیر خدا کو خدا یا اس کا شریک یا خدا جیسی صفات استقلالی و ذاتی
کے ساتھ متصف مانے خواہ وہ غیر زندہ ہو یا مردہ، قریب ہو یا بعید حاضر ہو یا غائب
فرشتہ ہو یا انسان یا جن، بہرحال میں شریک ہوگا۔ یہ تفریق جہالت ہے کہ وہ
ملائکہ ہوں یا جنات ہوں یا رجال الغیب ہوں تو پکارنا اور مدد مانگنا شرک نہیں ہے
اور نبی یا ولی ہو تو شرک ہے۔

انبیاء و اولیاء کی قدرت اور اختیارات

قارئین کرام اس عنوان میں نام نہاد علامہ ظہیر نے انبیاء و اولیاء کی قدرت و تصرف و اختیارات کے موضوع پر گفتگو کی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے ہم اپنا عقیدہ واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ غلط بحث بھی نہ ہو اور کوئی بے ضمیر اپنے خبث باطنی سے کام لے کر عوام کو دھوکہ، فریب دینے میں کامیاب بھی نہ ہو سکے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ "انبیاء و اولیاء و دیگر مقربین بارگاہِ ایزدی باذن اللہ اور بعطاء اللہ قدرت، تصرف و اختیار کے مالک ہیں۔ ذاتی، استقلالی قدرت، تصرف و اختیار صرف ذاتِ باری تعالیٰ کا خاصہ ہے کسی اور کے لئے اس کا ماننا شرک ہے۔ باذن اللہ اور بعطاء اللہ ان کی شایانِ شان قدرت، تصرف، اختیار ماننا شرک نہیں ہے"۔

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ اسناد کی دو قسمیں ہیں:

حقیقی کہ جس کے ساتھ مسند الیہ حقیقتاً متصف ہو۔ اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کر دیں جیسے نہر کو جاری اور جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں، حالاں کہ حقیقتاً آب و کشتی جاری و متحرک ہیں۔ پھر حقیقی بھی دو قسم پر ہے ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اسے حقیقتاً متصف کر دیا ہو خواہ وہ دوسرا متصف کرنے والا، خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں ہوتا ہے یا نہیں (یعنی خود متصف نہ ہو جیسے واسطہ فی الاثبات میں ہوتا ہے (الامن والعلیٰ صفحہ ۱۵)

قرآن کریم میں انسانوں کو اولی العلم، علماء بنی اسرائیل بعض انبیاء کی نسبت لفظ وارد ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں علم کی اسناد و نسبت غیر خدا کی طرف حقیقی بھی ہے، اور عطائی بھی ہے ذاتی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حضرات صفتِ علم سے حقیقتاً متصف ہیں نہ کہ مجازاً۔ خدا نے خود اپنی ذات کو بھی علیم فرمایا ہے۔ متعدد جگہ قرآن میں ظاہر ہے۔ یہاں اسناد

حقیقی ذاتی ہے نہ عطائی۔ وہابیہ، نجدیہ چونکہ یہ فرق نہیں کر سکتے اس لئے ان تمام امور کو استعانت و امداد و علم غیب و تصرفات و ندا و سماع وغیرہا کو مسائل شرکیہ قرار دے دیتے ہیں جو ان کی جہالت و ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے۔ تنزیلاً یہی سہی اور الامر تو سے خالی نہیں نسبت و اسناد، حقیقی عطائی ہے یا از انجا کہ حضور بسبب و وسیلہ و واسطہ دافع البلاء ہیں۔ لہذا نسبت مجازی رہی حقیقی ذاتی جاننا کہ کسی مسلمان کے قلب میں کسی غیر خدا کی نسبت اس کا خطرہ گزرے۔ ملاحظہ ہو الامن والعلیٰ صفحہ ۱۶۔

حضرت علامہ تقی الدین سبکی علیہ الرحمۃ جن کو وہابیوں کا پیشوا میاں نذیر حسین دہلوی بالاتفاق مجتہد مانتے رہے ہیں، وہ شفاء السقام صفحہ ۱۷۵ میں فرماتے ہیں کہ لیس المراد نسبتہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الخلق والاشکال بالافعال ھذا ما لا یقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین۔ یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگنے کا مطلب یہ نہیں کہ حضور خالق و فاعل مستقل ہیں۔ یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا تو اس معنی پہ کلام کو محمول کرنا اور حضور سے مدد مانگنے کو شرک یا حرام قرار دینا تلبیس شیطانی ہے۔

قارئین کرام یہاں وضاحت ہو گئی ہے کہ یہ جو کچھ انبیاء و اولیاء کے لئے مانتے ہیں وہ یا تو حقیقت عطائیہ و باذن اللہ مانتے ہیں یا اسناد مجازی کے طور پر سبب و واسطہ جان کر مانتے ہیں نہ کوئی ذاتی کمالات کے مالک۔

آپ خود دیوبندیوں اور وہابیوں سے یہ سوال بھی کر سکتے ہیں کہ جب تمہارے نزدیک ان مقربین خداوندی کو حاجت روا، مشکل کشا، دافع البلاء وغیرہ ماننا شرک ہے کیونکہ یہ صفات ذاتِ باری کا خاصہ ہیں۔ اس لئے ان کو کسی اور کے لئے عطائی طور پر ماننا بھی شرک ہے تو بتاؤ وجود یعنی موجود ہونا خدا کی صفت ہے یا نہیں اگر کہو نہیں تو یہ کفر خالص ہے۔ اگر کہو یہ بھی خدا کی صفت ہے تو پھر بتاؤ انبیاء و اولیاء

ملائکہ، جنات وغیرہا مخلوق خود تم بھی موجود ہو یا نہیں اگر کہو موجود نہیں تو سفید جھوٹ ہوگا۔ اگر کہو موجود ہیں تو وصف وجود میں تم نے ساری موجود مخلوق کو خود اپنے آپ کو خدا کا شریک مان لیا ہے۔ پھر تم کیوں مشرک نہیں ہوئے کیا وصفِ وجود ذات باری کی صفت نہیں یقیناً ہے تو پھر تمہارا مشرک ہونا لازم آتا ہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ اگر تم کہو کہ یہ وصف ذات باری کا خاصہ نہیں تو یہ بھی غلط ہے خاصہ تو ہے وجود ذاتی و استقلالی تو صرف ذات باری کا خاصہ ہے۔ باقی ساری کائنات کا وجود عطائی اور باذن اللہ ہے اگر وجود میں یہ دو اقسام ذاتی و عطائی استقلالی و غیر استقلالی، بالواسطہ و بلاواسطہ، مانی جاسکتی ہیں تو دیگر اوصاف میں ان اقسام کو ماننے کی صورت میں کون سی خرابی کون سا کفر لازم آتا ہے، کون سا استحالہ شرعی یا عقلی لازم آتا ہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

اس وضاحت کے بعد ہم نام نہاد علامہ ظہیر بے ضمیر کے انعامات و افترائات اور اعتراضات اور دلائل کے جوابات عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق انیق اور عون رفیق سے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

بہتانات وافترائات کا جواب

قارئین کرام ظہیر صاحب صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں کہ بریلویوں نے اللہ تعالیٰ کو معطل اور معزول کر دیا ہے۔ اختیار، قدرت، اقتدار سے اور یہ کہ اللہ کی قدرت اور اختیارات ان کے زعم میں انبیاء و صلحاء و اولیاء کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور خدا کے پاس کوئی چیز باقی نہیں رہی سو غیرہ وغیرہ (من الخرافات الوہابیۃ الملعونۃ) اور یہ کہ خدا کے لیے خالص عبادات بھی نہیں رہیں ان عبادات میں بھی انبیاء، اور اولیاء شریک ہیں۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ من ذالک الخرافات المختلفۃ من الوہابیۃ)

صفحہ ۶۶ البریلویۃ)

الجواب: قارئین کرام یہاں ہم مجبور ہیں کہ ضرور یہ پڑھیں کہ لعنۃ اللہ علی الوہابیین المفسدین۔ یہ تینوں باتیں جو ظہیر نے اہل سنت حنفی بریلوی کی طرف منسوب کی ہیں۔ سراسر سفید جھوٹ ہیں۔ بکواس کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ ہمارے بزرگوں میں سے کسی نے بھی کہیں نہیں لکھا کہ خدا معطل اور معزول ہو چکا ہے، خدا کی قدرت، اختیار، تصرف انبیاء و اولیاء کی طرف منتقل ہو چکا ہے اور انبیاء و اولیاء عبادات میں خدا کے شریک ہیں اگر یہ الفاظ بعینہٖ کوئی وہابی نجدی ہمارے اکابر کی کتابوں میں سے کسی ایک کتاب سے عدالت میں دکھا دیں تو عدالت کے ذریعہ پانچ ہزار روپے انعام بذریعہ عدالت حاصل کرنے کا مجاز ہے۔ یہ ہمارا چیلنج ہے ان وہابیوں کو جو نام نہاد علامہ ظہیر بے ضمیر کے گرویدہ ہیں جو البریلویۃ کو لاجواب تصور کرتے ہیں کیا ہمت اور حوصلہ کر کے عدالت میں جائیں گے کیا ہمارا چیلنج قبول کرتے ہیں، ؟ کیا مناظرہ کی جرأت ہے ؟

انشاء اللہ تا قیامت یہ حوصلہ اور ہمت نہیں کر سکیں گے۔ لکھتا ہے کہ میں اکابر بریلوی سے ہر بات نقل کروں گا۔ اگر اور دکھا دو یہ تین باتیں اعلیٰ حضرت نے یا کسی اور نے اکابر میں سے کہاں لکھی ہیں۔ اس صفحہ ۶۵،۶۶ پر کوئی حوالہ نہیں دیا بلا حوالہ یہ باتیں منسوب کر دی ہیں۔ کیا اب بھی سفید جھوٹ ہونے میں کوئی شک رہ گیا ہے۔

قدرت و تصرف و اختیاراتِ انبیاء کی نفی کے دلائل

"قارئین کرام نام نہاد علامہ ظہیر نے البریلویۃ کے صفحہ ۶۶ پر نو عدد آیاتِ قرآنیہ پیش کی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ :۔

سورۂ عنکبوت آیتہ ٦٠ اور سورۂ الملک آیتہ نمبر ١، سورۂ المومنون آیتہ نمبر ١٨، سورۂ یٰسین آیتہ نمبر ٨٣، سورۂ الذاریات آیتہ نمبر ٥٨، سورۂ ہود آیتہ نمبر ٦، سورۂ النساء آیتہ نمبر ٣٦، سورۂ آل عمران آیتہ نمبر ٢٦، ان تمام سورتوں کی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چند صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً صفتِ احیا و امامت و صفتِ ملکیت، صفتِ رزاقیت، صفتِ قوت، صفتِ ایتاءِ ملک و انتزاعِ ملک اور صفتِ تذلیل و اعطاءِ عزت۔ ظاہر ہے ان اوصاف کی اسناد ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف اسناد حقیقی کے طور پر ہے اور یہی خاصہ ہے ذاتِ باری تعالیٰ کا اور حقیقت بھی ذاتی ہے عطائی نہیں۔ یعنی حقیقتہً اور بالذات و بالاستقلال اللہ تعالیٰ ہی ان صفات کا مالک اور ان سے متصف ہے اگر ان میں سے کسی ایک صفت کی نسبت اور اسناد غیر خدا کی طرف ہو گی خواہ نبی کی طرف یا ولی کی طرف خواہ فرشتے کی طرف یا جن کی طرف، یا کسی اور کی طرف تو وہ اگر حقیقی ہے تو عطائی ہو گی اگر حقیقی نہیں تو مجازی ہو گی۔ بہر حال ذاتی و استقلالی نہیں ہو سکتی۔ ان صفات کو ذاتِ باری کا خاصہ ذاتی و استقلال کی حیثیت سے ہی کہا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ان آیات کو اہل سنت حنفی بریلوی کے خلاف پیش کرنا قطعاً جہالت اور پرلے درجہ کی حماقت ہے۔

اور صفحہ ٦٧ پر سورۂ البقرہ کی آیت نمبر ٢١٣ وَكَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً (الآیتہ) کو نقل کر کے یہ تاثر دیتا ہے کہ بریلویوں نے اختلاف کیا اور گمراہ ہو گئے، تو جواباً عرض ہے کہ بریلویوں نے اختلاف نہیں کیا۔ اختلاف تو وہابیوں، نجدیوں، دیوبندیوں، ندویوں، مودودیوں وغیرہ نے کیا ہے جو اہل سنت سے نکل کر نئے فرقے بنا کر بیٹھ گئے ہیں۔ خصوصاً نام نہاد اہل حدیث جنہوں نے سرکارِ انگریزی سے اپنے لئے اہلحدیث نام الاٹ کرایا ہے جس کا باحوالہ ذکر قبل ازیں گزر چکا ہے۔

اسی صفحہ ٦٧ پر قرآن کریم کی سورۂ کہف کی آیت نمبر ١٠٣، نمبر ١٠٤ کو نقل کر کے

یہ تاثر دیتا ہے کہ یہ بریلوی خسارے میں ہیں یہ جو کچھ شرکیہ بدعتیہ افعال کرتے ہیں ان کو اچھے گمان کرتے ہیں۔ مگر قارئین کرام یہ ظالم خود آیتہ کریمہ کے مصداق ہیں۔ کیونکہ یہ اہل حق اہل سنت پر اس آیت کو فٹ کر رہے ہیں۔ حالاں کہ یہ آیت بھی بت پرستوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یا کفار کے حق میں اور جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق (جو بخاری سے قبل ازیں نقل کیا گیا ہے) ایسے لوگ جو بتوں اور بت پرستوں کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو اہل ایمان پر چسپاں اور فٹ کرتے ہیں وہ بدترین خلائق ہیں۔

اور صفحہ ٦٨ پر سورۂ کہف کی آیت نمبر ١٠١، نمبر ١٠٢ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْ اَوْلِيَاءَ (الآیتہ) کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اولیاء اللہ کو مددگار وغیرہ ماننا کفر و شرک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کافروں اور مشرکوں کا ذکر ہے جو معبودانِ باطلہ بتوں کو خدا کے مقابلہ میں اپنے مددگار مانتے تھے۔ اور خدا کے مقابلہ میں کسی کو اپنا دوست مددگار وغیرہ سمجھنا خالص کفر اور شرک جلی ہے۔ الحمدللہ تعالیٰ کوئی سنی، حنفی بریلوی، مسلمان کسی نبی، ولی، غوث، قطب یا فرشتے یا جن کو خدا کے مقابلہ میں نہ دوست سمجھتا ہے نہ مددگار بلکہ اس عقیدہ کو ہم شرک جلی اور کفرِ خالص قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے اکابر کی کتابوں سے ظاہر ہے۔

نام نہاد علامہ کا خبط

قارئین کرام صفحہ ٦٨ سے صفحہ ٨٠ تک نام نہاد علامہ ظہیر نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:- (١) فاضل بریلوی کہتا ہے کہ تمام جہان کی چابیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں اور وہ کل کے مالک ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے نائب اکبر ہیں اور وہ کلمۂ کن کے

مالک ہیں۔

۲۔ اوران کے بیٹے نے باپ کی تائید کرتے ہوئے لکھا کہ جس کو جو کچھ ملتا ہے وہ حضور ہی سے ملتا ہے۔ تمام چابیاں آپ کے ہاتھ میں ہیں، خزانہ خداوندی سے جو کچھ ملتا ہے آپ کے ہاتھ سے ملتا ہے اور آپ جو کچھ کرنا چاہتے اس کے خلاف نہیں ہوتا، پھر فاضل بریلوی نے کہا حضور بیماریوں سے شفا دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

۳۔ حضور جو چاہتے ہیں، دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں، اسی طرح حضور غوث پاک کے لئے بھی کچھ کلمات کا استعمال ہوا ہے، بعض دیگر بزرگوں کے لئے بھی ایسے الفاظ ذکر کئے ہیں جن میں عجیب وغریب افعال کی نسبت و اسناد ان کی طرف کی گئی ہے۔ قارئین کرام یہاں جو کچھ بھی ظہیر بے ضمیر نے نقل کیا ہے جس قدر الفاظ وکلمات اعلیٰ حضرت یا آپ کے بیٹوں یا خلفاء اور آپ کے ماننے والوں سے نقل کئے ہیں ان سب کی بنیاد اسناد مجازی پر ہے۔ یا اگر حقیقی بھی ہے تو عطائی ہے۔ اسنادِ حقیقی ذاتی اور استقلالی کی بنیاد پر کوئی کلمہ استعمال نہیں کیا گیا اس لئے ان کلمات کو کفریہ، شرکیہ قرار دیکر قائلین کلمات کو کافر یا مشرک ٹھہرانا خود کافر و مشرک ہونے کے مترادف ہے۔
ہم قبل ازیں غیر مقلدین وہابیہ، نجدیہ کے اکابر نواب صدیق حسن خان اور علامہ وحید الزماں کی کتابوں نزل الابرار اور ہدیتہ المہدی سے بحوالہ صفحات، سابقہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں کہ یہ دونوں یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ بوقت مشکل ویرانے میں سواری یا کسی چیز کی گمشدگی کے موقعہ پہ یوں پکارے یا عباد اللہ اعینونی۔ یا عباد اللہ اعینونی۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ بلکہ یہ بھی باحوالہ نقل کر چکے ہیں کہ "ابن قیم

مدد دے قاضی شوکاں مدد دے" یہاں مدد کرو کی نسبت و اسناد عباد اللہ اور ابن قیم اور قاضی شوکاں کی طرف کی گئی ہے۔ اگر یہاں اسناد کو حقیقی ذاتی پر محمول کریں گے تو کفر خالص اور شرک جلی لازم آئے گی۔ اگر اسناد کو مجازی یا حقیقی عطائی پر محمول کریں گے تو کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت یا دیگر اکابر اہل سنت حنفی بریلوی کی جو عبارات، اشعار، کلمات ظہیر صاحب نے نقل کئے ہیں وہاں بھی اسنادِ مجازی یا حقیقی عطائی مراد ہے اس لئے نہ کفر ہے نہ شرک، نہ حرام ہے نہ مکروہ۔ اسناد کی اس تقسیم کو نظر انداز کرنے کی صورت میں نواب صدیق حسن خان اور علامہ وحید الزماں اور "ابن قیم مدد دے قاضی شوکاں مدد دے" کہنے والوں کو بھی کفر خالص اور شرک جلی کے مرتکب قرار دینا اور تسلیم کرنا پڑے گا۔
(اذ لیس فلیس)۔

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

غیر اللہ کی طرف اسنادِ مجازی اور اسنادِ حقیقی کے دلائل

۱۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو عذاب نہ دے گا جب تک تو ان میں تشریف فرما ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی موجودگی کافروں سے بھی دافع بلا کا ذریعہ اور وسیلہ تھی۔

۲۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے اور ظاہر ہے کہ سب جہانوں کے لئے رحمت ہونا سبب ووسیلہ ہے دفع بلا و زحمت کا۔

٣- وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو اے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اگر آپ کے پاس آ جائیں اور پھر خدا سے بخشش مانگیں اور رسول (بھی) انکے (خدا سے) بخشش مانگے (یعنی سفارش و دعا کرے)، تو خدا کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔ اس آیت میں بھی حضور علیہ السلام کو بخشش و مغفرت کا وسیلہ بنایا گیا ہے۔ ان تین عدد آیاتِ قرآنیہ سے آپ کا بارگاہِ خداوندی میں ذریعہ و وسیلۂ دفع بلیات و شفاء امراض اور حل مشکلات ہونا ظاہر و ثابت ہے جس کا انکار قرآن کا انکار ہے اس لئے واسطہ اور وسیلہ جان کر پکارنا، مدد مانگنا بالکل جائز ہے۔ اور یہی کچھ مراد ہے ان عبادات و اشعار و کلمات میں جن کو ظہیر بے ظمیر نے گذشتہ صفحات میں نقل کر کے اپنے خبث باطنی کا اظہار کیا ہے۔

براہِ راست غیر خدا کی طرف کسی فعل کی اسناد کے دلائل

١- مَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔

ترجمہ:- اور ان کی بُری نہیں لگی مگر یہی بات کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو غنی (دولت مند) کر دیا اپنے فضل سے۔ اس آیت کریمہ میں اغنا کی نسبت و اسناد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول دونوں کی طرف کی گئی ہے۔ یعنی یہ فرمایا کہ ان کو اللہ نے غنی کر دیا اور ان کو اللہ کے رسول نے غنی کر دیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اغنا کی اسناد خدا کی طرف اسنادِ حقیقی بھی ہے اور ذاتی بھی ہے۔ مگر اسی غنا کی اسناد حضور کی طرف کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ جس حیثیت سے اسکی اسناد خدا کی طرف کی گئی ہیں اس حیثیت سے حضور کی طرف نہیں کی گئیں۔

کی گئی۔ اگر یہاں مجازی یا حقیقی عطائی مانی جائے تو نہ کفر لازم آتا ہے نہ شرک۔

٢- وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ ...... الخ

اور خوب ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے خدا اور رسول کے دیئے ہوئے پر اور کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے اب دے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول (بھی)، اس آیت کریمہ میں اٰتٰہ اور یُؤْتِیْ یعنی دینے کی نسبت و اسناد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول دونوں کی طرف کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کی خدا کی طرف یہ اسناد حقیقی اور ذاتی ہے اور حضور کی طرف مجازی یا حقیقی عطائی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بر بنائے مجاز یا بر بنائے حقیقت عطائیہ اللہ کے رسول کی طرف دینے، عطا کرنے کی نسبت و اسناد بالکل جائز اور قرآن سے ثابت ہے۔

٣- اَنَا رَسُوْلُ اِلَيْكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔

قول جبرائیل علیہ السلام ہے کہ اے مریم علیہا السلام میں تیرے رب کا رسول ہوں تجھے پاک بیٹا دینے آیا ہوں۔ یہاں بخشنے اور دینے کی نسبت و اسناد جبرائیل علیہ السلام نے اپنی طرف کی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نسبت و اسناد یا تو مبنی بر مجاز ہے یا پھر مبنی بر حقیقت عطائیہ ہے۔ حقیقی یا حقیقت ذاتیہ پر مبنی نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ اس طرح غیر خدا کی طرف نسبت کرنا جائز و درست ہے شرک نہیں ہے۔

٤- اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ اللہ نے اسکو نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت عطا کی۔ یہاں اَنْعَمْتَ فرما کر انعام کرنے کی اسناد حضور کی طرح بھی کی گئی ہے۔

٥- وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ یہاں ابراء یعنی شفا دینے اور احیاء یعنی مردے زندہ کرنے کی نسبت و اسناد حضرت عیسیٰ

علیہ السلام نے اپنی طرف کی ہے۔ بلکہ دوسری جگہ قرآن میں خود خدا نے بھی تُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ اور تُخْرِجُ الْمَوْتٰی فرما کر ابراء اور احیاء کی اسناد حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی طرف فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اسناد یا تو مبنی بر مجاز ہے یا مبنی بر حقیقت عطائیہ ہے بہر حال حقیقت ذاتیہ پر مبنی نہیں ہے۔

قارئین کرام یہ آٹھ عدد آیات پر اکتفاء کر رہا ہوں۔ اختصار کے پیش نظر، ورنہ مزید متعدد آیات قرآنیہ اور بے شمار احادیث نبویہ اس موضوع پر پیش کی جا سکتی ہیں۔ جس کو زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو وہ اعلیٰ حضرت کی کتاب "الامن والعلیٰ" اور "سلطنتِ مصطفیٰ" کا مطالعہ ضرور کرے بہت فائدہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اعتراض: ابراء اور احیاء کی اسناد جناب عیسٰی علیہ السلام کی طرف بطور معجزہ ہے جس سے کسی اور کے لئے اثبات درست نہیں ہے۔

الجواب: ہم نے یہاں یہ ثابت کیا ہے کہ غیر خدا کی طرف احیاء و ابراء جیسے افعال کی اسناد و نسبت بھی کی گئی ہے۔ قطع نظر صدور بنی اس کے کہ وہ معجزہ ہے یا نہیں بہر حال معجزہ ہونے کا انکار نہیں مگر کم از کم یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ شرک نہیں ہے کیونکہ جو چیز شرک و کفر ہے وہ معجزہ نہیں ہو سکتی اور بطور معجزہ اسکی توحید سے ممکن نہیں ہے جو شرک ہے وہ ہر حال میں ہر زمانے ہر ایک کے لئے ہر ایک سے شرک ہے وہ کبھی توحید و ایمان اور معجزہ یا کرامت نہیں ہو سکتی۔ اتمامِ حجت کے لئے چند مسلّم بین الفریقین اکابر کی عبارات ملاحظہ ہوں:-

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اپنے قصیدہ الطیب النغم اور اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ بنظرنمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہگین است در ہر شدتے صفحہ ۱۲، ۱۳۔

یعنی میری نظر میں حضور ہی غم زدوں کی جائے پناہ اور ہر مشکل میں پناہ گاہ ہیں۔ پھر

فرماتے ہیں کہ جائے پناہ گرفتن بندگان و گریزگاہ ایشان در وقت خوف ایشان روز قیامت۔ یعنی آپ ہی قیامت والے دن، خوف کے وقت پناہ کی جگہ ہیں۔ مزید فرمایا کہ، نافع ترین ایشان مردمان را نزد ہجوم حوادث زمان۔ یعنی حوادثات کے وقت لوگوں کو بہتر نفع دینے والے۔ مزید فرمایا اے بہترین عطا کنندہ والے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود برائے ازالہ مصیبتے۔ یعنی اے بہترین عطا کرنے والے اور اے وہ بہترین کہ مصیبت کے دور کرنے کی جس سے امید رکھی جا سکتی ہے۔ مزید فرمایا تو پناہ دہندہ از ہجوم کردنے مصیبتے۔ یعنی آپ مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں۔ صفحہ ۱۴ پر فرماتے ہیں ندا کند خوار و زار شدہ باخلاص در مناجات و بہ پناہ گرفتن بایں طریق اے رسول خدا عطائے ترا میخواہم روز حشر الی قولہ، صفحہ ۱۵ توئی پناہ از ہر بلا نسوئے تست۔ اور حضور کو ندا کرے یعنی پکارے انتہائی خواری و زاری اور خلوص کے ساتھ مناجات میں اور پناہ مانگے اس طرح کہ اے رسول خدا میں تیری عطا چاہتا ہوں قیامت کے دن۔ تو ہی پناہ گاہ ہے ہر بلا اور ہر مصیبت سے۔ ان تمام عبارات میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کو ہر مصیبت اور ہر مشکل میں پناہ گاہ بھی کہا۔ نافع ترین بھی کہا، عطاء کرنے والا، دینے والا اور مصیبت ٹالنے والا۔ مصیبت سے پناہ دہندہ بھی کہا اور یہ بھی کہا حضور کو ندا کرے پکارے عاجزی و زاری کے ساتھ، اے رسول میں تیری عطا چاہتا ہوں بروز حشر۔ اگر ایسا کہنے سے شاہ ولی اللہ صاحب مشرک نہیں ہوئے۔ تو اعلیٰ حضرت اور ان کے عقیدت مند سابقہ اشعار و کلمات کی بنا پر کیوں کر مشرک ہو سکتے ہیں۔ اگر ان کو مشرک کہنے پر اصرار ہے تو پھر شاہ ولی اللہ کو بھی مشرک قرار دینا ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

۲۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ دریں جا است تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطن از انہا می نمایند و در باب حاجات[27]

ومطالب حلِ مشکلات خود از آنہا می طلبند و می یابند۔ صفحہ ۲۸ یعنی بزرگان دین واولیاء کرام دنیا سے انتقال کرنے کے بعد ان کے تصرفات کا ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اکابر اولیاء کو دنیا میں تصرف کرنے کا کمال وسیع دیا گیا ہے اور ان کے تدارک اسی طرف توجہ سے مانع نہیں ہوتے اور یہی نسبت رکھنے والے مطلب اور باطنی کمالات ان سے حاصل کرتے ہیں بلکہ ان کی حاجات اور ان کی مشکلات انہی سے حل ہوتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امورِ تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند وفاتحہ ودرود، صدقات ونذر بنامِ ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔ ملاحظہ ہو تفسیر عزیزی صفحہ ۲۸،۲۷، اور تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۹۶، صفحہ ۳۹۷ یعنی حضرت علی اور ان کی اولاد پاک کو ساری اُمت (اکثر امت) پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے اور صدقات اور نذر و نیاز ان کے نام کی عام معمول ہے اور امورِ تکوینیہ کو ان کے والبتہ مانتے ہیں۔

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمتہ اپنی کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں دعاء سیفی کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ :۔

"نادِ علی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند و آں این است"

نادِ علیاً مظہر العجائب — تجدہ عوناً لک فی النوائب
کل ھم و غم سینجلی — بولایتک یا علی یا علی یا علی"

یعنی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھے۔ اس دعاء سیفی کو جو یہ ہے۔ پکار علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں۔ پائے گا تو ان کو اپنے لئے مشکلات میں مددگار ہر غم و مصیبت کھل جائے گی بڑی مدد کے ساتھ اے علی اے علی اے علی، اے علی۔ یہ دعا حضرت شاہ محمد گوالیاری علیہ رحمتہ اللہ باری کے جواہر خمسہ سے ماخوذ ہے جس کے پڑھنے کو شاہ صاحب اور شاہ صاحب کے بارہ عدد جلیل القدر اساتذہ کرام

جن سے شاہ صاحب اکثر سلاسلِ حدیث لیتے رہے ہیں وہ بھی ان کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے اگر ایسے الفاظ شرک ہیں اور بولنے والا مشرک ہے تو شاہ صاحب ان کے بارہ اساتذہ گرامی قدر کو بھی مشرک اور حضرت گوالیاری کو بھی مشرک قرار دینا ہوگا۔ ان کے ساتھ ساتھ شاہ عبد العزیز صاحب کو بھی مشرک ٹھہرانا ہوگا۔ کیونکہ وہ بعد از وفات بھی اولیاء کرام کے لئے تصرف کا اقرار کر رہے ہیں۔ اور نواب صاحب اور علامہ وحید الزماں اور تھانوی صاحب کے حوالوں سے یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی بھی پہلے نقل کیا جاچکا ہے۔ اگر یہ شرک ہے تو پھر کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا ہے نہ کوئی وہابیوں کا نہ دیوبندیوں کا نہ اہل سنت کا اور اس کا بطلان واضح ہے۔

(وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی ذَالِکَ)

قارئین کرام ظہیر صاحب نے بزعم خویش جس قدر کلمات وجملے والفاظ اعلیٰ حضرت یا دیگر اکابر کی کتابوں سے نقل کئے ہیں گذشتہ صفحات میں اوّل تو ہمارے اکابر نے حوالجات وعبارات نقل کی ہیں اور اکثر و بیشتر پر روایات واحادیث سے الفاظ نقل کئے ہیں مگر ان دلائل وعبارات و روایات کا ظہیر صاحب نے ذکر تک نہیں کیا۔ رد کرنا تھا تو دلائل کا جواب بھی دیتا۔ مگر ایسا کرنا اس کے بس کی بات ہی نہ تھی۔ اسی لئے نہ کر سکا۔

ثانیاً اعلیٰ حضرت نے جو بات کہی ہے باحوالہ کہی ہے اور باحوالہ نقل کی ہے اور اگر یہ کفریہ یا شرک ہیں تو پھر ان حضرات کے بارے میں کچھ نہ کہنا جن سے نقل کی ہیں اور جن کی اصل عبارات ہیں، ان کے متعلق بات تک نہ کرنا۔ یہ کہاں کی انصاف پسندی ہے۔ بھائی اگر یہ شرک ہے یا کفر ہے تو اسکی لپیٹ میں صرف ناقل ہی کو کیوں آتا ہے، منقول عنہم بھی تو لپیٹ میں آئے گا۔ تمہارے اپنے اکابر بھی آئیں گے

ان کے متعلق کیوں چپ سادھ رکھی ہے، خاموش کیوں ہو۔؟
ان پر بھی فتویٰ لگایا جائے، ان کو کیوں معاف کرتے ہو؟ کیا قرآن وحدیث
کی تعلیم یہ ہے کہ اپنے کفر و شرک میں مبتلا ہوں، تو ان کا کفر و شرک بھی کافور سمجھ لیا
جائے۔ اور دوسروں سے سرزد ہونے والے کافور کو بھی کفر و شرک بنا لیا جائے۔
کیا یہ "اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ"
کی عملی تفسیر نہیں ہے۔ کیا یہ تفریق یہود و نصاریٰ کی معنوی ذریت ہونے کی
دلیل نہیں ہے۔ سچ ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم"۔

نوٹ:۔
کتاب ہذا کا پہلا حصہ دو باب پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ تیسرے باب سے
شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔